فہم القرآن سیریز نمبر 1

پارہ 23

وَمَالِیَ

سوال وجواب کی صورت میں

قرآن مجید کی ہر آیت کی وضاحت

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُرآناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

قُرْاٰناً عَجَباً

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : "قُرْاٰنًا عَجَبًا" (پارہ 23)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2018ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ابتدائیہ

قرآن مجید کو انسان کے قلب و ذہن اور زندگی میں اُتارنے کے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو طریقے اختیار کیے ہیں، اُن میں سے ایک اہم طریقہ سوال و جواب کا ہے۔ مثلاً سورۃ المدثر میں اللہ تعالیٰ سوال کرتے ہیں:

﴿وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ﴾

''اور تمہیں کس نے خبر دی کہ دوزخ کیا ہے؟'' (27)

پھر اگلی ہی آیات میں جواب دیا جاتا ہے:

﴿لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۳۰﴾

''نہ وہ باقی رکھے گی اور نہ وُہ چھوڑے گی۔ کھال کو جھلسا دینے والی ہے۔ اُس پر انیس فرشتے مقرر ہیں''

سورۃ البلد میں اللہ تعالیٰ خود ہی سوال اُٹھا کر جواب دیتے ہیں:

﴿وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ۱۴ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۱۵
اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۱۷﴾

''اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دشوار گزار گھاٹی؟ کسی گردن کا چھڑانا یا کسی بھوک والے دن کھانا کھلانا، کسی رشتے دار یتیم کو یا خاک نشین محتاج کو، پھر یہ کہ وُہ اُن لوگوں میں ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی نصیحت کی''

سوال آدھا علم ہے۔ سوال جب اُٹھایا جاتا ہے تو ذہن متوجہ ہو جاتا ہے پھر جب جواب آتا ہے تو اس کا اثر گہرا ہوتا ہے۔ نبی ﷺ کثرت سے اس طریقے کو استعمال فرماتے تھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، انہوں نے بیان کیا:

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: أَيُّكُمْ مَالُ وَارِثِهِ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنْ مَالِهِ؟

قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا مَالُهُ أَحَبُّ إِلَيْهِ؟

قَالَ: فَإِنَّ مَالَهُ مَا قَدَّمَ، وَمَالُ وَارِثِهِ مَا أَخَّرَ (صحیح بخاری: 6442)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کون ہے جسے اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کا مال پیارا ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کو اپنا مال زیادہ پیارا نہ ہو۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اُس کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیجا (یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا)

اور اس نے جو (مال) پیچھے چھوڑا، وہ اس کے وارث کا مال ہے۔''

ہر آیت میں غور وفکر کے بہت سے پہلو ہوتے ہیں لیکن انسان عام طور پر انہیں نظرانداز کر کے گزر جاتا ہے۔ یہ پہلو سوال کی صورت میں سامنے آئیں تو انسان رُک کر سوچتا ہے۔ سوال وجواب کے انداز میں سیکھنا زیادہ آسان ہو جاتا ہے۔ انسان کو سوالوں کے جواب مل جائیں تو اطمینان ہو جاتا ہے اور دل جمتا ہے۔

قران حکیم کو سوال وجواب کی صورت میں **قُرْاٰنًا عَجَبًا** کے نام سے مرتّب کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر آیت کے اہم پہلوؤں کو سوال کی صورت میں اُٹھایا ہے اور نکات (Points) کی صورت میں ان کا جواب قرآن حکیم ہی سے لینے کی کوشش کی ہے۔ میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس طرح اہم نکات (Tips) پر آجاتے ہیں، وہ نکات جن پر انسان عام طور یا تو سوچتا نہیں یا پھر ویسے ہی گزر جاتا ہے۔ قرآن مجید کو اِس انداز میں پڑھ کر ہر وہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے جو قرآن کے راستے کا مسافر بننا چاہتا ہے۔ اگرچہ سوال وجواب کے طریقے سے شعور بیدار ہوتا ہے لیکن ایک انسان کا علم محدود ہے، سمجھ محدود ہے، فرشتوں کی بات کو سامنے رکھیں تو اپنے علم کی حقیقت سامنے آتی ہے۔

﴿سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ﴾

''آپ پاک ہیں جو آپ نے ہمیں سکھایا ہے اس کے سوا ہمیں کچھ علم نہیں

یقیناً آپ ہی سب کچھ جاننے والے، کمال حکمت والے ہیں'' (البقرہ:32)

میں ان سب افراد کی بہت ممنون ہوں جن لوگوں نے اس کاوش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد کی۔ قارئین سے درخواست ہے غلطیوں کی نشاندہی ضرور کریں۔ اگر اس سے کوئی بھلائی نصیب ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کا کرم سمجھ لیں، آخرت کی فکر لاحق ہو جائے تو دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ میری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ آمین

دُعاؤں کی طلب گار

نگہت ہاشمی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رکوع نمبر 1

﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟'' (22)

سوال 1: ﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟'' نیک شخص نے سب کے سامنے توحید کا اقرار کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ﴾ ''اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس ہستی کی عبادت نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا'' یعنی وہ کون ہے جو مجھے اس کی عبادت سے روک سکتا ہے جس نے مجھے پیدا کیا، جس نے مجھے وجود عطا کیا، جو مجھے رزق دیتا ہے۔

(2) ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور اُسی کی طرف تم سب لوٹائے جاؤ گے؟'' اور اپنی موت کے بعد تم بھی اس کے پاس لوٹ کر جاؤ گے پھر وہ تمہارا حساب کتاب لے گا اور تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے، جو آخرت میں فیصلے کرے گا وہی یہ حق رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ (ایسر التفاسیر:1270)

(3) اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب اور اس کے عذاب سے ڈراوا ہے۔ (تفسیر منیر:649/11)

سوال 2: مردِ مومن نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر اپنی قوم کی کیسے صحیح راہنمائی کی؟

جواب: (1) مردِ مومن نے اپنی زندگی کو خطرے میں ڈال کر خالق کی طرف توجہ دلائی۔ اُس نے توحید کی دعوت دی کہ آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی عبادت کروں جس نے مجھے پیدا کیا۔ (2) مردِ مومن نے خالق کی طرف لوٹ جانے کی حقیقت کو واضح کیا کہ اُسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

سوال 3: مردِ مومن نے جیسے رب کی طرف دعوت دی ایسی دعوت کون دے سکتا ہے؟

جواب: (1) ایسی دعوت وہ شخص دے سکتا ہے جسے خالق کائنات کا شعور حاصل ہو چکا ہو۔ (2) ایسی دعوت وہ دے سکتا ہے جس نے اپنی زندگی کے مقصد کو پا لیا ہو۔ (3) ایسی دعوت وہ شخص دے سکتا ہے جس کی ذات پوری طرح اپنے مقصدِ زندگی اور اپنے رب کے ساتھ جڑ چکی ہو پھر وہ یہ پکار اٹھتا ہے آخر کیوں نہ میں اُس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے۔

سوال 4: انسان کو اپنے خالق کا شعور کب اور کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان کی فطرت خالق کی طرف توجہ کرتی ہے انسان اگر خالق کی طرف توجہ نہیں کرتا تو اس کے بیرونی اسباب ہوتے ہیں۔

(2)انسان خالق کا شعور سچے علم سے اللہ تعالیٰ کے کلام سے اور محمد ﷺ کی احادیث سے حاصل کر سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کے بغیر اس کا سچا شعور نصیب نہیں ہو سکتا۔

(3)انسان کو خالق کا شعور اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کے دل میں ایمان داخل ہو جائے۔

سوال5:انسان کو خالق کی طرف لوٹ جانے کا شعور کب اور کیسے حاصل ہوتا ہے؟

جواب:(1)انسان کی فطرت اس بات کو محسوس کرتی ہے کہ آخر کار انسان نے رب کی طرف لوٹنا ہے کیونکہ ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔(2)انسان کو لوٹ جانے کا شعور وحی سے حاصل ہوتا ہے۔

﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾

’’کیا میں اُس کے سوا معبود بنالوں اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے‘‘(23)

سوال1:﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾’’کیا میں اُس کے سوا معبود بنالوں اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے‘‘ جھوٹے معبود سفارش نہیں کر سکتے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً﴾’’کیا میں اُس کے سوا دوسرے معبود بنالوں؟‘‘کیا میں اس ہستی کو چھوڑ کر جس نے مجھے پیدا کیا،ایسے معبود بنالوں جس کے اختیار میں نہ کوئی نفع ہے،نہ نقصان،نہ ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت،نہ وہ کسی کو محروم کر سکتے ہیں،نہ عطا کر سکتے ہیں،نہ وہ سنتے ہیں،نہ دیکھتے ہیں۔

(2)﴿اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا﴾’’اگر رحمٰن ارادہ کرے کسی نقصان کا تو نہ اُن کی کوئی سفارش میرے کام آئے گی‘‘اگر میرا مہربان رب مجھے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو ان کی سفارش میرے کچھ کام نہ آسکے گی۔

(3)﴿وَّلَا يُنْقِذُوْنِ﴾’’اور نہ ہی وہ مجھے چھڑا سکیں گے‘‘نہ وہ مجھے اس تکلیف سے چھڑا سکیں گے جو اللہ تعالیٰ مجھے پہنچانا چاہے۔

سوال2:مردمومن نے باطل معبودوں کی بے بسی کی کیسے وضاحت کی؟

جواب:مردمومن نے قوم سے سوال کیا کہ کیا میں خالق کو چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں حالانکہ اگر وہ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش نہ مجھے نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں گے پھر تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں ہوں۔

سوال3: مردمومن خالق کی عبادت کرنے میں خودکوحق بجانب کیوں سمجھتا ہے؟

جواب: خالق کی عبادت کے لیے انسان کی فطرت اسے آمادہ کرتی ہے۔

سوال4: مردمومن نے غیراللہ کی عبادت پر تکذیب اور تشدد پر آمادہ لوگوں کے سامنے کیسے فطری فیصلہ دیا؟

جواب: (1) مردمومن نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ اگر میں غیراللہ کی عبادت کروں تو میں گمراہ ہوجاؤں گا یہ تو نہایت گھاٹے کا سودا ہے۔

(2) مردمومن نے یہ فیصلہ اس لیے دیا کہ اس کا دل ایمان سے بھر چکا تھا اور اب کوئی دھمکی اس پر اثر انداز نہیں ہورہی تھی۔

﴿اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾

''یقیناً میں تب ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' (24)

سوال: ﴿اِنِّیْٓ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''یقیناً میں تب ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' جھوٹے معبودوں کی عبادت گمراہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْٓ اِذًا﴾ ''یقیناً میں تب'' یعنی اگر میں نے جھوٹے معبودوں کی عبادت کی جو نہ نفع پہنچاسکتے ہیں نہ نقصان سے بچاسکتے ہیں۔

(2) ﴿لَّفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ ''ضرور کھلی گمراہی میں ہوں گا'' اگر میں بے بس اور محتاج معبود بنالوں جو مجھے دکھوں اور تکلیفوں سے نہیں بچاسکتے تب تو میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہوجاؤں گا۔

(3) اس کے اس تمام کلام میں ان کی خیرخواہی، رسولوں کی رسالت کی گواہی اور رسولوں کی خبر پر صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے تعین کے ذریعے سے ہدایت کے اختیار کو جمع کرنا ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے دلائل، غیراللہ کی عبادت کا بطلان، اس کے دلائل وبراہین، غیراللہ کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی کی خبر اور قتل کے خوف کے باوجود اس مردصالح کے ایمان کے اعلان کا ذکر ہے۔ (تفسیر سعدی: 2242/3)

﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾

''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' (25)

سوال1: ﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾ ''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' رب پر ایمان لانے کے اعلان کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ﴾ ''یقیناً میں تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں چنانچہ میری بات سنو!'' ''یعنی میں یقیناً تمہارے اس پروردگار پر ایمان لاچکا ہوں جس نے تمہاری تخلیق کی۔ چنانچہ میری بات غور سے سنو! اور میری نصیحت پر عمل پیرا ہوجاؤ!'' (صفوۃ التفاسیر: 8/3)

(2) اس نے کہا! اے میری قوم میں تو اپنے رب پر ایمان لا چکا جس کو تم نہیں مانتے بس تم میری یہ بات سن لو۔

(3) اس نے کہا اے مقدس رسولو! میں تمہارے رب پر جس نے تم کو رسول بنا کر بھیجا، ایمان لے آیا۔ تم اللہ تعالیٰ کے پاس میری گواہی دینا۔

(4) سیدنا وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب اس مومن بندہ نے ان سے کہا تو وہ سارے اس ایک آدمی پر اس کو ضعیف اور کمزور جانتے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے حتیٰ کہ قتل کر دیا اور کسی نے اس کا دفاع نہ کیا۔ (جامع البیان: 167/22)

(5) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس مومن بندے کو پاؤں سے روند روند کے پاخانہ نکال دیا۔ معاذ اللہ (جامع البیان: 167/22) (6) حسن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اس کے گلے کو پھاڑ کر شہر کی فصیل سے لٹکا دیا۔ اس کی قبر انطاکیہ میں موجود ہے۔ (تفسیر قرطبی: 16/8)

(7) سیدنا عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور اگر اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لیے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ وہ تمہیں قتل کر دیں؟ جواب دیا کہ نبی ﷺ اس کا تو خیال تک نہیں۔ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ میں سویا ہوا ہوں تو وہ مجھے جگائیں گے بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا پھر جایئے، یہ چلے، جب لات عزیٰ کے بتوں کے پاس سے ان کا گذر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آ گئی قبیلہ ثقیف بگڑ بیٹھا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر و یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں، اسلام قبول کرو تو سلامتی حاصل ہوگی، اے میرے بھائی بندو! یقین مانو کہ یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے، ساری بھلائی اسلام میں ہے وغیرہ۔ ابھی تو تین ہی مرتبہ صرف اس کلمہ کو دوہرایا تھا جو ایک بدنصیب تن جلے نے دور سے ایک تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور اسی وقت شہید ہو گئے، نبی ﷺ کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا جس نے کہا تھا کاش کہ میری قوم میری مغفرت وعزت کو جان لیتی۔

(تفسیر ابن کثیر: 342/4) (الاساس فی التفسیر: 4629,4630/8)

(8) سیدنا کعب احبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا جو قبیلہ بنو مازن بن نجار سے تھے جنہیں یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے، ان سے اس کذاب نے حضور ﷺ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اس نے کہا میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟ تو سیدنا حبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں سنتا۔ اس نے کہا محمد (ﷺ) کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں ان کی سچی رسالت کو مانتا ہوں، اس نے پھر پوچھا میری رسالت کی نسبت کیا کہتا ہے؟ جواب دیا کہ میں نہیں سنتا اس ملعون نے کہا ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت بہرا بن جاتا ہے۔ ایک مرتبہ پوچھتا اور ان کے اس جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر یہی پوچھتا پھر یہی جواب پاتا پھر ایک عضو بدن کٹواتا اسی طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر: 342/4) (الاساس فی التفسیر: 4630/8)

سوال 2: مردِ مومن نے اپنے ایمان کا آخری اعلان کیسے کیا؟

جواب: مردِ مومن نے انتہائی اطمینان کے ساتھ اپنے ایمان کا اعلان کیا کہ میں تو تمہارے رب پر ایمان لایا ہوں اس لیے میری بات سن لو یعنی تم بھی ایمان لے آؤ اس طرح اس نے ایک طرف رسولوں کو اپنے ایمان پر گواہ ٹھہرایا اور دوسری طرف اپنی استقامت کا اظہار کیا کہ جو میں نے کرنا تھا کر لیا اب جو تم کرنا چاہتے ہو وہ تم کر لو۔

﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾

''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اُس نے کہا: ''اے کاش میری قوم جان جاتی!'' (26)

سوال 1: ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اُس نے کہا: ''اے کاش میری قوم جان جاتی!'' کاش میری قوم جان جاتی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ ''کہا گیا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' فرشتوں نے موت کے وقت کہا: جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (ایسر التفاسیر:1270)

(2) سیدنا مجاہد رحمہ اللہ ﴿قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ ﴿وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةَ﴾ کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ یہ اس وقت کہا جب اس نے بدلہ دیکھ لیا۔ (جامع البیان:167/22)

(3) جب وہ مومن بندہ جنت میں داخل ہوا تو اس نے اپنی آنکھوں سے اس کا نظارہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے اسے عزت و شرف بخشا یہ اس کے ایمان اور اس پر صبر کی وجہ سے حاصل ہوا۔ (جامع البیان:167/22)

(4) ﴿قِيْلَ﴾ ''کہا گیا'' اس شخص سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا ﴿ادْخُلِ الْجَنَّةَ﴾ ''جنت میں داخل ہو جاؤ!'' اس نے اپنی توحید پرستی اور اخلاص فی الدین کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہونے والے اکرام و تکریم کی خبر دیتے ہوئے اور اپنے مرنے کے بعد بھی اسی طرح اپنی قوم کی خیر خواہی کرتے ہوئے جیسے زندگی میں کیا کرتا تھا۔ (تفسیر سعدی:2242/3)

(5) ﴿قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اس نے کہا اے کاش میری قوم جان جاتی!'' جب اس شخص نے جنت میں اپنا ٹھکانہ دیکھ لیا تو آرزو کی کاش میری قوم کو بھی ان نعمتوں کا علم ہو جاتا۔

(6) اس نے کہا! کاش! میری قوم کو علم ہو جاتا کہ کن امور کی بنا پر میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھ سے عذابوں کو دور کر دیا۔

(7) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: قوم کے لوگ انہیں پتھر مارتے رہے اور وہ کہتے رہے: ﴿اللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ فَلَمْ يَزَالُوْا بِهٖ حَتّٰى مَاتَ رَحِمَهُ اللّٰهُ﴾ ''اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ جانتے نہیں۔ وہ یہی کہتے رہے یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ (تفسیر منیر:657/11)

(8) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی مرجاتا ہے تو صبح وشام اس کا ٹھکانہ اس پر پیش کیا جاتا ہے اگر وہ جنت والوں میں سے ہے تو جنت والوں کا مقام اور اگر وہ دوزخ والوں میں سے ہوتا ہے تو دوزخ والوں کا مقام اسے دکھایا جاتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ یہ تیرا ٹھکانہ ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے اٹھا کر اس جگہ نہ پہنچا دے۔'' (مسلم:7211)

سوال 2: مردمومن کی دعوت کا کیا اثر ہوا؟

جواب: مردمومن کی دعوت توحید کے جواب میں قوم نے قتل کر دیا۔

سوال 3: مردمومن کو کس عمل کی وجہ سے جنت میں داخل کرلیا گیا؟

جواب: مردمومن نے اپنی قیمتی زندگی خطرے میں ڈال کر پیغمبروں کی دعوت کی تاکید کی تھی جس کی وجہ سے اُسے جنت میں داخل کر دیا گیا۔

سوال 4: جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی مردمومن کی کیا خواہش تھی؟

جواب: (1) مردمومن کی جنت میں داخلے کے بعد بھی یہ خواہش تھی کہ کاش لوگ جان لیتے کہ میرا انجام کیا ہے کس وجہ سے مجھے معاف کر کے عزت کا مقام دیا گیا۔

(2) مردمومن اپنی قوم کی ہر حال میں خیر خواہی چاہتا ہے یہ ایک سچے مومن کی تصویر ہے وہ لوگوں کے ظالمانہ سلوک کے باوجود ان کا خیر خواہ ہوتا ہے۔

﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾

''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' (27)

سوال 1: ﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾ ''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' کاش میری قوم کو ایمان کے نتائج پتہ چل جاتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ ''میرے رب نے کس چیز کی وجہ سے مجھے بخش دیا'' ابی مجلز کا قول ہے ﴿بِمَا غَفَرَ لِي رَبِّي﴾ کہ یہ مغفرت میرے رب پر ایمان لانے اور اس کے رسولوں کی تصدیق کرنے کی وجہ سے ہوئی۔ واللہ اعلم۔ (جامع البیان:168/22)

(2) اس شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر خواہی کی اور مرنے کے بعد بھی۔ (تفسیر ابن ابی حاتم)

(3) یعنی ایمان، توحید اور صبر کی وجہ سے میرے رب نے مجھے بخش دیا اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل فرمایا۔ (ایسر التفاسیر:1270)

(4) ﴿وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ﴾ ''اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کر دیا'' اور مختلف انواع کی مسرتوں اور ثواب کے ذریعے سے مجھے اکرام بخشا۔ اگر ان تمام امور کا علم میری قوم کے دلوں تک پہنچ جائے تو وہ کبھی بھی اپنے شرک پر قائم نہ رہے۔ (تفسیر سعدی:2242/3)

(5) اس شخص نے کہا! میں دنیا میں اپنے رب پر ایمان لایا تھا اور اس کے رسولوں کی تصدیق کی تھی۔ اس کا مجھے آخرت میں یہ بدلہ ملا کہ

کیسے کیسے جلیل الشان انعامات اور اعزازات سے نوازا جا رہا ہوں کاش! میری قوم کو ایمان اور تصدیق کے یہ نتائج معلوم ہو جائیں۔ اگر انہیں یہ ثواب بے کراں یہ اجر غیر منقطع اور یہ دائمی اجر معلوم ہو جائیں تو شاید وہ بھی رسولوں کے پیروکار بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو جائے۔ آپ دل سے قوم کی ہدایت کے خواہش مند تھے۔ (مختصر ابن کثیر 1660/2)

(6) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے گرد بیٹھ گئے۔ آپ کے پاس ایک چھڑی تھی۔ آپ سر جھکائے چھڑی سے زمین پر لکیریں لگانے لگے، پھر فرمانے لگے: تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے اور کوئی بھی جان ایسی نہیں ہے کہ جس کا ٹھکانا اللہ نے جنت یا جہنم میں نہ لکھ دیا ہو اور یہ نہ لکھ دیا ہو کہ وہ نیک بخت ہے یا بد بخت ہے۔ ایک شخص بولا، یا رسول اللہ! پھر ہم اپنے لکھے ہی پر کیوں نہ بھروسہ کر لیں اور عمل چھوڑ دیں؟ (یعنی تقدیر کے روبرو عمل کرنا بے فائدہ ہے کہ ہوگا تو وہی جو قسمت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جو نیک بختوں میں سے ہے وہ نیکیوں والے کاموں کی طرف چلے گا اور جو بد بختوں میں سے ہے وہ بد بختوں والے کاموں کی طرف چلے گا۔ (مسلم: 6731)

سوال 2: مرد مومن نے اپنی قوم کے ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا مستحق بننے کے لئے قوم کی کیسے خیر خواہی کی؟

جواب: مرد مومن نے اس جہان سے گزر کر بھی یہ چاہا کہ لوگ جان لیں میرے رب نے کس وجہ سے میری مغفرت فرما دی یعنی کاش لوگ ایک رب کی عبادت کی حقیقت کو سمجھ جائیں اور کاش انہیں یہ پتہ چل جائے کہ میرے رب نے مجھے معزز لوگوں میں شامل کر لیا ہے تاکہ وہ بھی اس عزاز کو حاصل کرنے کے لئے ایمان لے آئیں۔

﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾

''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' (28)

سوال 1: ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' اللہ تعالیٰ کے ولی کی شہادت پر عذاب آ گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ ''اور اُس کے بعد اُس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اُتاری اور نہ ہی ہم اُتارنے والے تھے'' اللہ کے ولی کی شہادت پر عذاب آ گیا یعنی جن لوگوں نے اللہ کے ولی کو قتل کر دیا ان پر اللہ تعالیٰ کا غصہ بھڑک اٹھا اور اس نے ان کی قوم سے انتقام لیا کیونکہ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا تھا اور اس اللہ کے ولی کو شہید کر ڈالا تھا تو حق تعالیٰ نے ان پر آسمان سے فرشتے نہیں اتارے کہ وہ انہیں آ کر تباہ کریں اور نہ ہی کسی کو تباہ کرنے کے لیے آسمانی لشکر

کے اتارنے کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کا تو حکم ہی کافی ہے۔(مختصرابن کثیر:1660/2)

(2) یعنی ہم ان کے عذاب دینے کے لیے کسی تکلف کے محتاج نہیں کہ ہمیں ان کو ہلاک اور تلف کرنے کے لیے آسمان سے فوج اتارنی پڑے۔کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اقتدار کی عظمت اور بنی آدم کی شدت ضعف کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو آسمان سے فوج اتارنے کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ کا ادنیٰ ساعذاب بھی ان کے لیے کافی ہے۔(تفسیر سعدی:2242/3)

(3) سیدنا قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ﴾ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان کے قتل کے بعد ان کی قوم پر کوئی عذاب (خفگی) نازل نہیں کیا سوائے ایک چیخ کے وہ سارے کے سارے اس سے ملیامیٹ ہو کر راکھ بن گئے۔(جامع البیان:23/3)

(4) امام رازی رحمہ اللہ کا فرمان ہے: ''اس کے بعد آسان ترین صورت میں ان کی جلد ہلاکت کی طرف اشارہ ہے وہ اس لیے کہ ان کی ہلاکت کے لیے اللہ تعالیٰ کسی قسم کے لاؤ لشکر بھیجنے کا محتاج نہیں ہے۔'' (تفسیر قاسمی:66/14)

سوال 2: رسولوں کے مقابلے میں ڈٹ جانے والوں کا کیا انجام ہوا؟

جواب: ان لوگوں کے خلاف لشکر کشی نہ کی گئی بس ایک دھماکے سے سب بجھ کر رہ گئے۔

﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾

''وہ محض ایک ہی چیخ تھی پس اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے'' (29)

سوال 1: ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾ ''وہ محض ایک ہی چیخ تھی پس اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے'' ان کے دل سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''وہ محض ایک ہی چیخ تھی'' یعنی وہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی چنگھاڑ تھی۔

(2) ﴿فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ﴾ ''اچانک وہ سب بجھے ہوئے تھے'' یعنی وہ سب کے سب مر گئے۔

(3) ان کے دل ان کے سینوں میں پارہ پارہ ہو گئے۔وہ اس چنگھاڑ کی آواز سے گھبرا اٹھے اور بے جان ہو گئے۔اس تکبر کے بعد ان کی کوئی آواز نہ تھی نہ ان کے اندر کوئی حرکت تھی۔اشرف الخلوقات کے مقابلے میں ظلم، تکبر، جبر اور ان کے ساتھ بدکلامی کے بعد ان میں زندگی کے آثار تک نہ تھے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحمت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں'' یعنی ان کی بدبختی کتنی بڑی، ان کا عناد کتنا طویل اور ان کی جہالت کتنی شدید ہے کہ وہ اس قبیح صفت سے متصف ہیں جو ہر بدبختی، ہر عذاب اور ہر سزا

کا سبب ہے۔ (تفسیر سعدی:2242/3)

(4) بغوی نے لکھا ہے کہ انطاکیہ والوں نے جب حبیب کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ کا غضب جوش میں آ گیا اور فوری عذاب اس نے نازل کر دیا۔ سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک چیخ ماری جس سے سب مر گئے۔ (تفسیر قرطبی:17/8)

(5) یعنی ایک گرج دار آواز سے ہی سب کے پتے پانی ہو گئے اور سب مرے کے مرے رہ گئے۔ بادشاہ اپنے محل میں اور رعایا اپنے گھروں میں دم کے دم میں لوٹ پوٹ ہو گئے اور روئے زمین میں ایسے فنا ہوئے کہ ان میں سے ایک بھی تو نہیں بچا۔ سب کی زندگی کے شعلے آن کی آن میں بجھ گئے۔ (سیرت ابن اسحٰق)

سوال 2: سرکش لوگ کیسے بجھ کر رہ گئے؟

جواب: ایک دھماکہ ہوا پھر سخت چیخ اٹھی اور سب بجھ کر رہ گئے۔

﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾

''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں'' (30)

سوال 1: ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر! اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں'' ہائے افسوس! بندوں کے حال پر، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ ''ہائے افسوس بندوں پر'' ہائے افسوس! بندوں کے حال پر۔ قیامت کے دن وہ خود افسوس کریں گے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کیوں نہ کیا اس کے احکامات کیوں ضائع کیے۔

(2) ﴿مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ﴾ ''ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا مگر وہ اُس کا مذاق ہی اُڑاتے رہے ہیں'' قیامت کے دن جب لوگ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو کس کس طرح سے پچھتائیں گے کہ ہائے انہوں نے رسولوں کو کیوں جھٹلایا تھا؟ کیوں انہوں نے رسولوں کو مذاق کا نشانہ بنایا تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ کے بارے میں سیدنا قتادہ رحمہ اللہ سے مروی ہے ان جانوں پر تاسف ہو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پامالی کی اور ذات الٰہی کے بارے میں کوتاہی سے کام لیا۔ (الاساس فی التفسیر:4627/8)

(4) اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ﴾ کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ ندامت وشرمندگی اُن بندوں کے لیے ہے جن کا یہ مزاج بن چکا ہو کہ ان کے پاس جو بھی رسول آیا، اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے تھے۔ مزید کہتے ہیں: ''ان

پرتا قیامِ قیامت پشیمانگی ہے۔'' (الدرالمنثور:7/54،55)(ابن ابی حاتم:3193/10)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حسرت کا اظہار کیسے کیا ہے؟

جواب: ہائے افسوس بندوں کے حال پر جو رسول بھی ان کے پاس آیا اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔

سوال3: حسرت کسے کہتے ہیں؟

جواب: حسرت ایک نفسیاتی کیفیت ہے جس میں انسان کو شدید افسوس ہوتا ہے لیکن وہ اپنے حالات بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا بس دیکھ کر کُڑھتا ہے اور اذیت برداشت کرتا ہے۔

سوال4: حسرت تو انسانی کیفیت ہے اللہ تعالیٰ صاحب اختیار ہے جو چاہے کر سکتا ہے پھر بھی اُس نے حسرت کا اظہار کیا اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ایمان نہ لانے کی حسرت نہیں ہوتی بس لوگ قابل حسرت ہیں قابل افسوس ہیں لوگ اپنی گمراہی کی وجہ سے ہمیشہ کی مصیبت میں مبتلا ہونے والے ہیں اس لئے قابل رحم ہیں۔

سوال5: پیغمبروں کا مذاق کیوں اُڑایا گیا؟

جواب: پیغمبروں کو لوگ حقیر سمجھتے ہیں اپنے زمانے کے لوگ کم حیثیت سمجھتے ہیں اس لئے مذاق اُڑاتے ہیں۔

﴿اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾

''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناً وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے'' (31)

سوال1: ﴿اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی قومیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں؟ یقیناً وہ اُن کی طرف پلٹ کر نہیں آئے'' انہوں نے گزشتہ قوموں کی ہلاکت سے عبرت نہیں پکڑی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ یَرَوْا﴾ ''کیا انہوں نے نہیں دیکھا'' کیا اہل مکہ نے نہیں دیکھا۔

(2) ﴿كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ﴾ ''کہ کتنی ہی قومیں ہم نے ان سے پہلے ہلاک کر دیں'' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا انہوں نے انبیاء ورسل کی تکذیب کرنے والی گزشتہ قوموں کو دیکھ کر عبرت نہیں پکڑی، جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالا، ان پر عذاب کا کوڑا برسایا اور وہ سب ہلاک اور برباد ہو گئیں۔ (تفسیر سعدی:2243/3)

(3) یعنی کیا انہوں نے قوم نوح، عاد، ثمود اور اصحاب مدین کی تباہی کو نہیں دیکھا۔

(4)﴿اَنَّهُمۡ اِلَيۡهِمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ﴾ ”یقیناوہ اُن کی طرف پلٹ کرنہیں آئے“ وہ دنیا میں بار بارلوٹ کرآنے کی تمنا کریں گے مگر واپس نہیں بھیجے جائیں گے۔ دنیا میں تو جہالت کی وجہ سے گمان کرتے تھے۔﴿اِنۡ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ﴾ ”نہیں ہے یہ مگر ہماری دنیا کی زندگی، ہم یہیں مرتے اور جیتے ہیں اور ہم ہرگز اُٹھائے جانے والے نہیں ہیں“ (المومنون:37)

سوال 2: اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ نے کیسے تنبیہہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کو رسالت کی تکذیب کی وجہ سے تنبیہہ کی ہے کہ جیسے پچھلی قومیں تباہ ہوئیں یہ بھی ہوسکتے ہیں اور وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے۔

سوال 3: انسان اپنے جیسے انسانوں کی ہلاکتیں دیکھنے کے باوجود پھر اُسی راستے پر کیوں چلنا چاہتا ہے؟

جواب: ایک جانور دوسرے جانور کی موت سے کانپ اُٹھتا ہے اور استطاعت کے مطابق کوشش کرتا ہے کہ بچ جائے لیکن انسان اپنے غرور وتکبر اور لاپرواہی کی وجہ سے دھوکہ کھاتا ہے اور ہلاک ہونے والوں کے راستے پر چلتا ہے۔

﴿وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ﴾

”اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں“ (32)

سوال 1: ﴿وَاِنۡ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ﴾ ”اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں“ تمام زمانوں کے لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں، آیت کی رشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنۡ كُلٌّ﴾ ”اور یہ سب“ یعنی ہلاک ہونے والی ساری قومیں، سارے لوگ۔

(2)﴿لَّمَّا جَمِيۡعٌ لَّدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ﴾ ”ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں“ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب دینے کے لیے حاضر کیے جائیں گے، مومن نجات پائیں گے اور کافر ہلاک ہوجائیں گے۔

(3)﴿وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمۡ رَبُّكَ اَعۡمَالَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ﴾ ”اور یقینا آپ کا ربّ ان سب کو جب (وقت آئے گا) ان کے اعمال کا یقینا پورا پورا بدلہ دے گا۔ یقیناوہ پوری طرح باخبر ہے اُس سے جووہ کرتے ہیں“ (ھود:111)

(4)﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا﴾ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کردے گا اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا“ (النساء:40)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اگلے پچھلے انسانوں کے بارے میں کیا تنبیہہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو تنبیہہ کی ہے کہ تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے اور ان سے حساب کتاب لیا جائے گا۔

رکوع نمبر 2

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' (33)

سوال 1: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی مردہ زمین ہے، ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کی قدرت اور زندگی بعد موت پر دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی ہے'' یعنی موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھائے جانے، حشر اور حساب کے لیے رب العزت کے حضور کھڑے ہونے اور اعمال کی جزا سزا پر دلیل ہے۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کے کمال قدرت پر دلیل ہے۔

(3) ﴿الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ﴾ ''مردہ زمین'' جس پر گھاس کا ایک تنکا نہیں ہوتا، جہاں دھول اڑتی ہے وہاں اللہ تعالیٰ بارش برسا دیتا ہے تو وہ لہلہانے لگتی ہے۔

(4) ﴿اَحْيَيْنٰهَا﴾ ''ہم نے اُسے زندہ کیا'' یعنی اللہ تعالیٰ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد اسے زندہ کرتا ہے۔

(5) ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ﴾ ''وہ مُردہ میں سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ میں سے مُردہ کو نکالتا ہے۔ اور وہ زمین کو اُس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور ایسے ہی تم نکالے جاؤ گے۔'' (الروم:19)

(6) ﴿وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ﴾ ''اور ہم نے اُس میں سے اناج نکالا تو اُس میں سے وہ کھاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اس زمین سے زرعی اجناس اور نفیس قسم کے عمدہ جوڑے پیدا کرتا ہے جنہیں لوگ اور جانور خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اس طرح تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے رزق پیدا کرتا ہے۔

(7) مردہ زمین کو زندہ کرنا، اس سے اناج اگانا، اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی قدرت اور الوہیت پر دلیل ہے۔ (فتح القدیر: 462/4)

سوال 2: مردہ زمین کس چیز کی نشانی ہے؟

جواب: (1) مردہ زمین میں زندگی کے آثار یعنی زرخیز مٹی کا جمع ہونا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔ (2) مردہ زمین میں پانی، دھوپ، ہوا کا انتظام اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔ (3) مردہ زمین میں اُگنے والے بیج کے اندر نشوونما کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی رحمت کی

نشانی ہے۔(4) مردہ زمین کو زندہ کر کے اس سے سبزیاں اور پھل نکالنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

(5) مردہ زمین کے سارے نظام انسان کے بنائے بغیر بنے ہیں۔کسی چیز کو وجود میں لانا اس کو قائم رکھنا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے۔

﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ﴾

''اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیئے''(34)

سوال1:﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ﴾ ''اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے لذیذ پھل پیدا کر کے اپنی مہربانی کا ثبوت دیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيلٍ وَّاَعْنَابٍ﴾ ''اور ہم نے اُس میں کھجوروں اور اناروں کے باغ بنائے'' اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین سے تمہارے لیے کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے۔

(2)﴿وَّفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ﴾ ''اور ہم نے اُس میں کئی چشمے پھاڑ کر جاری کر دیئے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اسی مردہ زمین میں تمہارے لیے حسب ضرورت دریا جاری کر دیے تاکہ باغ اور کھیتیاں سیراب ہوں اور لوگ ان کے پھل کھائیں۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین کو زندہ کرنے کے لیے کیا انتظام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مردہ زمین سے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کرنے کے لیے پانی کے چشمے جاری کر کے زندگی کا انتظام کر دیا۔

﴿لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾

''تاکہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟''(35)

سوال1:﴿لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُونَ﴾ ''تاکہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں، یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' پھل کھاؤ اور شکر ادا کرو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لِيَاْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖ﴾ ''تاکہ وہ اُس کے پھلوں میں سے کھائیں'' یعنی رب العزت نے جو درخت اگائے کھجور، انگور اور دیگر پھلوں کے درخت، تو اس لیے کہ لوگ انہیں غذا کے طور پر بھی استعمال کریں اور ان سے لذت حاصل کریں۔

(2)﴿وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيهِمْ﴾ ''یہ سب اُن کے ہاتھوں نے نہیں بنایا'' یعنی اس میں تمہاری صنعت کاری کا، تمہاری محنت اور کوشش کا دخل نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا کمال ہے۔

(3) حالانکہ ان پھلوں کو ان کے ہاتھوں نے تخلیق نہیں کیا، ان میں ان کی کوئی صنعت کاری ہے نہ ان کی کسی کاری گری کا عمل دخل، یہ تو

اللہ احکم الحاکمین اور خیر الرازقین کی تخلیق کا کمال ہے، نیز ان پھلوں کو ان لوگوں یا کسی اور نے آگ پر نہیں پکایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان پھلوں کو اس طرح وجود بخشا ہے کہ ان کو آگ پر پکائے جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ان پھلوں کو درختوں سے توڑ کر اسی وقت اور اسی حال میں کھایا جاسکتا ہے۔(تفسیر سعدی:2244/3)

(4) یعنی نباتات کو پیدا کرنا انسان کا کام نہیں۔نباتات اور پھلوں کی پیدائش میں جس قدر عناصر سرگرم عمل ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت اپنے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں تب جا کر نباتات وجود میں آتی، بڑھتی، پھلتی پھولتی اور انسانوں اور دوسرے جانداروں کا رزق بنتی ہے۔اور ما کو موصولہ قرار دیا جائے تو پھر اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ اگرچہ نباتات کو وجود میں لانے والے سارے عناصر اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ ہیں۔تاہم اس میں کچھ نہ کچھ کام انسان کا بھی ہوتا ہے۔مثلاً انسان بیج ڈالتا ہے، ہل چلاتا ہے، زمین کی سیرابی اور فصل کی نگہداشت کرتا ہے۔لیکن اگر وہ غور کرے تو انسان کی یہ استعداد بھی اللہ تعالیٰ ہی کا عطیہ ہے۔اور انسان کے اتنا کام کرنے کے بعد بھی نباتات تب ہی اگ سکتی ہے جب پیداوار کے بڑے بڑے وسائل انسان کی اس حقیری کوشش کا ساتھ دیتے ہیں۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کا شکر بہر حال واجب ہوا۔(تیسیر القرآن:682/3)

(5)﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' رب العزت نے پھل پیدا کر کے مہربانی کا ثبوت دیا ہے، اب تم اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

(6) یعنی اس ہستی کا شکر کیوں نہیں ادا کرتے جس نے انہیں اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم سے غذا بھی دی اور اس میں لذت بھی دی۔

(7) کیا وہ ہستی جس نے بارش برسا کر زمین کو زندہ کیا، اس میں باغات اور کھیتیاں اگائیں۔اس میں لذتوں بھرے پھل پیدا کیے جس نے زمین پر چشمے جاری کر دیے، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے؟ یقیناً وہ پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے پھلوں کی پیدائش کو انسانی ہاتھوں کا کام قرار نہیں دیا، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: غلوں اور پھلوں کی پیداوار اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے انسانی ہاتھوں کا عمل نہیں۔انسانی ہاتھوں نے تو بیج بو دیا۔اُس کے بعد اس کا کوئی کام نہیں۔تمام غلوں اور پھلوں کی پیداوار رب کی رحمت ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے پھل کھلا کر انسانوں سے کیا مطالبہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شکر ادا کریں۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنھیں وہ نہیں جانتے'' (36)

سوال1:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا بنایا ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا﴾ ''پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے پیدا کیے'' پاک ہے وہ ذات جس نے ساری مخلوق کو جوڑا جوڑا بنایا، رب العزت نے فرمایا:﴿وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور ہر چیز سے ہم نے جوڑے پیدا کیے ہیں تا کہ تم سبق حاصل کرو'' (الذاریات:49)

(2)﴿مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ﴾ ''اُن میں سے بھی جو زمین اُگاتی ہے'' یعنی زمین کی بے شمار اصناف جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا، ان کو بھی جوڑا جوڑا بنایا۔

(3) ازواج کے کئی معنی ہیں مثلاً اس کا اطلاق نر و مادہ پر بھی ہوتا ہے۔ مرد، عورت کے لئے زوج ہے اور عورت مرد کے لئے۔ اور ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ایک دوسرے کے لئے کشش رکھ دی ہے۔ پھر اس زوج کے ایک دوسرے سے ملنے سے آگے مزید تخلیق کا سلسلہ چلتا ہے۔ مثلاً کھجور اور انار کے درخت نر بھی ہوتے ہیں اور مادہ بھی، جب پھل لگنے کا موسم ہوتا ہے تو ہوائیں نر درختوں کا بیج مادہ درختوں میں پھینک دیتی ہیں۔ تو مزید پیدائش عمل میں آتی ہے۔ اور نباتات کی ہر قسم میں یہ نر و مادہ کا سلسلہ موجود ہے خواہ اس کا ابھی تک انسان کو علم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پھر یہ سلسلہ جمادات حتیٰ کہ مادہ کے ایک ذرہ کے اندر بھی پایا جاتا ہے۔ اس میں بھی مثبت اور منفی قوتیں موجود ہوتی ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے کے لئے کشش رکھتی ہیں۔ دوسرے زوج کا لفظ آپس میں مماثلت رکھنے والی چیزوں کے لئے بھی آتا ہے۔ مثلاً ایک جوتا دوسرے جوتے کا زوج ہوتا ہے۔ اور اس معنی میں یہ لفظ قرآن میں بھی موجود ہے جیسے فرمایا:﴿وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ﴾ یعنی اس سے ملتی جلتی دوسری چیزیں اور ازواج کا تیسرا معنی ایک دوسرے کے مخالف اشیاء جیسے دن رات کا زوج اور رات دن کا سایہ دھوپ کا اور دھوپ سایہ کا یا روشنی تاریکی کی زوج اور تاریکی روشنی کی گویا یہ زوج کا سلسلہ اتنا وسیع ہے جو نباتات اور حیوانات کے علاوہ بھی تمام اشیاء میں پایا جاتا ہے۔ خواہ تمہیں اس کا علم ہو یا نہ ہو سکے۔ اس آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ﴾ کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ہی ایک ایسی ذات ہے جو ہر قسم کے زوج سے پاک ہے۔ نہ اس کا کوئی مقابلہ ہے اور نہ مماثل۔ کیونکہ مقابلہ یا مماثلت ان چیزوں میں ہو سکتی ہے جو کسی درجہ میں فی الجملہ اشتراک رکھتی ہوں مگر خالق اور مخلوق کا کسی حقیقت میں اشتراک نہیں ہوتا اور اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا میں شرک کی جتنی بھی اقسام پائی جاتی ہیں ان میں سے ہر قسم میں اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی نہ کسی کمی، کمزوری، عیب یا نقص کا الزام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سبحان کا لفظ کہہ کر مشرکوں کے ہر قسم کے شرکیہ عقیدہ کی تردید فرما دی۔

(تیسیر القرآن:683،682/3)

(4)﴿وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن کے اپنے نفسوں میں سے بھی اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' رب العزت نے انسانوں کا جوڑا مرد اور عورت کی صورت میں بنایا اور ان کی تخلیق، ان کی فطرت اور ان کے ظاہری اور باطنی اوصاف میں فرق رکھا، رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے'' (النساء:1)

(5)﴿وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور اُن میں سے بھی جنہیں وہ نہیں جانتے'' اور ان مخلوقات کی اصناف کو پیدا کیا جو ہمارے علم کی گرفت سے باہر ہیں اور وہ مخلوقات جو اس کے بعد پیدا ہی نہیں کی گئیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی شریک، مددگار، معاون، وزیر، بیوی، یا کوئی بیٹا ہو، وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی صفات کمال اور نعوت جلال میں اس کا ہمسر، مثیل یا کوئی مشابہت کرنے والا ہو یا اسے کوئی اپنے ارادے سے باز رکھ سکے۔ (تفسیر سعدی:2244/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تخلیق کا اُصول کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات کو جوڑے جوڑے بنایا ہے، انسانوں کو بھی، زمین کی پیداوار میں بھی اور جن چیزوں کو انسان نہیں جانتے۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚ ښ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں'' (37)

سوال 1:﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ښ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے، ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں'' رات اور دن کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم کی نشانی ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی رات ہے'' اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کی نشانی رات اور دن کا پیدا کرنا ہے، رات اندھیرے اور دن روشنی کو لے کر آتا ہے اور ایک دوسرے کے پیچھے باری باری آتے ہیں جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے

جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھا تا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اُس کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اُسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے'' (الاعراف:54)

(2) یعنی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے نفاذ، اس کی قدرت کے کمال، مردوں کو اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر ایک دلیل رات ہے۔ (تفسیر سعدی 2245/3)

(3) ﴿نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ﴾ ''ہم اُس سے دن کو کھینچ لیتے ہیں'' یعنی جیسے بکرے کی کھال کھینچی جاتی ہے اسی طرح روشنی کو رات کے اوپر سے اتار دیتے ہیں تو اس کی جگہ اندھیرا لے لیتا ہے۔ (تفسیر المراغی 132/8)

(4) اللہ تعالیٰ دن کو تاریکی سے بدل دیتے ہیں جس نے ساری زمین کو روشن کر رکھا تھا۔

(5) ﴿فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ اندھیرے میں رہ جانے والے ہوتے ہیں'' اس طرح وہ تاریکیوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ رب العزت اسی طرح تاریکی کو سورج طلوع کر کے دور کر دیتے ہیں اور زمین روشن ہو جاتی ہے۔

(6) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ (71) قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (72) وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (73)﴾ ''آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ تم پر قیامت کے دن تک ہمیشہ کے لیے رات طاری کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں روشنی لا دے؟ تو کیا تم سنتے نہیں ہو؟ آپ فرمائیں کہ کیا تم نے دیکھا اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک تم پر ہمیشہ کے لیے دن ہی کر دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون معبود ہے جو تمہیں رات لا دے گا جس میں تم سکون حاصل کرو؟ تو کیا تم نہیں دیکھتے؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لیے رات اور دن بنائے ہیں تا کہ تم اُس میں سکون حاصل کرو اور تا کہ تم اُس کے فضل میں سے تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔'' (القصص:71۔73)

سوال 2: رات اللہ تعالیٰ کی کیسی نشانی ہے؟

جواب: رات اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ اللہ تعالیٰ دن کو رات سے جدا کر دیتا ہے جس سے اندھیرا چھا جاتا ہے۔

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جا رہا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے'' (38)

سوال 1: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ ''اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا

جارہاہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے" سورج اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾"اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے" سورج دائمی طور پر اپنے ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر فرمایا ہے۔ وہ اس سے تجاوز کرتا ہے نہ کوتاہی اور نہ وہ اپنے آپ پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے دم مارسکتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2245/3)

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ سے سورج غروب ہونے کے وقت پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا، اللہ کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: وہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر (مشرق سے نکلنے کی) اجازت مانگتا ہے، چنانچہ اس کو اجازت دے دی جاتی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ جب وہ سجدہ تو کرے گا، لیکن اس کا سجدہ قبول نہیں ہوگا اور بعد ازاں جب وہ مشرق سے نکلنے کی اجازت مانگے گا تو اس کو اجازت نہیں دی جائے گی، بلکہ حکم ہوگا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ چنانچہ وہ مغرب سے طلوع ہوگا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾ "اور سورج اپنے ایک ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے، یہ سب پر غالب سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔" (بخاری:3199)

(3) اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ سورج اور اسی طرح دوسرے سیاروں کی گردش میں محض کشش ثقل اور مرکز گریز قوت کا نتیجہ نہیں بلکہ اجرام فلکی اور ان کے نظام پر اللہ حکیم وخبیر کا زبردست کنٹرول ہے کہ ان میں نہ تو تصادم وتزاحم ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی مقررہ گردش میں کمی بیشی ہوتی ہے اور یہ اجرام اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت گردش کررہے ہوتے ہیں دوسرے یہ کہ قیامت سے پہلے ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اس کے بعد نظام کائنات بگڑ جائے گا۔ (تیسیر القرآن:683/3، 684)

(4)﴿ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾"یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے" یہ کمال غلبہ رکھنے والی ہستی کا اندازہ ہے جس نے سورج جیسی مخلوق کی بہترین تدبیر اور انتظام کیا۔

(5) یہ غالب اللہ تعالیٰ کا اندازہ ہے جس کے کام میں نہ تو کسی کو مخالفت کی جرأت ہے اور نہ مزاحمت کی اور جو ایک ایک حرکت اور سکون سے واقف ہے اور اسی نے سورج کی رفتار مقرر فرمائی ہے اور اسے ایک مقررہ مدت تک باقاعدہ قرینے سے رکھا ہے جس میں نہ اختلاف ہو سکے اور نہ اس کے برعکس ہو سکے، رب العزت نے فرمایا: ﴿فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾"وہ صبح کو پھاڑ نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنایا ہے، یہ سب پر غالب، سب کچھ جاننے والے کا اندازہ ہے۔" (الانعام:96) (مختصر ابن کثیر:1663/2)

سوال 2: سورج کس ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے؟

جواب: (1) سورج کے ٹھکانے کے لیے لفظ مستقر استعمال ہوا ہے جس کا ایک مطلب ٹھکانہ ہے اور دوسرا مطلب ٹھہرنے کی جگہ ہے۔
(2) پہلے مطلب کے لحاظ سے سورج اپنے اس ٹھکانے کی طرف چلتا چلا جا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہے۔
(3) دوسرے معنی کے لحاظ سے سورج اپنے ٹھہرنے کی جگہ تک چلتا چلا جا رہا ہے جس کا مقام عرش کے نیچے ہے۔

سوال 3: سورج کا چلنا کب تک ہے؟

جواب: سورج کا چلنا قیامت کے دن تک ہے۔ قیامت کے دن اس کی حرکت ختم ہو جائے گی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور العلیم کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت العزیز کا شعور سورج کے اپنے ٹھکانے کی طرف چلنے سے دلایا ہے کہ وہ غالب ہستی کی قدرت کی وجہ سے اپنے راستے پر چل رہا ہے۔ نہ ادھر اُدھر ہوتا ہے، نہ ٹکراتا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے سورج کے پوری صحت کے ساتھ چلنے سے اپنی صفت علیم کا شعور دلایا ہے کہ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾

"اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے" (39)

سوال 1: ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ "اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے" چاند کی منزلیں مقرر ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ﴾ "اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں" رب العزت نے چاند کی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ وہ ہر رات ایک منزل میں ہے۔ ابتداء میں چاند بڑا ہوتا ہے۔ پھر وہ ہر منزل میں کم ہوتا رہتا ہے۔
(2) ﴿حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ "یہاں تک کہ وہ لوٹ کر کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے" یہاں تک کہ وہ کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح چھوٹا ہو جاتا ہے۔
(3) کھجور کی سوکھی شاخ کا حجم آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے پھر وہ شاخ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔
(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ "وہ آپ سے نئے چاندوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں وہ لوگوں کے لیے اور حج کے لیے وقت معلوم کرنے کے ذریعے ہیں۔" (البقرۃ:189)
(5) ﴿وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَىْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا﴾ "اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کر سکو

اور ہر چیز کو ہم نے خوب کھول کر بیان کیا ہے خوب کھول کر بیان کرنا۔'' (بنی اسرائیل:12)

(6)﴿هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اِنَّ فِى اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ﴿۶﴾﴾ ''وہی ذات ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو نور بنایا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کر دی ہیں تاکہ تم برسوں کی تعداد اور حساب معلوم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ برحق ہی بنایا ہے۔ وہ ان کے لیے نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے جو علم رکھتے ہیں۔ یقیناً رات اور دن کے آنے جانے میں اور آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں جو ڈرتے ہیں۔'' (یونس:6،5)

سوال2: چاند کی کتنی منزلیں ہیں؟

جواب: چاند کی 28 منزلیں ہیں۔

سوال3: چاند اپنی منزلیں کیسے طے کرتا ہے؟

جواب: چاند روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے۔ پھر دو راتیں غائب رہ کر تیسری رات کو نکل آتا ہے۔

سوال4: چاند آخری منزل پر پہنچ کر کیسا ہو جاتا ہے؟

جواب: چاند آخری منزل پر پہنچ کر باریک اور چھوٹا ہو جاتا ہے۔

سوال5: اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹنے کو کس چیز سے تشبیہ دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے چاند کے گھٹ کر پتلے ہونے کو کھجور کی سوکھ کر ٹیڑھی ہونے والی شاخ سے تشبیہ دی ہے۔

سوال6: سورج اور چاند کی گردش سے انسانوں کا کیا تعلق ہے؟

جواب (1) سورج اور چاند کی گردش کی وجہ سے لوگ اپنے سالوں، مہینوں اور دنوں کا حساب لگاتے ہیں۔

(2) سورج اور چاند کی گردش سے عبادات کے اوقات کا تعین کیا جاتا ہے۔

﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾

''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں'' (40)

سوال1: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِىْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ ''نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے اور سب ایک ایک مدار میں تیر رہے

ہیں" سورج اور چاند ایک دوسرے کو نہیں پکڑ سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ﴾ "نہ ہی سورج کے لائق ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے" سورج اللہ تعالیٰ کا غلام ہے۔ اس کی قدرت، اس کی مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے۔ سورج کی ایک حد ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا، نہ اس حد میں وہ کمی کرتا ہے۔ سورج رات کے وقت نہیں آ سکتا۔

(2)﴿وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ﴾ "اور نہ ہی رات دن سے پہلے آنے والی ہے" رات کی یہ مجال نہیں کہ وہ دن کے وقت آ جائے۔

(3) اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔ اُس نے ستاروں اور سیاروں کے درمیان فاصلے رکھے ہیں تاکہ انہیں ٹکرانے سے بچایا جا سکے۔ سورج اور سارے سیارے ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان کو باندھنے والا رب ہی قدرت والا ہے۔

(4)﴿وَكُلٌّ﴾ "اور سب" یعنی سورج اور چاند، رات اور دن، روشنی اور اندھیرا ہر ایک کے لیے رب العزت نے اندازہ مقرر کر دیا ہے۔ کوئی اس حد سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ہر ایک کے لیے وقت اور حد مقرر ہے جب ایک آتا ہے تو دوسرا چلا جاتا ہے۔

(5)﴿فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ﴾ "ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں" یعنی وہ دائمی طور پر اپنے راستے پر آ جا رہے ہیں۔ یہ سب کچھ خالق کائنات اور اس کے اوصاف کی عظمت کی ناقابل تردید دلیل اور برہان ہے۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت، حکمت اور اس موضوع کے متعلق علم کے اثبات کی دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 2246/3)

(6)﴿يَسْبَحُ﴾ کے معنی پانی یا ہوا میں نہایت تیز رفتاری سے گزر جانا یا تیرنا۔ اور فلک کے معنی سیاروں کے مدارات یا ان کی گزرگاہیں (Orbits) ہیں۔ اس آیت میں پہلے صرف سورج اور چاند کا ذکر فرمایا پھر کل کا لفظ استعمال فرمایا جو جمع کے لیے آتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اور چاند کے علاوہ باقی سیارے بھی فضا میں تیزی سے گردش کر رہے ہیں۔ اور چونکہ ہماری زمین بھی ایک سیارہ ہے لہٰذا یہ اب محو گردش ہے۔ البتہ زمین کی گردش کے متعلق چند مخصوص وجوہ کی بنا پر استثناء ممکن ہے اور زمین کی گردش کے متعلق آج تک چار نظریے بدل چکے ہیں۔ (تیسیر القرآن: 685,684/3)

(7) رب العزت نے فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ "بلاشبہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر وہ عرش پر بلند ہوا، وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے اور سورج، چاند اور ستارے سب اسی کے حکم کے تابع کیے ہوئے ہیں، سن لو! پیدا کرنا اور حکم دینا اسی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بڑی برکت والا ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔" (الاعراف: 54)

سوال 2: سورج کے بس میں کیوں نہیں ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے؟

جواب: سورج کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت نہیں دی کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور اس کی روشنی ختم کر دے۔ دونوں کے راستے جدا جدا ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کے نہ ٹکرانے سے اپنی قدرت کا کیسے ثبوت دیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ہے۔ اُس نے ستاروں اور سیاروں کے درمیان فاصلے رکھے ہیں تا کہ انہیں ٹکرانے سے بچایا جا سکے سورج اور سارے سیارے ایک نظام میں بندھے ہوئے ہیں۔ ان کو باندھنے والا رب ہی قدرت والا ہے۔

سوال4: رات دن سے پہلے کیوں نہیں آسکتی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا ایسا نظام بنایا ہے کہ دونوں ہی ایک دوسرے سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔

سوال5: سارے سیارے ایک مدار میں کیسے تیرتے ہیں؟

جواب: (1) سیاروں کی حرکت ایسی ہی ہے جیسے کوئی جہاز سمندر میں تیرتا ہے۔

(2) زمین، چاند، سورج اور سب سیاروں کا ایک مدار مقرر ہے۔ سب اپنے اپنے مدار میں گھوم رہے ہیں۔

(3) سارے سیارے کروڑوں سال سے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں اور ان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا۔

سوال6: سیاروں کی گردش سے انسان کو کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: سیاروں کی گردش سے انسان کو ایک رب کی بے پناہ قدرت کا سبق ملتا ہے۔ وہی ایک ہے، سب سے بڑا ہے۔ وہی عظیم ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' (41)

سوال1: ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی کشتیاں اور جہاز ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ﴾ ''اور اُن کے لیے ایک نشانی یہ بھی ہے'' اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کشتیاں اور جہاز بھی ہیں جو سمندر میں مال اور مسافر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر منتقل کرتے ہیں، کشتیوں اور جہازوں کے اس عظیم سفر کے لیے رب العزت نے سمندر انسان کے قبضے میں دے دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے بڑی نعمت ہے ﴿اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''کہ ہم نے اُن کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا'' رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی پہلی کشتی میں نسل انسانی میں سے ایمان لانے والوں کو نجات دی تھی، رب العزت نے انہیں طوفان سے بچا لیا تھا اور باقی ساری دنیا ڈبو دی تھی۔

(3)نسل کوسوار کرنے سے مراد باپ دادا کوسوار کرنا ہے جن سے بعد میں آنے والے سارے انسانوں کی نسل چلی۔

(4) بھری ہوئی کشتی میں جانوروں کے جوڑے اور دیگر سامان تھا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے کس بھری ہوئی کشتی میں انسانی نسل کوسوار کروایا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی میں انسانی نسل کوسوار کروایا۔انسانوں کے آباء چونکہ اس کشتی میں موجود تھے اس لیے یہ فرمایا کہ انسانوں کوسوار کروایا۔(2) یہاں اس سے مراد یہ بھی ہے کہ انسان بھری ہوئی کشتیوں میں اپنے بچوں کے ساتھ سوار ہوتے ہیں۔

﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں'' (42)

سوال1:﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾''اور ہم نے اُن کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں''رب العزت نے ہر طرح کی سواریاں بنائیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَخَلَقْنَا لَهُمْ﴾''اور ہم نے اُن کے لیے پیدا کی ہیں''یعنی اللہ رب العزت نے ہر طرح کی سواریاں بنائیں۔

(2)﴿مِّنْ مِّثْلِهٖ﴾''اس جیسی اور چیزیں''یعنی سیدنا نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی کشتی بنانا انسان نے سیکھ لیا جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی تھی۔اس لحاظ سے سیدنا نوح علیہ السلام ہی کشتی یا جہاز کے موجد ہیں اور یہ مراد بھی لی جاسکتی ہے کہ کشتی جیسی کوئی اور چیز یا چیزیں بھی پیدا کیں اور اس سے مراد وہ تمام سواریاں لی جاسکتی ہیں جو سمندر یا خشکی یا فضا میں چلتی ہیں اور انسان ان پر سوار ہوتا ہے۔(تیسیر القرآن:685/3)

(3)یعنی پہلے دور میں سواریوں کے لیے جانور تخلیق کیے جیسے اُونٹ اور بعد کے زمانے کے لیے اس کشتی جیسی اور سواریاں بھی ایجاد ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی عظیم نشانیاں ہوں گی،اللہ تعالیٰ نے ان سواریوں کی صنعت کی تعلیم دی۔

سوال2:کشتی جیسی اور کون سی سواریاں رب نے بنائی ہیں؟

جواب:کشتی کی طرح انسانوں اور سامانِ تجارت کو لے جانے والی سواریاں بحری جہاز،ہوائی جہاز،بسیں،ریل گاڑیاں،کاریں،راکٹس اور دیگر نقل وحمل کی اشیاء ہیں۔

﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کردیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے'' (43)

سوال1:﴿وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کردیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریاد رس ہوگا اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے''اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بچانے والا نہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنۡ نَّشَاۡ نُغۡرِقۡهُمۡ فَلَا صَرِيۡخَ لَهُمۡ﴾''اور اگر ہم چاہیں تو اُنہیں غرق کر دیں پھر نہ ہی ان کا کوئی فریادرس ہوگا''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو مصیبت میں مبتلا شخص کی مدد کر سکے۔

(2) گہرے سمندر میں کشتی کی حیثیت ایسی ہوتی ہے جیسے طوفان میں ایک تنکے کی۔ گہرے سمندر میں کشتی خواہ کتنی ہی بھاری ہو، سائنسی اُصولوں کے مطابق بنی ہو، انسانی تدبیر کشتی کو سمندر میں ڈوبنے سے نہیں بچا سکتی۔ کوئی ڈوبتی کشتی کے لیے فریادرس نہیں ہوتا کہ وہ بچائے جا سکیں۔

(3)﴿وَلَا هُمۡ يُنۡقَذُوۡنَ﴾''اور نہ ہی وہ بچائے جائیں گے''یعنی جو مصیبت میں مبتلا کو بچا سکے۔

(4) یعنی اگر اللہ تعالیٰ کشتی والوں کو ڈبو دے تو کوئی بچانے والا، کوئی فریادرس نہ ہوتا۔

﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ﴾

''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے''(44)

سوال1:﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ﴾''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مقررہ وقت تک فائدہ اٹھانے دیتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا رَحۡمَةً مِّنَّا﴾''مگر یہ ہماری طرف سے رحمت ہے''رب العزت نے فرمایا یہ ہماری رحمت ہے کہ غرق ہونے والوں کو نجات دیتے ہیں۔

(2)﴿وَمَتَاعًا اِلٰى حِيۡنٍ﴾''اور ایک خاص وقت تک فائدہ دینا ہے''یعنی غرق ہونے کے بعد جب وہ بچا لیتا ہے تو اپنے مقررہ وقت تک فائدہ اُٹھانے کی مہلت دیتا ہے۔

(3) یعنی اللہ تعالیٰ خشکی اور تری میں بحفاظت چلاتا ہے اور اپنے مقررہ وقت تک سلامت رکھتا ہے تاکہ لوگ معین وقت تک فائدہ اُٹھالیں۔

سوال2: کشتی کو ڈوبنے سے کون بچاتا ہے؟

جواب: کشتی کو سمندر میں ڈوبنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بچاتی ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ کی رحمت کب تک انسان کا ساتھ دیتی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کو خاص وقت تک دنیا میں فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا ہے۔

سوال4: اللہ تعالیٰ کی رحمت پر غور وفکر کرنے سے انسان کو کیا فائدہ نصیب ہوتا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ کی رحمت پر غور وفکر کرنے کی وجہ سے انسان کو سرکشی چھوڑ کو تواضع اختیار کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے انسان کا اپنے رب سے امید کا رشتہ جڑ جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡكُمۡ وَمَا خَلۡفَكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' (45)

سوال 1: ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡكُمۡ وَمَا خَلۡفَكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے لیے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ اتَّقُوۡا مَا بَيۡنَ اَيۡدِيۡكُمۡ وَمَا خَلۡفَكُمۡ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اُس سے بچو جو تمہارے آگے اور تمہارے پیچھے ہے'' یعنی جب اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت کے لیے تقویٰ اختیار کرنے کی رغبت دلائی کہ پچھلے گناہوں سے بچو پچھلے گناہوں سے توبہ کرلو اور آئندہ گناہ کرنے چھوڑ دو تو توقع ہے کہ تم پر رحمت کی جائے گی۔

(2) یعنی برزخ اور قیامت کے احوال اور دنیاوی سزاؤں سے اپنا بچاؤ کرو۔ (تفسیر سعدی: 2248/3)

(3) ﴿لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ ''تا کہ تم پر رحم کیا جائے'' یعنی تقویٰ اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے عذاب سے بچالے گا، تمہیں اپنی عافیت میں رکھے گا۔

(4) تقویٰ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے اسی لیے رب العزت نے تقویٰ اختیار کرنے کی ترغیب دی۔

سوال 2: انسان کو کس وجہ سے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرنے کی دعوت دی گئی؟

جواب: انسان کو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرنے کی دعوت اس لیے دی گئی تا کہ اُن پر رحم کیا جائے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کے آگے اور پیچھے ہونے کا شعور انسان کو کیا دیتا ہے؟

جواب: یہ شعور انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کر دیتا ہے۔

سوال 4: انسانوں سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ گناہوں سے بچو تا کہ تم پر رحم کیا جائے تو ان کا کیا رویہ ہوتا ہے؟

جواب: عام طور پر انسان سنی اَن سنی کرتے ہیں۔

﴿وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ﴾

''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں'' (46)

سوال 1: ﴿وَمَا تَاۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ﴾ ''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں

میں سے کوئی نشانی نہیں آتی مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں'' نشانیاں دیکھ کر وہ منہ موڑ جاتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا تَأْتِيهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ﴾ ''اور اُن کے پاس اُن کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی نہیں آتی'' اللہ رب العزت نے اپنی رحمت سے اپنی آیات نازل فرمائیں تاکہ بندے دین و دنیا میں ان سے راہنمائی حاصل کریں لیکن لوگوں کا عجیب حال ہے کہ ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی بھی آجائے جس سے توحید کی حقیقت اور رسالت کی تصدیق ہوتی ہو تو وہ اس پر توجہ ہی نہیں کرتے۔

(2)﴿اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ﴾ ''مگر وہ اُس سے منہ ہی موڑنے والے ہوتے ہیں'' وہ اس سے منہ موڑ جاتے ہیں اور اسے ٹھکرا دیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسانوں کے اندر کیسی تبدیلی پیدا کر سکتی ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسان کو جھنجوڑتی ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کی نشانیاں انسان کو کائنات کے ساتھ ہم آہنگ کر دیتی ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ کی نشانیوں سے انسان اپنے خالق کو پہچان لیتا ہے۔ اس کی عظمت کی وجہ سے انسان کے دل میں ڈر پیدا ہوتا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے نشانیوں پر انسان کے رویے کی وضاحت کیسے کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اِعراض کو واضح کیا ہے کہ انسان نشانیوں پر غور نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے انہیں فائدہ نہیں ہوتا اور وہ نشانیوں سے منہ پھیر جاتے ہیں۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ
يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾

''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں'' (47)

سوال 1: ﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس میں سے خرچ کرو جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں'' اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کی عجیب دلیل کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ ''اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اُس

میں سے خرچ کرو' یعنی جب ان کو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرو۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے جب ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ وہ نبی تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں، تو ابوسفیان نے کہا، وہ ہمیں نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے، رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور پاک دامنی کا حکم دیتے ہیں۔ (مسلم: 4607)

(3) ﴿قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ﴾ ''جنہوں نے کفر کیا اُن لوگوں سے کہتے ہیں جو ایمان لائے کہ کیا ہم اُس کو کھلائیں جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟'' وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ بھی مال دار ہوتے، ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟

(4) ﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں'' یعنی تمہارا یہ کہنا کہ غریبوں، مسکینوں، محتاجوں پر خرچ کرو، سراسر غلطی ہے۔

(5) ان کا یہ قول ان کی جہالت یا تجاہل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ مشیت الٰہی کسی نافرمان کی نافرمانی کے لیے ہرگز دلیل نہیں۔ ہر چند کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہو سکتا، تاہم اس نے اپنے بندوں کو اختیار عطا کیا ہے اور انہیں قوت سے نوازا ہے جس کے ذریعے سے وہ اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب کر سکتے ہیں۔ اگر وہ کسی ایسی چیز کو ترک کرتے ہیں جس کی تعمیل کا انہیں حکم دیا گیا ہے تو وہ اپنے اختیار سے ترک کرتے ہیں اور ان پر کوئی جبر نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی: 3/2248، 2249)

(6) ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق کشادہ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکش ہو جاتے لیکن وہ ایک اندازے سے نازل کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے، یقیناً وہ اپنے بندوں سے خوب باخبر، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (الشوریٰ: 27)

(7) ﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى (٥) وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى (٦) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (٧) وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى (٨) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى (٩) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (١٠)﴾ ''چنانچہ جس نے دیا اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچا اور بھلائی کو سچ مانا۔ پھر جلد ہی ہم اُس کو آسان راستے کی سہولت دیں گے۔ اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا۔ تو ہم جلد ہی اُس کو سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' (الیل: 5-10)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب کون دلاتا ہے؟

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں خرچ کرنے کی ترغیب دلاتے ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کے لیے اِنفاق کا حکم دیتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ غرباء، مساکین اور ضرورت مندوں کے لیے خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

سوال 4: انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے حکم پر کیسا رویہ اختیار کرتے ہیں؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے (اِنفاق) کے حکم پر اہلِ ایمان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم انہیں کیوں کھلائیں جنہیں اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔ (2) لوگ کہتے ہیں کہ تم کھلی گمراہی پر ہو۔

سوال 5: ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں خود کھلاتا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کھلانا نہ چاہا، جن کو غریب رکھنا چاہا، ہم انہیں دے کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف کیوں کریں۔

سوال 6: ''تم کھلی گمراہی میں ہو'' اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ تم غرباء کی مدد کر کے نادانی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

سوال 7: خرچ کرنے کے حکم پر ایسا جواب کون دیتا ہے؟

جواب: ایسا جواب وہ لوگ دیتے ہیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے۔ جو اللہ تعالیٰ سے اجر پانے کی اُمید نہیں رکھتے۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' (48)

سوال 1: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' مشرک قیامت کو ناممکن سمجھتے ہیں، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں'' وہ قیامت کو جھٹلاتے ہوئے عذاب کے لیے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2) ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو؟'' یعنی اگر تم بعث اور آخرت کے آنے کے بارے میں اپنے قول میں سچے ہو (ایسر التفاسیر: 1276)

(3) یہ بتاؤ قیامت کب آئے گی؟ لوگ آخرت کی طرف سے بے فکر ہیں۔ اپنی زندگی اور عیش و آرام میں مست رہنا چاہتے ہیں اس لیے غفلت میں ڈوبے ہوئے مذاق اُڑانے کے لیے پوچھتے ہیں کہ سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ قیامت کب آئے گی؟ کیونکہ وہ اس وعدے کو سچ نہیں سمجھتے۔

(4) ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

﴿یَعۡلَمُوۡنَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا قیام کب ہوگا؟ آپ کہہ دیں: ''یقیناً اس کا علم میرے رب ہی کے پاس ہے اس کے وقت پر اس کے سوا اسے کوئی ظاہر نہیں کرے گا، وہ (حادثہ) آسمانوں اور زمین میں بھاری ہے، تم پر وہ اچانک ہی آئے گی۔ وہ آپ سے سوال کرتے ہیں گویا آپ اس کی پوری تحقیق کرنے والے ہیں۔ آپ کہہ دیں: ''اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:187)

سوال 2: ﴿الۡوَعۡدُ﴾ سے کون سا وعدہ مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت کا وعدہ ہے۔

﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ وَهُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ﴾

''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' (49)

سوال 1: ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ وَهُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' صور ان کو آ پکڑے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ﴾ ''نہیں وہ انتظار کرتے مگر ایک ہی چیخ کا جو اُن کو پکڑ لے گی'' یعنی وہ صرف ایک چیخ، زوردار دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جو انہیں گھبراہٹ میں مبتلا کر دے گا۔

(2) ﴿وَهُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ﴾ ''اور وہ جھگڑتے ہی رہ جائیں گے'' سیدنا قتادہ علیہ الرحمہ اس آیت مبارکہ ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً تَاۡخُذُهُمۡ وَهُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہمیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عموماً فرمایا کرتے تھے کہ قیامت لوگوں پر اچانک واقع ہو جائے گی۔ لوگوں کی مصروفیت کا یہ عالم ہوگا کہ کوئی شخص اپنے جانور کو پانی پلا رہا ہوگا، کوئی پانی کا حوض صاف کر رہا ہوگا، کوئی شخص دکان میں سامان ترتیب دے رہا ہوگا اور اسی طرح کوئی شخص ناپ تول میں مصروف ہوگا کہ قیامت برپا ہو جائے گی، ان لوگوں کو اتنی بھی مہلت نہیں ملے گی کہ وہ گھر واپس جا سکیں یا ان کو وصیت کر سکیں۔ (جامع البیان:23/15)

(3) سیدنا ابن زید رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَةً وَّاحِدَةً﴾ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں ﴿صَیۡحَةً وَّاحِدَةً﴾ سے مراد ''نفخة واحدة'' ہے یعنی ایک صور۔ (جامع البیان:23/15)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿هَلۡ یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنۡ تَاۡتِیَهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾ ''وہ انتظار نہیں کر رہے مگر قیامت کا کہ اچانک اُن پر آ جائے اور وہ سوچتے بھی نہ ہوں۔'' (الزخرف:66)

(5) یعنی لوگ اپنے معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے۔ بازاروں میں بھی ایسی ہی کیفیت ہوگی کہ ناگہانی طور پر چیخ ان کو پکڑ لے گی اور وہ

انہی مقامات (جہاں کھڑے تھے) پر فوت ہو جائیں گے۔(صفوۃ التفاسیر:15/3)

(6)﴿اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے عذاب میں سے کوئی ڈھانپ لینے والی آفت آجائے یا اچانک ان پر قیامت ہی آجائے اور وہ اس کا شعور بھی نہ رکھتے ہوں'' (یوسف:107)

سوال2: قیامت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا خبر دی ہے؟

جواب: قیامت اچانک آئے گی۔لوگ تکرار میں مصروف ہوں گے کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا اور قیامت آجائے گی﴿يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ''جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے بچے سے غافل ہو جائے گی جسے وہ دودھ پلا رہی ہوگی اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی۔اور تم لوگوں کو مدہوش دیکھو گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہوگا'' (الحج:2)

﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾

''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے''(50)

سوال1:﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے'' صور پھونکا جائے گا تو وہ گھروں کو لوٹ نہیں سکیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً﴾ ''پھر نہ وہ وصیت کی طاقت رکھیں گے'' اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا ہے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو یہ مشرکین اتنی ہمت نہیں کر سکیں گے کہ اپنے اموال میں سے کسی شخص کے لیے وصیت کر جائیں۔(جامع البیان:16/23)

(2)﴿وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹیں گے''﴿وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ سے مراد ہے کہ جو شخص گھر سے باہر ہوگا وہ گھر نہیں آسکے گا اس لیے کہ اسے اتنی مہلت نہیں دی جائے گی۔بلکہ یہ لوگ بہت جلد اجل کے منہ میں چلے جائیں گے۔(جامع البیان:16/23)

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت (اتنی اچانک) قائم ہو جائے گی کہ کوئی شخص اونٹنی (کا دودھ) دوہ رہا ہوگا (اور بعد ازاں دودھ کا) برتن اس کے منہ تک نہ پہنچا ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔اسی طرح دو آدمی کپڑے کی خرید و فروخت کر رہے ہوں گے اور وہ ابھی خرید و فروخت کر ہی رہے ہوں گے کہ قیامت آجائے گی اور کوئی شخص اپنا حوض درست کر کے

لوٹا نہیں ہوگا کہ قیامت آجائے گی۔(مسلم:7413)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے گا۔ جب سورج مغرب سے نکلے گا اور لوگ دیکھ لیں گے تو سب ایمان لے آئیں گے، یہی وہ وقت ہوگا جب کسی کے لیے ایمان نفع نہیں دے گا جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا یا جس نے ایمان کے بعد عمل خیر نہ کیا ہو۔ پس قیامت آجائے گی اور دو آدمی کپڑا اپنے درمیان میں (خرید وفروخت کے لیے) پھیلائے ہوئے ہوں گے۔ ابھی خرید وفروخت بھی نہیں ہو چکی ہوگی اور نہ انہوں نے اسے لپیٹا ہی ہوگا (کہ قیامت قائم ہو جائے گی) اور قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے کر آ رہا ہوگا اور اسے پی بھی نہیں سکے گا اور قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنا حوض تیار کر رہا ہوگا اور اس کا پانی بھی نہ پی پائے گا۔ قیامت اس حال میں قائم ہو جائے گی کہ ایک شخص اپنا لقمہ اپنے منہ کی طرف اٹھائے گا اور اسے کھانے بھی نہ پایا ہوگا۔(بخاری:6506)

سوال 2: قیامت کتنی دیر میں آجائے گی؟

جواب: قیامت اتنی جلدی آئے گی کہ کوئی وصیت نہیں کر سکے گا، کوئی اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہیں آسکے گا۔

رکوع نمبر 3

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾

''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکایک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے''(51)

سوال: ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا سو یکایک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے'' زندگی بعد موت کے صور کے بعد حالات کیسے بدل جائیں گے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ﴾ ''اور صور میں پھونکا جائے گا'' یعنی جب سیدنا اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے سوال کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔'' (ترمذی:3244)

(3) ﴿فَإِذَا هُم مِّنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنسِلُونَ﴾ ''سو یکایک وہ قبروں سے اپنے رب کی طرف تیزی سے دوڑ پڑیں گے'' یہ دوسری بار صور پھونکنے کی آواز ہوگی جو مردوں کے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنے کے لیے ہوگی۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۚ ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾ ''جس دن ان پر سے زمین پھٹ

جائے گی اور لوگ (نکل کر) تیزی سے دوڑ رہے ہوں گے، یہ حشر ہم پر بہت ہی آسان ہے۔'' (ق:44)

(5)﴿خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾﴾ ''ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:7،8)

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں کیونکر آرام کروں حالانکہ نرسنگے والا نرسنگا منہ میں لیے ہوئے ہے (یعنی صور) اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لٹکائے ہوئے منتظر ہے پھونکنے کے حکم کا کہ فوراً پھونک دے'' مسلمانوں نے کہا: ہم کیا کہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہو کافی ہے ہم کو اللہ اور کیا اچھا وکیل ہے توکل کیا ہم نے اللہ پر وہ پروردگار ہمارا ہے'' اور کبھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ہی پر بھروسہ کیا ہم نے۔'' (ترمذی:3243)

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾

''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' (52)

سوال: ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ سکتہ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' رسولوں کو جھٹلانے والے حسرت اور ندامت کا اظہار کیسے کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ ''وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! کس نے ہمیں ہماری قبروں سے اُٹھایا؟'' رسولوں کو جھٹلانے والے حسرت اور ندامت سے کہیں گے۔ ہمیں ہماری قبروں سے کس نے اٹھا کھڑا کیا۔

(2)﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ ''یہ وہی ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ کہا تھا'' مومن جواب دیں گے کہ یہی قیامت کا دن ہے جس کا وعدہ مہربان رب نے اور اس کے رسولوں نے کیا تھا۔

(3)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ﴿۶﴾ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ﴿۷﴾ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ﴿۸﴾﴾ ''چنانچہ آپ ان سے منہ پھیر لیں۔ جس دن پکارنے والا ایک سخت ناگوار چیز کی طرف پکارے گا ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، وہ اپنی قبروں سے ایسے نکلیں گے گویا وہ منتشر ٹڈیاں ہوں۔ گردن اٹھا کر پکارنے والے کی طرف دوڑنے والے ہوں گے، کافر کہیں گے: ''یہ تو بڑا مشکل دن ہے۔'' (القمر:6-8)

(4)﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾ ''جس دن یہ اپنی قبروں سے تیز دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔'' (المعارج:43)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے سوال کیا، یارسول اللہ ﷺ! صور کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایک سینگ ہے جس میں پھونک ماری جائے گی۔ (ترمذی:3244)

(6) اللہ تعالیٰ کی صفت الرحمٰن کا تذکرہ محض قیامت کے وعدے کی خبر دینے کے لیے نہیں ہوگا بلکہ اس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے مناظر دیکھیں گے جو کبھی حاشیہ خیال سے بھی نہ گزرے ہوں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا﴾ ''اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے نازل کیے جائیں گے، لگاتار نازل کیا جانا۔'' (الفرقان:25)

﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾

''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے ہوئے ہوں گے'' (53)

سوال: ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے ہوئے ہوں گے'' ایک چنگھاڑ سے مردے حاضر ہو جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ ''نہیں ہوگی مگر ایک ہی چیخ'' قبروں والے مردے ایک چنگھاڑ سے جی اٹھیں گے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۱۳) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (۱۴)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔'' (النازعات:14-13)

(3) ﴿وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾ ''اور قیامت کا معاملہ پلک جھپکنے جیسا ہے یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے'' (النحل:77)

(4) ﴿فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾ ''تو اچانک وہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے ہوئے ہوں گے'' یعنی سب صرف ایک ڈانٹ سے اول و آخر، جن اور انسان سب حاضر ہو جائیں گے۔ (5) اس حاضری کے بعد ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (54)

سوال: ﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' ہر ایک کو اس کے عمل کی جزا دی جائے گی، آیت کی روشنی

میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ﴾ ''چنانچہ آج کے دن کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا'' یعنی کسی کا کوئی نیک عمل کم نہیں کیا جائے گا، نہ کسی کی برائیوں میں اضافہ کیا جائے گا۔

(2) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے۔(مسلم:6572)

(3)﴿وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''اور تمہیں نہیں بدلہ دیا جائے گا سوائے اس کے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' ہر کسی کو اس کے اعمال کی جزا دی جائے گی، جس نے کوئی برائی یا بھلائی کی ہوگی اسے اس کی جزا سزا ملے گی۔

﴿إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ﴾

''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں'' (55)

سوال:﴿إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ﴾ ''یقیناً آج اہلِ جنت اپنے شغل میں خوش ہیں'' جنت والے سدا بہار باغوں میں بسائے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) رب العزت نے اعمال کی جزا کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے اہل جنت کے بارے میں فرمایا:﴿إِنَّ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ﴾ ''یقیناً آج اہلِ جنت'' جنت والے سدا بہار باغوں میں بسائے جائیں گے۔

(2)﴿الْيَوْمَ فِي شُغُلٍ فٰكِهُونَ﴾ ''اپنے شغل میں خوش ہیں'' اہل جنت ایسے مشاغل میں ہوں گے جس سے ان کے نفس اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گے۔ وہ لذتوں میں اس قدر خوش وخرم ہوں گے کہ ہر چیز سے بے نیاز ہو جائیں گے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔(مسلم:7157)

(4) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایک پکارنے والا پکارے گا (یعنی جنت میں) کہ تمہارے لیے زندگی ہے کہ تم کبھی نہ مرو گے، اور تندرست رہو گے اور کبھی بیمار نہ ہو گے، اور تم جوان رہو گے کہ کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور تم ہمیشہ آرام میں رہو گے کہ کبھی تکلیف نہ پاؤ گے یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی ﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''یعنی یہی جنت ہے کہ وارث ہوئے تم اس کے اپنے عملوں کے بدلے۔'' (ترمذی:3246)

﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾

''وہ اوراُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے'' (56)

سوال: ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''وہ اوراُن کی بیویاں تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے گھنے سایوں میں ہوں گے'' اہل جنت کمال راحت، اطمینان اور لذت میں ہوں گے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ﴾ ''وہ اوراُن کی بیویاں'' یعنی اہل جنت اور ان کی پاکیزہ، خوب صورت اور خوب سیرت بیویاں۔

(2) ﴿فِیْ ظِلٰلٍ﴾ ''گھنے سایوں میں ہوں گے'' جنت کے درختوں کی گھنی چھاؤں میں ہوں گے۔

(3) ﴿عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ﴾ ''تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے'' وہ خوبصورت مسہریوں اور مسندوں پر بے فکری سے آرام کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ (4) مسند پر تکیہ لگانا کمال راحت، اطمینان اور لذت کی دلیل ہے۔

(5) ﴿فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا (۱۱) وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا (۱۲) مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (۱۳) وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۱۴)﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُس دن کی مصیبت سے اُنہیں بچایا اور اُنہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائی ہے اور اس کی وجہ سے جو اُنھوں نے صبر کیا بدلہ میں انہیں جنت اور ریشم دیا وہاں وہ تختوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے، نہ اُس میں وہ شدید دھوپ دیکھیں گے اور نہ ہی یخ سردی۔ اور جنت کے سائے اُن پر جھکے ہوں گے۔ اور اُس کے خوشے اُن کے بالکل تابع کر دیئے جائیں گے، خوب تابع کیا جانا۔'' (الدھر:11-14)

﴿لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾

''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' (57)

سوال: ﴿لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾ ''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' تازہ پھل اور جو چاہیں گے پائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ﴾ ''اُس میں ان کے لیے لذیذ پھل ہوں گے'' جنت میں ان کے لیے ہر قسم کے لذیذ اور تازہ پھل تیار رہیں گے مثلاً انار انگور وغیرہ۔

(2) ﴿وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ﴾ ''اور اُن کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ طلب کریں گے'' جنت میں وہ جو چاہیں گے، جس کی تمنا ہوگی، جس کی خواہش کریں گے پالیں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ ''اور اُس میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دل خواہش کریں گے اور آنکھیں لذت پائیں گی۔'' (الزخرف:71)

(3) ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی اس جنت میں جانے کا خواہش مند اور اس کے لیے تیاریاں کرنے والا اور مستعدی ظاہر کرنے والا ہے؟ جس میں کوئی خوف وخطر نہیں، رب کعبہ کی قسم وہ سراسر نور ہے اس میں تازگیاں بے حد ہیں۔ اس کا سبزہ لہلہار ہا ہے اس کے بالا خانے مضبوط بلند اور پختہ ہیں اس کی نہریں بھری ہوئی اور بہہ رہی ہیں۔ اس کے پھل ذائقے دار، پکے ہوئے اور بکثرت ہیں۔ اس میں خوبصورت نوجوان حوریں ہیں اور ان کے لباس ریشمی اور بیش قیمت ہیں، اس کی نعمتیں ابدی اور لازوال ہیں، وہ سلامتی کا گھر ہے، وہ سبز اور تازے پھلوں کا باغ ہے، اس کی نعمتیں بہ کثرت اور عمدہ ہیں اور اس کے محلات بلند و بالا اور مزین ہیں۔ یہ سن کر جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے سب نے کہا نبی کریم ﷺ ہم اس کے لیے تیاری کرنے اور اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں، ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ان شاء اللہ کہو چنانچہ انہوں نے کہا ان شاء اللہ۔ (تفسیر ابن کثیر: 351/4)

(4) ﴿نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (۳۱) نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ (۳۲)﴾ ''ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور تمہارے لیے وہ ہے جو تمہارے دل چاہیں گے اور تمہارے لیے اُس میں وہ کچھ ہے جو تم طلب کرو گے۔ بے حد بخشنے والے بے حد رحم والے کی جناب سے مہمان نوازی کے طور پر۔'' (حم السجدۃ: 32،31)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے روز) ایک پکارنے والا (فرشتہ جنتی لوگوں کو) پکار کر کہے گا، تم لوگ ہمیشہ صحت مند رہو گے کبھی بیمار نہیں ہو گے، ہمیشہ زندہ رہو گے کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ جوان رہو گے کبھی تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا اور ہمیشہ مزے کرو گے کبھی رنجیدہ نہیں ہو گے۔ (مسلم: 7157)

﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾

''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا'' (58)

سوال: ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے سلام کہا جائے گا'' جنت والوں کے لیے رب رحیم کے سلام کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام'' اہل جنت کی عزت اور لذت کا اس وقت کیا حال ہو گا جس وقت انہیں سلام کیا جائے گا۔

(2) ﴿قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ ''رب رحیم کی طرف سے کہا جائے گا'' مہربان رب اہل جنت کو سلام فرمائے گا اور ان سے کلام کرے گا۔

(3) مقاتل رحمہ اللہ نے کہا: جنت کے ہر دروازہ سے ملائکہ یہ کہتے ہوئے داخل ہوں گے اے اہل جنت تم پر تمہارے رب رحیم کی طرف سے سلامتی ہے دوامی سلامتی ہے۔ (تفسیر الوسیط: 517/3)

(4) ﴿قَوْلًا﴾ کے ذریعے سے مؤکد کیا اور جب رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام بھیجا جائے گا تو انہیں ہر لحاظ سے مکمل سلامتی حاصل

ہوگی۔ انہیں سلام کہا جائے گا جس سے بڑھ کر کوئی سلام نہیں اور اس جیسی کوئی نعمت نہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے بادشاہوں کے بادشاہ، رب عظیم اور رؤف رحیم کی طرف سے اکرام وتکریم کے گھر میں رہنے والے ان لوگوں کو بھیجا گیا سلام کیسا ہوگا، جن پر اس کی رضا سایہ کناں اور جن سے ناراضی ہمیشہ کے لیے دور ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے موت مقدر کی ہوتی یا فرحت وسرور کی وجہ سے حرکت قلب کا بند ہو جانا مقرر کیا ہوتا تو وہ خوشی سے ضرور مر جاتے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں ان نعمتوں سے محروم نہیں کرے گا اور ہمیں اپنے چہرہ اقدس کا دیدار کرائے گا۔'' (تفسیر سعدی:2251/3)

(5) یا ارحم الراحمین ہمیں نعمت عظمیٰ عطا فرمانا۔

﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾

''اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ'' (59)

سوال: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اور اے مجرمو! آج تم الگ ہو جاؤ'' قیامت کے دن کافر مسلمانوں سے دور کر دیے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ﴾ ''اور آج تم الگ ہو جاؤ'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حکم دیں گے الگ ہو جاؤ، دور ہو جاؤ۔

(2) ﴿اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ ''اے مجرمو!'' حکم ہوگا اے مجرمو! مومنوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور اپنے ٹھکانے دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ اس کے بعد کبھی ایمان والوں کے ساتھ تم اکٹھے نہیں ہو سکو گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ﴾ ''اور جس دن قیامت قائم ہوگی اُس دن لوگ جُدا جُدا ہو جائیں گے۔'' (الروم:14)

(4) ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ﴾ ''پس آپ اپنا چہرہ دین کے لیے سیدھا قائم رکھیں اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آئے جس کا ٹل جانا نہیں ہے، اُس دن وہ الگ الگ ہو جائیں گے'' (الروم:43)

(5) ﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ﴾ ''اور جس دن ہم اُن سب کو جمع کریں گے۔ پھر جنہوں نے شرک کیا ہوگا اُن سے کہیں گے کہ تم بھی اور تمہارے شریک بھی اپنی اپنی جگہ رہو۔ پھر ہم اُن کے درمیان پھوٹ ڈال دیں گے۔'' (یونس:28)

(6) ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (٢٢) مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (٢٣)﴾ ''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی

دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو۔'' (الصافات:23،22)

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾

''اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' (60)

سوال: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ''اے آدم کی اولاد! کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرو یقیناً وہ تمہارا کھلا دشمن ہے'' کافروں کی ندامت کے لیے اللہ تعالیٰ کی ڈانٹ کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ﴾ ''کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کی تھی'' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کافروں سے کہے گا کیا میں نے تمہیں وصیت نہیں کی تھی، رسولوں کے ذریعے تمہیں حکم نہیں دیا تھا۔

(2) ﴿یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ﴾ ''اے آدم کی اولاد! کہ شیطان کی عبادت نہ کرو'' اللہ تعالیٰ جہنم میں جانے سے پہلے کافروں کو قائل کریں گے کہ اے آدم کے بچو! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا یعنی اس کی اطاعت، اس کی پیروی نہ کرنا۔

(3) ﴿اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ﴾ ''کہ شیطان کی عبادت نہ کرو'' اس نے وسوسے ڈال کر کتنی کثیر مخلوق کو گمراہ کر دیا۔ کیا میں نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچانے کے لیے خبردار نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تمہیں اس کے طریقہ واردات سے آگاہ نہیں کیا تھا؟ کیا پیغمبروں نے شیطان کی عبادت سے نہیں روکا تھا؟ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو روکا ﴿یٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا﴾ ''اے میرے ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں، یقیناً شیطان ہمیشہ سے رحمٰن کا بڑا نافرمان ہے۔'' (مریم:44)

(4) حشر کے میدان میں لوگ اعتراف کریں گے ﴿لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا﴾ ''بلاشبہ یقیناً اُس نے مجھے اس کے بعد نصیحت سے بہکا دیا جب کہ وہ میرے پاس آچکی تھی اور انسان کو شیطان ہمیشہ چھوڑ جانے والا ہے۔'' (الفرقان:29)

﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾

''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے'' (61)

سوال: ﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾ ''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو یہ سیدھا راستہ ہے'' اللہ تعالیٰ کی عبادت کا راستہ ہی سیدھا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ﴾''اور یہ کہ تم میری عبادت کرو'' رب العزت حشر کے میدان میں کافروں سے مخاطب ہوکر فرمائیں گے کہ میں نے تمہیں صرف اپنی عبادت کا حکم دیا تھا۔اپنی توحید اور اپنی اطاعت کا حکم دیا تھا اور یہ کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔

(2)﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾''یہ سیدھا راستہ ہے'' میری عبادت سیدھا راستہ ہے۔یعنی شیطان کی عبادت چھوڑنے اور رحمٰن کی اطاعت کرنے کا راستہ ہی سیدھا دارالسلام تک پہنچاتا ہے مگر تم نے سیدھے راستے کو چھوڑ کر شیطان کا راستہ اختیار کرلیا۔

﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟''(62)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾''اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟'' شیطان نے بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا﴾''اور بلاشبہ یقیناً وہ تم میں سے ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کرچکا'' رب العزت قیامت کے دن فرمائیں گے شیطان نے اپنے رسولوں سے، تزئین اعمال سے، بہت سی مخلوق کو گمراہ کردیا۔

(2)تم نے میرے ساتھ کیے گئے عہد کی حفاظت نہ کی، تم نے میری اطاعت نہ کی، تم نے میری مخالفت کی اور میری خالص عبادت کو چھوڑ کر شیطان سے دوستی رکھی تو اس نے بہت زیادہ مخلوق کو گمراہ کردیا۔

(3)﴿اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾''تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے'' یعنی اے شرک کرنے والو اس وقت تمہارے پاس عقل نہیں تھی جب تم نے شیطان کی اطاعت کرکے غیر اللہ کو معبود بنایا تھا۔یہ تمہارے لائق نہ تھا کہ تم اپنے اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی اطاعت کرو اور غیر اللہ کی عبادت کرو۔(جامع البیان:25/23)(4)اگر تمہاری عقل درست ہوتی تو تم اپنے بدترین دشمن کو اپنا سرپرست نہ بناتے۔

(5)کیا تمہارے پاس عقل نہیں تھی کہ تم شیطان کی دشمنی کے بارے میں جانتے اور تم یہ جان لیتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت واجب ہے۔

(تفسیر قرطبی:36/8)

﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾

''یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا''(63)

سوال:﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾''یہ جہنم ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا'' یہی جہنم ہے جس سے رسول تمہیں ڈراتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿هٰذِهٖ جَهَنَّمُ﴾''یہ جہنم ہے'' رب العزت فرمائیں گے تم نے عقل سے کام نہ لیا، اپنے دشمن شیطان کی اطاعت کی۔تم نے

اپنے مہربان رب کی مخالفت کی، اس کے ساتھ ملاقات کا انکار کیا اور دار الجزا میں آ گئے ہو تو دیکھ لو یہی جہنم ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہارا پتہ پانی ہو جائے گا۔ یہی جہنم ہے۔

(2)﴿الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ ''جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا'' تمہارے کفر پر، اللہ تعالیٰ کے انکار اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے پر تمہیں اس جہنم کی وعید دی جاتی تھی۔ جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ (۴۲) وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۴۳)﴾ ''بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔ اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر:42،43)

(3)﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے'' (بنی اسرائیل:63)

﴿اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾

''آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' (64)

سوال:﴿اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''آج اس میں داخل ہو جاؤ اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' کفر کے بدلے میں جہنم میں داخل ہو جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ﴾ ''آج اس میں داخل ہو جاؤ'' رب العزت حکم دیں گے کہ آج کے دن جہنم جاؤ اور جلو۔

(2)﴿بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴾ ''اس کے بدلے جو تم کفر کیا کرتے تھے'' تم اللہ کی آیات کا اس کی ملاقات اور رسولوں کی رسالت کا انکار کیا کرتے تھے اپنے کفر کے بدلے میں جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ تمہارے جھٹلانے کی وجہ سے آگ تیار ہے جسم کے ہر حصے کو جلائے گی جیسا کہ فرمایا:﴿يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۱۳) هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ (۱۴) اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ (۱۵)﴾ ''جس دن اُنہیں دھکیلا جائے گا جہنم کی آگ کی طرف، سخت دھکیلا جانا یہ ہے وہ آگ جسے تم جھٹلاتے تھے۔ تو کیا یہ جادو ہے یا تم دیکھتے ہی نہیں؟'' (طور:13-15)

﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

''آج ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' (65)

سوال:﴿اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''آج ہم اُن

کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' قیامت کے دن گویائی سلب کر لی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلْيَوْمَ﴾ ''آج'' یعنی قیامت کے دن۔

(2) ﴿نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ﴾ ''ہم اُن کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے'' جب کافر اور منافق قسمیں کھا کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلائیں گے تو رب العزت فرمائیں گے آج تو ہم ان کے منہ پر مہر لگا کر انہیں گونگا بنا دیں گے۔ اب یہ انکار نہیں کر سکیں گے۔ اب یہ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ جھٹلا سکیں۔

(3) مہر لگانے کی ضرورت اس لیے پیش آئے گی کہ ابتداء میں مشرکین قیامت کے دن جھوٹ بولیں گے۔

(4) ﴿وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ﴾ ''اور اُن کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے'' ان کے اعضاء ان کی نافرمانیوں اور دنیا میں کیے جانے والے گناہوں کی گواہی دیں گے۔ ہر عضو اپنی اپنی گواہی دے گا۔

(5) اعضاء کو رب العالمین قوت گویائی دے گا جس نے ہر چیز کو قوت گویائی عطا فرمائی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ''اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے: ''تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی ہے؟'' وہ کہیں گی: ''ہمیں اُسی اللہ تعالیٰ نے گویائی دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی دے دی'' اور اُس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم واپس لائے جا رہے ہو'' (حم السجدۃ:21)

(6) ﴿وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے جو بھی وہ کمایا کرتے تھے'' یعنی دنیا میں جو گناہ کرتے تھے پاؤں بھی خلاف گواہی دے دیں گے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اس دن جب ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے اپنے ہی خلاف گواہی دیں گے جو کام بھی وہ کیا کرتے تھے۔'' (النور:24)

(7) ہر عضو اپنے جرم کی گواہی دے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَاۗءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ جونہی وہ آ جائیں گے تو اُن کے کان اور اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی اس کی جو وہ عمل کیا کرتے تھے'' (حم السجدۃ:20)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں دوپہر کے وقت میں جبکہ کوئی بادل نہ ہو، سورج کے دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمہیں چودھویں رات کے چاند کے دیکھنے میں جبکہ بادل نہ ہوں کوئی

مشقت ہوتی ہے؟" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: "نہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! کہ تم لوگوں کو اپنے رب کو دیکھنے میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ جتنا تمہیں سورج اور چاند میں کسی ایک کے دیکھنے میں حجاب ہوتا ہے۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بعد اللہ بندوں سے ملاقات (یعنی حساب) کرے گا اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا تھا پھر اللہ تعالیٰ دوسرے سے ملاقات کرے گا۔ اور فرمائے گا: اے فلاں کیا میں نے تجھے عزت نہیں دی اور تجھے سردار نہیں بنایا اور تجھے جوڑا نہیں بنایا (یعنی تیری شادی نہیں کی) اور تیرے لیے گھوڑے اور اونٹ مسخر نہیں کیے اور کیا میں نے تجھے ریاست اور آرام کی حالت میں نہیں چھوڑا اور تو ان سے چوتھائی حصہ لیتا تھا؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں! اے پروردگار۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کیا تو گمان کرتا تھا کہ تو مجھ سے ملاقات کرے گا؟ وہ عرض کرے گا نہیں۔ پھر اللہ عزوجل فرمائیں گے: کہ میں تجھے بھلا دیتا ہوں جس طرح کہ تو نے مجھے بھلا دیا پھر اللہ تعالیٰ تیسرے سے ملاقات کرے گا اور اللہ اسے بھی اسی طرح سے فرمائے گا وہ عرض کرے گا اے پروردگار میں تجھ پر اور تیری کتابوں پر، اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور میں نے روزہ رکھا اور میں نے صدقہ وخیرات کیا۔ اس سے جس قدر ہو سکے گی وہ اپنی نیکی کی تعریف کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے ابھی تیری نیکیوں کا پتہ چل جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر اسے کہا جائے گا کہ ہم ابھی تیرے خلاف گواہ بھیجتے ہیں وہ اپنے دل میں غور وفکر کرے گا کہ کون ہے جو میرے خلاف گواہی دے؟ پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کی ران گوشت ہڈیوں سے کہا جائے گا بول۔ تو پھر اس کی ران اس کا گوشت، اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیتے ہوئے بولیں گی اور یہ سب اس وجہ سے ہوگا کہ کوئی اپنے نفس کی طرف سے کوئی عذر قائم نہ کر سکے اور یہ منافق آدمی ہوگا اور اس پر اللہ تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرمائے گا۔" (مسلم:7438)

﴿وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰٓى اَعۡيُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبۡصِرُوۡنَ﴾

"اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں۔ پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو وہ کہاں سے دیکھیں گے؟" (66)

سوال 1: ﴿وَلَوۡ نَشَآءُ لَطَمَسۡنَا عَلٰٓى اَعۡيُنِهِمۡ فَاسۡتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبۡصِرُوۡنَ﴾ "اور اگر ہم چاہیں تو یقیناً اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں۔ پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں تو وہ کہاں سے دیکھیں گے؟" بینائی سلب کر لی جائے گی تو راستہ کہاں سے دیکھو گے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو یقینا اُن کی آنکھوں کو مٹا دیں'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم چاہیں تو بینائی سلب کر لیں۔کیا پہلے قوت گویائی سلب نہیں کر لی تھی۔

(2) یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں ہدایت سے اندھا کر دیں اور انہیں دلیل کے راستے سے ہی گمراہ کر دیں۔(جامع البیان:26/23)

(3) یعنی اگر ہم چاہیں تو انہیں ہدایت کے راستے سے ہٹا کر اندھا بنا دیتے۔﴿فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ﴾ ''پھر وہ راستے کی طرف بڑھیں'' سیدھے راستے کی طرف بڑھو یہی راستہ جنت تک لے جاتا ہے۔

(4)﴿فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ﴾ ''تو وہ کہاں سے دیکھیں گے'' یعنی ان کی بینائی تو سلب ہو گئی اب دیکھیں گے کہاں سے؟

(5) اندھا کیسے راستے کی ہدایت پا سکتا ہے۔ایسے ہی گمراہ بھی صراط مستقیم نہیں پا سکتا۔اللہ تعالیٰ نے آنکھیں دیں۔دل عطا کیے جو باطن کی آنکھ ہے۔اب اگر کوئی خود آنکھیں بند کر لے تو راستہ کہاں سے پائے گا؟

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾

''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے''(67)

سوال1:﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں، پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے'' اللہ تعالیٰ صورتیں بدل سکتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر ہی اُن کی صورتیں بدل دیں'' رب العزت نے اپنی قدرت اور اختیار کی وضاحت فرمائی ہے کہ تم جسے اپنا وجود سمجھتے ہو ہم چاہیں تو صورت بدل دیں۔(2) یعنی ہم چاہیں تو ان کی حرکت سلب کر لیں۔

(3)﴿فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا﴾ ''پھر نہ وہ آگے چل سکیں گے'' جب حرکت نہیں ہو گی تو وہ کیسے چل پھر سکتے ہیں۔آگے کی جانب کیسے جائیں گے اور نہ پیچھے کی طرف جا سکتے ہیں۔

(4)﴿وَّلَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ''اور نہ ہی پیچھے پلٹ سکیں گے'' اور نہ آگ سے دور رہنے کے لیے پیچھے لوٹ سکیں گے۔معنی یہ ہے کہ ان کفار کے لیے عذاب ثابت ہو گیا لہٰذا ان کو ضرور عذاب دیا جائے گا اور اس مقام پر جہنم کے سوا کچھ نہیں جو سامنے ہے اور اس پر بچھے ہوئے پل کو عبور کیے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں اور اہل ایمان کے سوا اس پل کو کوئی عبور نہیں کر سکے گا۔اہل ایمان اپنے ایمان کی روشنی میں پل کو عبور کریں گے۔رہے یہ کفار تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے لیے نجات کا کوئی وعدہ نہیں۔اگر اللہ تعالیٰ ان کی بینائی کو سلب کر لے اور ان کی

حرکت کو باقی رکھے تب اگر یہ راستے کی طرف بڑھیں تو اس تک پہنچ نہیں پائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی حرکت کو بھی سلب کر لے تب یہ آگے بڑھ سکیں گے نہ پیچھے لوٹ سکیں گے۔ مقصد یہ ہے کہ کفار پل صراط کو عبور کر سکیں گے نہ انہیں جہنم سے نجات حاصل ہو گی (تفسیر سعدی: 2253-2254)

سوال 2: مسخ کے کیا معنی ہیں؟

جواب: (1) اس سے مراد پیدائش میں تبدیلی کے ہیں۔ (2) اس سے مراد انسان سے پتھر یا جانور کی حالت میں بدلنا ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے یہ کس مقصد کے لیے کہا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان کی صورتیں بدل دیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو تمہاری صورتیں بدل ڈالیں پھر تم نہ آگے جا سکو نہ پیچھے پلٹ سکو گے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور کفر چھوڑ دو۔

رکوع نمبر 4

﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾

"اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟" (68)

سوال 1: ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ "اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟" بوڑھا بچہ بن جاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ﴾ "اور جس شخص کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں، ہم اُسے ساخت میں اُلٹ دیتے ہیں" یعنی انسان کی عمر بڑھتی ہے تو قوت اور جوانی کے بعد وہ کمزور اور بوڑھا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا حال بالکل بچے جیسا ہو جاتا ہے۔ اس کا جسم کمزور، عقل میں کمی اور علم سے خالی ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْــــًٔا﴾ "اے لوگو! اگر تم اٹھائے جانے کے بارے میں شک میں ہو تو یقیناً ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر گوشت کی بوٹی سے جس کی پوری شکل بنائی گئی اور جس کی شکل نہیں بنائی گئی تا کہ ہم تم پر واضح کر دیں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقرر مدت تک رحموں میں ٹھہراتے ہیں پھر ہم تمہیں ایک بچے کی صورت نکال لاتے ہیں، پھر تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ اور تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کو وفات دے دی جاتی ہے اور تم ہی میں سے کوئی ایسا ہے جسے بدترین عمر کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے تا کہ جاننے

کے بعد وہ کچھ بھی نہ جانے۔'' (الحج:5)

(2)﴿ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے اُس کولوٹا کر نیچوں سے سب سے نیچا کر دیا۔'' (التین:5) (تفسیر القاسمی:85/14)

(3)﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ ''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے تمہیں کمزوری سے پیدا کیا۔ پھر اس کمزوری کے بعد تمہیں قوت دی، پھر قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا کر دیا، وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ علم والا، قدرت والا ہے۔'' (الروم:54)

(4)﴿اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ نہیں سمجھتے؟'' یعنی کیا وہ نہیں سمجھتے کہ دنیا کی ہر چیز زوال پذیر ہے۔ انسان کی قوتیں بھی زوال پذیر ہیں۔ دنیا میں کسی چیز کو بقا نہیں۔ انسان کو یہ جان لینا چاہئے کہ اسے ایک ایسے جہان کی طرف منتقل ہونا ہے جہاں پائیداری اور دوام مل جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بڑھاپے کی جھلک دکھا کر انسان کو کس طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو اُلٹ دیتے ہیں یعنی شکل بوڑھوں والی اور عقل بچوں جیسی ہوجاتی ہے لیکن انسان سبق نہیں لیتا۔ وہ یوں ہی سمجھتا ہے کہ میری قوتیں اور طاقتیں لازوال ہیں اور میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے مراحل سے توجہ دلائی ہے کہ دیکھو تم کیسے رب کے اختیار میں ہو، اس کے باوجود رسولوں کا مذاق اُڑاتے ہو اور حق کو قبول نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ دوبارہ پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن'' (69)

سوال 1:﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا اور نہ وہ اُس کے لائق ہے، یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن'' نبی ﷺ شاعر نہیں تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ﴾ ''اور ہم نے اُس کو شعر نہیں سکھایا'' مشرکوں نے نبی ﷺ پر شاعر ہونے کا الزام لگایا تو رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے اسے شاعری نہیں سکھائی۔

(2)﴿وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ﴾ ''اور نہ وہ اُس کے لائق ہے'' نہ شاعری اس کے شایانِ شان ہے۔ آپ ﷺ کا رجحان شاعری کی طرف نہیں تھا اور آپ ﷺ کو شعر سے محبت نہیں تھی۔ شعراء کے اوصاف کے بارے میں رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (۲۲۵) وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (۲۲۶)﴾ ''کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یقیناً وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں؟ اور یقیناً وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔'' (الشعراء:225،226)

(3) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا پیٹ پیپ سے بھرے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اسے شعر سے بھرے۔ (بخاری:6154)

(4) آپ ﷺ کی اللہ تعالیٰ نے طبیعت ہی ایسی بنائی تھی کہ آپ ﷺ شعر کو موضوع نہیں کر سکتے تھے اور اگر کبھی کوئی دوسرے شاعر کا شعر پڑھتے تو اس کا وزن توڑ دیتے تھے۔ سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور صفوان اور عیینہ اور اقرع ان سب کو سو سو اونٹ دیئے اور عباس بن مرداس کو کچھ کم دیئے تو عباس نے یہ اشعار کہے۔ جو اوپر مذکور ہوئے تب آپ ﷺ نے ان کے سو اونٹ پورے کر دیئے۔ ترجمہ اشعار: آپ میرا اور میرے گھوڑے کا حصہ جس کا نام عبید تھا عیینہ اور اقراع کے بیچ میں مقرر فرماتے ہیں حالانکہ عیینہ اور اقرع دونوں مرداس سے یعنی مجھ سے کسی مجمع میں بڑھ نہیں سکتے اور میں ان دونوں سے کچھ کم نہیں ہوں اور آج جس کی بات نیچے ہوگئی وہ پھر اوپر نہ ہوئی۔ تب آپ ﷺ نے سو اونٹ پورے کر دیئے۔ (مسلم: کتاب الزکوۃ:2443)

(5) ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ "یہ نہیں ہے مگر ایک نصیحت اور واضح قرآن" یعنی یہ چیز جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں "ذکر" ہے۔ جس سے عقل مند لوگ تمام دینی مطالب میں راہنمائی حاصل کرتے ہیں، وہ تمام دینی کام کرنے کے حکم اور برے کاموں سے ممانعت کے طور پر انسانی فطرت میں ودیعت کر دیا ہے۔ ﴿وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ اور واضح قرآن ہے۔ یعنی جن امور کی تبیین مطلوب ہے ان سب کو بیان کرتا ہے۔ یہاں اس لیے معمول کو حذف کر دیا تا کہ وہ اس حقیقت پر دلالت کرے کہ وہ پورے حق کو اور باطل کے بطلان کو اجمالی اور تفصیلی دلائل کے ذریعے سے بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رسول ﷺ پر اسی طرح نازل فرمایا۔ (تفسیر سعدی:2255/3)

سوال 2: شاعری کیا ہوتی ہے؟

جواب: شاعری تاثرات کا بیان ہے۔

سوال 3: وحی اور شاعری میں کیا فرق ہے؟

جواب: (1) وحی انسانوں کے لیے ایک مستقل پروگرام ہے اور شاعری بدلنے والے تاثرات کا بیان ہے۔ (2) وحی بدلتی نہیں اور شاعری بدلتی رہتی ہے۔ (3) وحی خواہشات کے مطابق نہیں، حقیقت کے مطابق ہوتی ہے جبکہ شاعری خواہشات کے مطابق ہوتی ہے۔

سوال 4: مشرکینِ مکہ کے الزام پر کہ آپ ﷺ شاعر ہیں، اللہ تعالیٰ نے کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ آپ ﷺ شاعر ہیں، نہ قرآن شعری مجموعہ ہے۔ قرآنِ مجید اس سے برتر ہے کہ اس کو انسانی شاعری قرار دیا جا سکے۔

سوال 5: قرآن مجید کیا ہے؟

جواب: قرآن مجید نصیحت ہے اور صاف پڑھی جانے والی کتاب ہے۔

سوال 6: شاعری اور شعراء کے بارے میں اسلام کا موقف واضح کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ (۲۲۵) وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ (۲۲۶)﴾ ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ یقیناوہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں؟ اور یقیناوہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں ہیں۔“ (الشعراء:225،226)

(2) بعض مواقع پر شعر کہنے مسنون ہیں مثلاً مشرکوں کی برائی میں جیسے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ جیسے بزرگوں نے شاعری کی۔

(3) وہ اشعار مسنون ہیں جن میں حکمتیں، نصیحتیں اور آداب ہوں۔ یہ وصف جاہلیت کے شاعروں میں بھی پایا جاتا تھا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، شعراء کے کلام سے سچا کلمہ لبید کا مصرعہ ہے جو یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کے سوا جو کچھ ہے سب معدوم و فنا ہونے والا ہے۔“ (بخاری:6147) (4) امیہ بن ابی الصلت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کے اشعار مومن اور دل کافر ہے۔

(5) کسی شاعر نے آپ ﷺ کے سامنے جو شعر پڑھے آپ ﷺ اس سے لطف اندوز ہوتے رہے اور فرماتے رہے اور سناؤ۔

(6) سیدنا جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ چل رہے تھے کہ آپ ﷺ کو پتھر سے ٹھوکر لگی اور آپ ﷺ گر پڑے، اس سے آپ ﷺ کی انگلی سے خون بہنے لگا، تو آپ ﷺ نے یہ شعر پڑھا:

تو تو ایک انگلی ہے اور کیا ہے تو زخمی ہو گئی　　کیا ہوا اگر راہ مولیٰ میں تو زخمی ہو گئی (بخاری:6146)

(7) سیدنا ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے براء رضی اللہ عنہ سے سنا ان کے یہاں ایک شخص آیا اور ان سے کہنے لگا کہ یا ابو عمارہ! کیا تم نے حنین کی لڑائی میں پیٹھ پھیر لی تھی؟ انہوں نے کہا، میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے تھے۔ البتہ جو لوگ قوم میں جلد باز تھے، انہوں نے اپنی جلد بازی کا ثبوت دیا تھا، پس قبیلہ ہوازن والوں نے ان پر تیر برسائے۔ سیدنا ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے سفید خچر کی لگام تھامے ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے ”میں نبی ہوں اس میں بالکل جھوٹ نہیں، میں عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔“ (بخاری:431)

(8) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ خندق کے دن خندق سے مٹی منتقل کر رہے تھے اور آپ کا بطن اطہر گرد و غبار سے اٹا ہوا تھا، آپ گھنے بالوں والے تھے اور آپ مٹی منتقل کرتے ہوئے سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار گنگنا رہے تھے: ﴿اَللّٰهُمَّ لَوْلَا أَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا ، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا ، فَأَنْزِلَنْ سَكِينَةً عَلَيْنَا وَثَبِّتِ الْأَقْدَامَ إِنْ لَاقَيْنَا ، إِنَّ الْأُولٰى قَدْ بَغَوْا عَلَيْنَا ، وَإِنْ أَرَادُوا فِتْنَةً أَبَيْنَا﴾ ”اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ ہم صدقہ دیتے نہ ہم نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہمارے اوپر سکون نازل فرما، اگر دشمن سے ہماری مڈبھیڑ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدم

رکھنا۔مشرکوں نے ہم پر بغاوت کردی ہے،تاہم جب وہ ہمیں فتنہ میں مبتلا کرنا چاہیں گے تو ہم انکاری ہیں۔(بخاری:4106)(مسلم:4670)

(9)سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجر وانصار مدینہ کے اردگرد خندق کھود رہے تھے اور مٹی منتقل کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔﴿نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوا مُحَمَّدًا عَلَى الْإِسْلَامِ مَا بَقِيْنَا أَبَدًا﴾ ہم ہی وہی ہیں جنہوں نے محمد ﷺ کی بیعت کی ہے کہ جب تک ہم زندہ ہیں جہاد کرتے رہیں گے،اور نبی ﷺ ان کا (پرجوش انداز میں)یوں جواب دیتے۔﴿اَللّٰهُمَّ إِنَّ الْعَيْشَ عَيْشُ الْآخِرَةْ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةْ﴾ ''اے میرے اللہ!زندگی تو آخرت کی زندگی ہے،انصار ومہاجرین کو معاف کردے۔''(بخاری:4099،4100،مسلم:4676)

(10)سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:بلاشبہ کئی بیان جادو ہوتے ہیں اور یقیناً کئی شعر حکمت ہوتے ہیں۔(ابوداؤد:5011،ترمذی:2028)

﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾

''تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے''(70)

سوال1:﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے'' قرآن سے فائدہ اٹھانے والوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا﴾ ''تاکہ وہ ہر اُس شخص کو خبردار کردے جو زندہ ہو''یعنی یہ قرآن اپنی ڈراووں اور تنبیہات سے انہیں فائدہ پہنچائے جس کا دل اور ضمیر زندہ ہو۔ایسے شخص کے علم،ایمان،عمل اور تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے۔ایسے شخص کے دل کے لئے قرآن عمدہ زمین میں بارش کی حیثیت رکھتا ہے۔رب العزت نے فرمایا:﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ﴾ ''آپ صرف اس شخص کو خبردار کرتے ہیں جس نے نصیحت کی پیروی کی''(یٰس:11)

(2)﴿وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ ''اور آپ ان کو ہرگز نہیں سنا سکتے جو قبروں میں ہیں''(فاطر:22)

(3)﴿إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ آپ صرف اُنہی لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔اور جو شخص پاکیزگی اختیار کرتا ہے تو یقیناً اپنے ہی لیے اختیار کرتا ہے۔اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔(فاطر:18)

(4)﴿وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور انکار کرنے والوں پر بات ثابت ہوجائے''یعنی کافروں پر عذاب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔اس قرآن کے ذریعے کافروں پر حجت قائم ہوجاتی ہے۔

(5)قرآن ایمان والوں کے لئے رحمت اور کافروں کے لئے حجت ہے۔

سوال2:قرآنِ مجید کا مقصد کیا ہے؟

جواب: (1) قرآنِ مجید کا مقصد انسانوں کو بُرے انجام سے بچنے کے لیے نصیحت کرنا ہے۔

(2) قرآنِ مجید کے نزول کا مقصد کافروں پر حجت تمام کرنا ہے۔

سوال 3: یہاں زندہ سے کون مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس کا دل صحیح ہو جو حق کو قبول کرتا ہو اور باطل سے انکار کرتا ہو۔

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾

''اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا،

پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' (71)

سوال 1: ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا، پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' چوپائے اللہ تعالیٰ نے بنائے اور وہ مالک بن گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَلَمْ یَرَوْا﴾ ''کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا'' رب العزت نے اپنے بندوں کو غور و فکر کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہوں نے دیکھا نہیں؟ کیا انہوں نے غور و فکر نہیں کیا؟

(2) ﴿اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ﴾ ''یقیناً ہم نے ان کے لیے پیدا کیے'' رب العزت نے فرمایا: کیا انہوں نے غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے لیے مویشی پیدا کیے؟

(3) ﴿مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَآ اَنْعَامًا﴾ ''اس میں سے جسے ہمارے ہاتھوں نے بنایا'' یعنی جن کو ہم نے تخلیق کیا اور بغیر کسی کی شراکت اور واسطے کے بنایا ہے۔

(4) ﴿فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ﴾ ''پھر وہ اُن کے مالک ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو ان کے لیے مسخر کیا، انہیں مالک بنا دیا۔ اب وہ جیسے چاہتے ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے ہاتھوں سے بنانے کا ذکر کیوں کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنانے کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ اس میں کسی اور کی شرکت نہیں، نہ کسی اور کا ان کے بنانے میں کوئی حصہ ہے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے چوپائے جانور پیدا کیے اور اب لوگ ان کے مالک ہو گئے ہیں، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے کہ انسان جیسے چاہتے ہیں جانوروں کو استعمال کر لیتے ہیں۔
(2) اگر اللہ تعالیٰ چوپایوں میں بھی وحشی پن پیدا کر دیتے تو یہ انسانوں سے دور بھاگتے اور ان کی ملکیت میں نہ آسکتے۔

﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ﴾

"اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں" (72)

سوال 1: ﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ﴾ "اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں" مویشی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ﴾ "اور ہم نے اُنہیں اُن کا تابع بنا دیا" مویشی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں انسان کے تابع کر دیا ہے۔ (2) ﴿فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ﴾ "سو اُن میں کچھ اُن کی سواریاں ہیں" وہ ان جانوروں پر سواری بھی کرتے ہیں اور بوجھ بھی لادتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ "اور گھوڑے، خچر اور گدھے تاکہ تم اُن پر سواری کرو اور زینت کے لیے اور وہ پیدا کرے گا جو تم نہیں جانتے۔" (النحل:8)

(3) ﴿وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ﴾ "اور اُن میں سے کچھ کو وہ کھاتے ہیں" ان میں سے بعض جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ﴾ "اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے تمہارے لیے مویشی بنائے تاکہ تم اُن میں سے کسی پر سواری کرو اور اُن میں سے کسی کو تم کھاتے ہو۔" (غافر:79)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مویشیوں کو کیسے انسان کا تابع فرماں بنا دیا ہے؟

جواب: مویشیوں سے انسان جیسے چاہیں فائدہ اُٹھاتے ہیں وہ انکار نہیں کرتے حتیٰ کہ مویشیوں کے چھوٹے بچے بھی انسانوں کو اُٹھائے پھرتے ہیں اور انسان انہیں ذبح کر کے کھا جاتے ہیں۔

﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾

"اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟" (73)

سوال 1: ﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ "اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں اور پینے کی چیزیں بھی تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟" مویشیوں کے فوائد کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ﴾ "اور اُن (جانوروں) میں اُن کے کئی فائدے ہیں" اللہ تعالیٰ نے مویشیوں میں بہت سے فوائد رکھے ہیں۔ ان میں زینت اور جمال بھی ہے اور دیگر فوائد بھی۔ ان کی ریشم، ان کے بال اور ان کی کھال سے ایک مدت تک فائدہ اٹھایا جاتا

ہے۔(2)﴿وَمَشَارِبُ﴾ ''اور پینے کی چیزیں بھی'' ان مویشیوں کے دودھ کو وہ پیتے ہیں۔

(3)﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' کیا وہ ان نعمتوں کو ایک اللہ تعالیٰ کی تخلیق نہیں سمجھتے اللہ تعالیٰ ہی نے یہ نعمتیں عطا کی ہیں۔اس لیے ان کو استعمال کرتے ہوئے غور وفکر کریں اور اس کا شکر ادا کریں۔

سوال 2: سواری اور کھانے کے علاوہ مویشیوں سے کیا فوائد حاصل کیے جاتے ہیں؟

جواب: (1) مویشیوں کے اون اور بالوں سے لباس بنتے ہیں، کارپٹ بنتے ہیں، اونٹ کے بالوں سے کلاسیاں بنتی ہیں۔

(2) اُن کی چربی سے تیل حاصل ہوتا ہے۔(3) یہ کھیتی باڑی کے کام بھی آتے ہیں۔

(4) یہ وزن کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کے کام بھی آتے ہیں۔

سوال 3: ﴿اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شکر نہیں کرتے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: کیا پھر وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کا شعور حاصل کر کے ان انعامات پر شکر ادا نہیں کریں گے۔

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾

''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے'' (74)

سوال 1: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں تا کہ اُن کی مدد کی جائے'' اُنہوں نے غیر اللہ کو روزی کی امید پر معبود بنا لیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً﴾ ''اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا معبود بنا رکھے ہیں'' اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا لیا ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں پانے کے بعد ان کی عبادت کرتے ہیں۔

(2) ﴿لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''تا کہ اُن کی مدد کی جائے'' وہ ان سے روزی کی اور اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے کی امید رکھتے ہیں کہ جھوٹے معبود ان کی مدد کریں گے اور ان کی سفارش کریں گے حالانکہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے اگر کوئی انگارے پر بیٹھ جائے اس کے کپڑے جل جائیں اور اس کا اثر اس کی کھال تک پہنچے یہ اس کے لیے قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔(مسلم:2248)

سوال 2: انسان اللہ تعالیٰ کی ناشکری کیسے کرتے ہیں؟

جواب: (1) انسان اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بننے کی بجائے غیر اللہ سے اُمیدیں باندھتے ہیں اور انہیں معبود بناتے ہیں۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں لیکن اُس کے احسانات کا شعور نہیں رکھتے۔انہیں اللہ تعالیٰ کے انعامات یاد نہیں

رہتے۔اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا کھوٹے خداؤں کی طرف لپکتے ہیں۔

﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾

''وہ اُن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' (75)

سوال 1: ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ ''وہ اُن کی مدد نہیں کرسکتے اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' جھوٹے معبود اپنی مدد بھی نہیں کرسکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ﴾ ''وہ اُن کی مدد نہیں کرسکتے'' یعنی جھوٹے معبود اپنی مدد پر قدرت نہیں رکھتے تو ان کی کیا مدد کریں گے۔کوئی کسی کی مدد تب کرسکتا ہے جب وہ مدد کرنے کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے پاس مدد کرنے کی استطاعت بھی ہو۔وہ نہ تو استطاعت رکھتے ہیں اور نہ اپنے عبادت گزاروں کی مدد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

(2) ﴿وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ﴾ ''اور وہ اُن کے لیے حاضر کیے گئے لشکر ہیں'' یعنی وہ ان کے حاضر باش لشکر ہوں گے۔یہ مشرکین کے خودساختہ معبودوں کے بطلان کا بیان ہے جن کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اور ان سے مدد اور سفارش کی امید رکھتے ہیں، حالانکہ وہ انتہائی عاجز ہیں۔(تفسیر سعدی: 2256/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے جھوٹے خداؤں سے باندھی جانے والی توقعات کی نفی کیسے کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ معبود ان کی مدد کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔(2) یہ خود ان کے لیے حاضر ہونے والے ہیں یعنی وہ معبود ان کی کیا مدد کریں گے، یہ خود ان کی مدد کرتے ہیں، ان کی حمایت اور مدافعت کرتے ہیں ورنہ وہ تو اپنی مدد کرنے سے بھی قاصر ہیں۔

﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾

''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں، یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' (76)

سوال 1: ﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں، یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' آپ ﷺ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ﴾ ''چنانچہ اُن کی باتیں آپ کو غم زدہ نہ کریں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا دل ان کے غم میں مشغول نہ ہو کہ آپ ﷺ رسول نہیں ہیں اور یہ کہ آپ ﷺ شاعر، جادوگر، کاہن وغیرہ ہیں۔

(2) ﴿اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان

کے ظاہری باطنی حالات کا پوری طرح سے علم رکھتا ہے۔ جب قیامت آئے گی اور حساب کتاب ہوگا تو ہم انہیں ان کے کاموں کی سزا دیں گے۔ آپ ﷺ ان کی باتوں پر ان کے حسد، تکبر، عناد پر غم نہ کریں۔ ان کی باتیں آپ ﷺ کو نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔

(3) ﴿قَدۡ نَعۡلَمُ اِنَّهٗ لَيَحۡزُنُكَ الَّذِىۡ يَقُوۡلُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ لَا يُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰـكِنَّ الظّٰلِمِيۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدۡ كُذِّبَتۡ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَصَبَرُوۡا عَلٰى مَا كُذِّبُوۡا وَاُوۡذُوۡا حَتّٰٓى اَتٰٮهُمۡ نَـصۡرُنَا‌ ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِـكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَكَ مِنۡ نَّبَاِى الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۳۴﴾﴾ ''یقیناً ہم جانتے ہیں کہ بے شک آپ کو یقیناً ان کی باتیں غم زدہ کرتی ہیں، تو یقیناً وہ آپ کو نہیں جھٹلاتے بلکہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات ہی کا انکار کرتے ہیں۔ اور بلاشبہ یقیناً آپ سے پہلے بھی رسولوں کو جھٹلایا گیا۔ تو انہوں نے اُس پر صبر کیا جو وہ جھٹلائے گئے اور ایذا دیے گئے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد آ گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بلاشبہ آپ کے پاس یقیناً رسولوں کی کچھ خبریں آ چکی ہیں۔'' (الانعام:33،34)

(4) ﴿فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ اَسَفًا﴾ ''پھر شاید آپ ان کے پیچھے غم ہی سے خود کو ہلاک کرنے والے ہیں کہ وہ اس کلام پر ایمان نہیں لاتے؟'' (الکہف:6)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کافروں کی بے اعتنائی پر کیسے تسلی دی گئی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کو ان کی باتیں غم میں مبتلا نہ کریں۔

(2) ان کی کھلی اور چھپی باتوں کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ وہ ان سے حساب لے لے گا۔

﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ﴾

''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے'' (77)

سوال 1: ﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا؟ اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے'' زندگی بعد موت کے انکار کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب (1) ﴿اَوَلَمۡ يَرَ الۡاِنۡسَانُ﴾ ''اور کیا انسان نے دیکھا نہیں'' کیا زندگی بعد موت کا انکار کرنے والا اور اس میں شک کرنے والا انسان غور نہیں کرتا تاکہ اسے یقین حاصل ہو۔

(2) ﴿اَنَّا خَلَقۡنٰهُ مِنۡ نُّطۡفَةٍ﴾ ''کہ یقیناً ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا'' یعنی ہم نے انسان کی تخلیق کی ابتداء نطفے سے کی۔ اپنی پیدائش سے موت کے بعد کی زندگی پر استدلال کیوں نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی نمونے کے بغیر ایک حقیر پانی کی بوند سے پیدا کیا۔ کون اسکی

قدرت پر انگلی اٹھا سکتا ہے۔رب العزت نے فرمایا﴿اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (٢٠) فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (٢١) اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (٢٢)﴾ ”کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ جگہ میں رکھا معلوم اندازے تک“ (المرسلات:22-20)

(3)﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ”ہم نے انسان کو بلاشبہ ایک مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ ہم اسے آزمائیں، سو ہم نے اس کو خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا بنایا۔“ (الدھر:2)

(4)﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ (١٧) مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (١٨) مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ (١٩) ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ (٢٠) ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ (٢١) ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (٢٢)﴾ ”اللہ کی مار ہو انسان پر کس قدر وہ ناشکرا ہے!(اللہ تعالیٰ نے) اُسے کس چیز سے پیدا کیا ہے؟ اُسے ایک نطفے سے پیدا کیا، پس اُس کی تقدیر مقرر کی۔ پھر اس نے اُس کے لیے راستہ آسان کر دیا۔ پھر اُسے موت دی، پھر اُسے قبر میں رکھوایا۔ پھر جب وہ چاہے گا اُسے دوبارہ زندہ کرے گا۔“ (عبس:22-17)

(5)﴿فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ ”تو اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے“ تو یکا یک وہ صریح جھگڑالو بن بیٹھتا ہے۔اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے نطفے سے اس کی تخلیق کی ابتدا کی۔ اسے ان دو حالتوں کے تفاوت پر غور کرنا چاہیے اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ وہ ہستی جو اسے عدم سے وجود میں لائی ہے زیادہ قدرت رکھتی ہے کہ اس کے مرنے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کرے۔ (تفسیر سعدی:2257/3)

(6) ایک دن نبی ﷺ نے ہتھیلی پر تھوک کر اس پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے انسان تو مجھے کہاں ہرا سکتا ہے۔ میں نے تجھے اس جیسے مادے سے پیدا کیا۔ یہاں تک کہ جب میں نے تجھے ٹھیک ٹھاک کر دیا اور درست اور برابر کر دیا تو تو لباس پہن کر اترا اترا کر چلنے لگا اور تو نے مال جوڑنا شروع کر دیا اور حقداروں کی حق تلفی کرنے لگا پھر جب تیرے حلق میں سانس آ کر اٹک گئی تو اب تو نے صدقے کی خواہش کی، اب صدقے کا وقت کہاں؟ (ابن ماجہ)

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عاص بن وائل رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بوسیدہ ہڈی لے کر آیا اور اسے ریزہ ریزہ کرنے لگا، پھر کہنے لگا، اے محمد ﷺ! کیا اللہ اس ہڈی کو اس کے بوسیدہ ہونے کے بعد بھی زندہ کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے گا، (سن!) اللہ تعالیٰ تجھے موت دے گا، پھر تجھے زندہ کرے گا اور پھر تجھے جہنم کی آگ میں داخل کرے گا۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئیں:﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ﴾ (یٰس:77)
(مستدرک حاکم:3606:429/2)

سوال 2: انسان کس بارے میں جھگڑے کرتا ہے؟

جواب: انسان جی اُٹھنے کے بارے میں جھگڑے کرتا ہے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی تخلیق کیوں یاد دلائی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کی تخلیق اس لیے یاد دلائی ہے کہ اسے کتنے حقیر مادے یعنی نطفے سے پیدا کیا ہے اور وہ صریح جھگڑالو بن گیا ہے۔

﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۖ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾

''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' (78)

سوال1: ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۖ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش کو بھول گیا، اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' زندگی بعد موت کو قدرت الٰہی سے باہر سمجھنا قابل تعجب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا﴾ ''اور اُس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی'' اور اس نے ہمارے لیے مثال بیان کی۔ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اس قسم کی مثال بیان کرے اور وہ ہے خالق کی قدرت کا مخلوق کی قدرت کے ساتھ قیاس کرنا، نیز یہ قیاس کرنا کہ جو چیز مخلوق کی قدرت سے بعید ہے وہ خالق کی قدرت سے بھی بعید ہے۔ (تفسیر سعدی: 2257/3)

(2) ﴿وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ﴾ ''اور اپنی پیدائش کو بھول گیا'' یعنی رب العزت نے جسے عدم سے وجود بخشا وہ اپنی پیدائش کو بھول کر اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر تعجب کرتا ہے۔ جس نے آسمان اور زمین بنائے وہ بوسیدہ ہڈیوں اور جسموں کو دوبارہ پیدا نہیں کر سکتا۔

(3) ﴿قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ﴾ ''اس نے کہا کہ اُن ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ بوسیدہ ہوں گی؟'' یعنی وہ کہتا ہے کہ مردہ ہڈیوں کو زندہ کرنے پر حیران ہے کہ کون ہے جو ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ پیدا کرے گا، وہ اپنی ابتدا کو بھول گیا کہ وہ تو کچھ بھی نہیں تھا جب اسے رب نے پیدا کیا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: مثالیں بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے۔

سوال3: انسان جی اُٹھنے پر کیوں شک میں پڑ جاتا ہے؟

جواب: انسان کو مرنے کے بعد ہڈیوں کا بوسیدہ ہونا یاد رہتا ہے اور وہ اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی حقیقت کو بھول جاتا ہے۔

﴿قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ﴾

''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' (79)

سوال 1: ﴿قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُۙ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' پہلی بار پیدا کرنے والا دوسری بار پیدا کر سکتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ ﷺ انہیں بتا دیں۔

(2) ﴿یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ''کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے اُنہیں پہلی بار پیدا کیا'' جو رب پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے کیونکہ پہلی پیدائش آسان ہے۔ دوسری بار پیدا کرنا اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(3) ﴿وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ﴾ ''اور وہ ہر طرح کی تخلیق کو خوب جاننے والا ہے'' یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ عالیہ میں سے دوسری دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم اس کی تمام مخلوقات کا، ان کے تمام احوال کا، تمام اوقات میں احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ مردوں کے اجسادِ خاکی میں سے کیا چیز کم ہو رہی ہے اور کیا چیز باقی ہے۔ وہ غائب اور شاہد ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم علم کا اقرار کر لیتا ہے تو اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت تو مردوں کو ان کی قبروں سے دوبارہ زندہ کرنے سے زیادہ عظیم اور زیادہ جلیل ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2257،2258)

(4) مسند کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عقبہ بن عمرو نے کہا آپ ہمیں رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث سنائیے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک شخص پر جب موت کی حالت طاری ہوئی تو اس نے اپنے وارثوں کو وصیت کی کہ جب میں مر جاؤں تو تم بہت ساری لکڑیاں جمع کر کے میری لاش کو جلا کر خاک کر دینا پھر اسے سمندر میں بہا دینا، چنانچہ انہوں نے یہی کیا اللہ تعالیٰ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے جب اسے دوبارہ زندہ کیا تو اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ صرف تیرے ڈر سے، اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 4/359)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کو کافروں کا شک دور کرنے کے لیے کیا کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا کہ آپ انہیں بتا دیں کہ انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

(2) جس رب نے انسان کو حقیر نطفے سے پیدا کیا ہے، وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔ یقیناً وہ تخلیق کا ہر کام جانتا ہے۔

﴿اِلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾

''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو''(80)

سوال1:﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ﴾''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے پھر اچانک تم اُس سے آگ جلاتے ہو''اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا﴾''جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے'' یعنی قدرت والے اللہ تعالیٰ نے پانی سے درخت پیدا کردیے اور انہیں سرسبز وشاداب اور بارآور بنادیا پھر خشک کردیا، جن کی لکڑیوں سے تم آگ جلاتے ہو، بھلا کہاں تو وہ سرسبز، تر اور ہری بھری ٹہنیاں اور کہاں یہ آگ کی گرم وخشک چنگاریاں وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز بھاری نہیں۔ وہ جو چاہے کردے ہر چیز پر قادر ہے۔ خشک کو تر اور تر کو خشک بنانے پر بھی اور مردہ کو زندہ اور زندہ کو مردہ کرنے پر بھی۔ اس کے ارادے میں کوئی حائل نہیں ہوسکتا جو اس مردہ درخت سے زندہ آگ پیدا کرسکتا ہے۔ وہ زندگی بعد موت پر قادر ہے (مختصر ابن کثیر:1675/2) یہ تیسری دلیل ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا دو قسم کے درخت ہیں ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار دونوں درختوں کی مسواک کی دو ہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو کاٹ لی جائیں پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ (تفسیر مظہری:388,387/9)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا شعور ہرے بھرے درختوں سے سلگائی جانے والی آگ سے کیسے دلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عام مشاہدے کا معاملہ انسان کے سامنے رکھا کہ کیسے درخت سرسبز ہوتا ہے لیکن ایندھن کا خزانہ ہوتا ہے۔ وہ سورج کی تاب کاری سے طبعی حرارت جذب کرتا ہے حالانکہ وہ پانی کے رس سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ اس درخت سے آگ کیسے پیدا ہوتی ہے؟ جو رب پانی سے بھرے ہوئے درخت سے آگ پیدا کرسکتا ہے، کیا وہ انسانوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا؟

﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔبَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾

''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کرسکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے''(81)

سوال1:﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؔبَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ﴾''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کرسکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا سب کچھ جاننے والا ہے''اللہ تعالیٰ کی قدرت ہمہ گیر ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ ''اور کیا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا'' یعنی جس ہستی نے اپنی ہمہ گیر قدرت سے ساتوں آسمان بنائے ان میں ستارے، سیارے، سورج، چاند بنائے۔ جس نے ساتوں زمینیں پیدا کیں، پہاڑ، صحرا، دریا، ریگستان بنائے۔ یہ چوتھی دلیل ہے۔

(2)﴿بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ﴾ ''اس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟'' یعنی کیا وہ انسانوں کو دوبارہ وجود عطا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق ان کی تخلیق سے بہت بڑی اور مشکل ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (غافر: 57)

(3)﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف: 33)

(4)﴿ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاۗءُ ۭ بَنٰىهَا (27) رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا (28) وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا (29) وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (30) اَخْرَجَ مِنْهَا مَاۗءَهَا وَمَرْعٰىهَا (31) وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا (32) مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (33)﴾ ''کیا تم تخلیق میں زیادہ مشکل ہو یا آسمان؟ اللہ تعالیٰ نے اُس کو بنایا۔ اس نے اُس کی چھت بلند کی، پھر اسے ٹھیک ٹھاک ہموار بنا دیا۔ اور اُس کی رات کو تاریک کیا اور اُس کے دن کی روشنی کو نکالا۔ اور اس کے بعد اُس نے زمین کو بچھایا۔ اس سے اُس کا پانی اور اُس کا چارہ نکالا۔ اور پہاڑ، اس نے انہیں گاڑ دیا۔ جو تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے لیے زندگی کا سامان ہے۔'' (النازعات: 27-33)

(5)﴿بَلٰى﴾ ''کیوں نہیں'' وہ ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

(6)﴿وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' یہ پانچویں دلیل خاص ہے کہ اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے۔ تمام مخلوقات کو خواہ پہلے گزر چکی ہوں یا آنے والی، چھوٹی ہوں یا بڑی، سب کی سب اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور قدرت کے آثار ہیں۔ جب وہ کسی مخلوق کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ مردوں کو زندہ کرنا اس کی تخلیق کے آثار کا حصہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 2258/3)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے ابن آدم نے جھٹلایا حالانکہ اس کے لیے یہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس نے گالی دی حالانکہ اس کے لیے یہ بھی مناسب نہیں تھا۔ مجھے جھٹلانا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ میں اس کو دوبارہ پیدا نہیں کروں گا حالانکہ میرے لیے دوبارہ پیدا کرنا اس کے پہلی مرتبہ کرنے سے زیادہ مشکل نہیں۔ اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے کہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا بیٹا

بنایا ہے حالانکہ میں ایک ہوں، بے نیاز ہوں نہ میری کوئی اولاد ہے اور نہ میں کسی کی اولاد ہوں اور نہ کوئی میرے برابر کا ہے۔(بخاری:4974)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی وسعتوں سے انسان کو اپنی قدرتوں کا کیسے احساس دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے وسیع کائنات بنائی جہاں لاکھوں ملین اجناس اور مخلوقات موجود ہیں۔ کیا وسیع کائنات بنانے والا رب ان جیسے انسانوں کو پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا جب کہ وہ ماہر خلاّق ہے؟

﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾

''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے''(82)

سوال 1:﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے'' اللہ تعالیٰ کے ارادے اور حکم سے اشیاء وجود میں آتی ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا﴾''یقیناً اُس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کی شان عظیم ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے۔

(2)﴿اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾''تو وہ اُسے کہہ دیتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے'' تو وہ صرف ایک دفعہ حکم دیتا ہے اور وہ چیز ہو جاتی ہے یعنی اسے تاکید کی ضرورت نہیں پڑتی اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی۔ جیسا کہ فرمایا:﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾''آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔''(البقرہ:117)

(3)﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾''یقیناً جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرلیں تو ہم اسے کہتے ہیں کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔''(النحل:40)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اگلے زمانے کے ایک شخص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال اولاد دی تھی۔ جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا، باپ کی حیثیت سے میں نے اپنے آپ کو کیسا ثابت کیا؟ انہوں نے کہا، بہت اچھا۔ اس نے کہا، دیکھو! میں اللہ کی راہ میں کوئی نیکی ذخیرہ نہیں کر سکا، تو اس حالت میں اگر میں کہیں اللہ کے سامنے پہنچ گیا تو ضرور مجھے عذاب ہوگا۔ تم ایسا کرنا کہ جب میں مر جاؤں تو میری لاش کو جلا دینا، پھر جب میں جل کر کوئلہ ہو جاؤں تو خوب پیس کر باریک کر دینا اور جب کبھی تیز آندھی آئے تو میری راکھ ہوا میں اڑا دینا۔ چنانچہ اس نے اپنی اولاد سے قسم دے کر یہ عہد لیا (اور پھر وہ

دنیا سے رخصت ہو گیا تو) اس کی اولاد نے اسی طرح کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’کن‘‘ اور (یہ کلمہ کہتے ہی) وہ شخص (زندہ ہو کر) کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا، اے میرے بندے! تو نے یہ کام کیوں کیا تھا؟ اس نے عرض کی، اے اللہ! تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے خوف کا انعام یہ دیا کہ اس پر رحم فرمایا (اور اس کے گناہ معاف کر دیے)۔ (بخاری:6481)

(5) سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قیام کیا، آپ نے قیام میں سورۂ بقرہ کی تلاوت فرمائی۔ آپ جس کسی آیت رحمت سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کی رحمت کا) سوال کرتے اور جس کسی آیت عذاب سے گزرتے تو وہاں رکتے اور (اللہ کے عذاب سے) پناہ طلب کرتے، پھر آپ نے رکوع کیا، اس قدر لمبا جتنا کہ آپ کا قیام تھا، اپنے رکوع میں یہ دعا پڑھتے تھے: ﴿سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ﴾ ’’پاک ہے وہ ذات جو غلبہ وقوت، ملکیت، بڑائی اور عظمت والی ہے۔‘‘ پھر آپ نے سجدہ کیا، اس قدر لمبا جتنا آپ کا قیام تھا اور آپ اپنے سجدے میں بھی وہی دعا پڑھتے رہے، پھر کھڑے ہوئے اور سورۂ آل عمران کی تلاوت فرمائی، پھر ایک سورت پڑھی، (بعد ازاں) ایک اور سورت پڑھی۔ (ابوداؤد:873، نسائی:1050)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کسی چیز کو کیسے وجود میں لاتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے حکم دیتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے۔

﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

’’سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے‘‘ (83)

سوال 1: ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ ’’سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے‘‘ اللہ تعالیٰ خالق، قادر اور تمام عیبوں سے پاک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ’’سو پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی کامل بادشاہت ہے‘‘ یہ چھٹی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی کی تمام چیزیں اس کی ملکیت اور اس کے غلام ہیں، وہ اس کے دست تدبیر کے تحت مسخر ہیں، وہ ان کے اندر اپنے احکام کونی وقدری، احکام شرعی اور احکام جزائی کے ذریعے سے تصرف کرتا ہے۔ ان کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرے گا تا کہ وہ اپنی ملکیت کامل سے ان پر اپنا حکم جزائی نافذ کرے۔

(2) اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے وہ دائمی حیات والا ہے، کائنات کا سنبھالنے والا ہے، وہی حاکم ہے اس کے ہاتھ میں زمینوں اور آسمانوں کی کنجیاں ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ﴾ ’’بڑا بابرکت ہے وہ کہ جس کے ہاتھ میں تمام

بادشاہت ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔" (الملک:1)

(3)﴿قُلۡ مَنۡۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوۡتُ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُوَ يُجِيۡرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيۡهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ﴾ "آپ پوچھیں کہ ہر چیز کی مکمل بادشاہت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی اگر تم جانتے ہو؟" (المومنون:88)

(4)﴿وَّاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ﴾ "اور اُسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے" اس کی طرف تمام باتیں لوٹ کر جاتی ہیں ۔اسی کی طرف قیامت کے دن سب لوٹ کر جائیں گے۔ جہاں رب ذوالجلال والاکرام ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا دے گا۔

(5) یعنی تمہارا وجود مٹی میں گم نہیں ہو جائے گا بلکہ تمہیں دوبارہ وجود عطا کیا جائے گا۔ اُس سے تم کہیں بھاگ نہ سکو گے۔ تمہیں اپنے اعمال کا حساب کتاب دینا ہو گا۔ لہٰذا

؎ اتنا بے سمت نہ چل لوٹ کے گھر جانا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ملکوت کے لفظ سے خالق اور مخلوق کے تعلق کو کیسے واضح کیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے اور مخلوق کے تعلق کو واضح کیا ہے کہ ہر چیز اس کی ملکیت میں ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ کائنات کی تمام مخلوقات پر اس کا مکمل قبضہ اور کنٹرول ہے۔

اٰیاتها ۱۸۲ | ۳۷ سُوۡرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۵۶ | رکوعاتها ۵

سوال: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ مکی سورت ہے۔ اس میں پانچ رکوع اور 182 آیات ہیں۔

سوال: مصحف میں ترتیب اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 37 ہے اور ترتیب نزولی کے اعتبار سے اس کا نمبر 56 ہے۔

رکوع نمبر 5

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾

"قسم ہے صف باندھنے والوں کی، خوب صف باندھنا" (1)

سوال 1: ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی، خوب صف باندھنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالصّٰٓفّٰتِ﴾ ''قسم ہے صف باندھنے والوں کی'' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مذکورہ آیات میں تینوں قسموں سے مراد فرشتے ہیں۔ (ابن کثیر: 361/4)

(2) الصّٰٓفّٰتِ سے مراد فرشتے ہیں جو آسمان میں اپنے رب کے لئے صفیں باندھ کر عبادت میں مشغول اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے کائنات کی تدبیر کرنے میں مصروف ہیں۔

(3) اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور ربوبیت پر معزز فرشتوں کی قسم کھائی ہے۔

(4) سیدنا قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فرشتوں کی صفیں آسمانوں پر ہیں۔ (ابن کثیر: 361/4) جیسا کہ فرمایا: ﴿وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر رہے ہیں اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا: ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔'' (الزمر: 75)

(5) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ تمہیں اس طرح ہاتھ ہلاتے دیکھ رہا ہوں گویا وہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہیں؟ تم لوگ نماز میں پر سکون رہا کرو۔ ایک مرتبہ پھر آپ ہمارے پاس آئے اور ہمیں کئی حلقوں میں (بیٹھا ہوا) دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے کہ میں تمہیں علیحدہ علیحدہ دیکھتا ہوں؟ پھر ایک مرتبہ آپ ہمارے درمیان تشریف لائے تو فرمایا: تم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح فرشتے اپنے رب کے حضور صف بناتے ہیں؟ ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول! فرشتے اپنے رب کے حضور کس طرح صف بناتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے (پہلے) اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور وہ صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ (مسلم: 968)

(6) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمیں لوگوں پر تین باتوں کی وجہ سے فضیلت دی گئی ہے۔

(i) ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی مثل ہوتی ہیں۔ (ii) ہمارے لیے ساری زمین نماز کی جگہ بنا دی گئی ہے۔

(iii) اور ہمارے لیے زمین کی مٹی پاکی حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دی گئی ہے، اس وقت جب ہمیں پانی نہ ملے۔ (مسلم: 1165)

(7) انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔ ﴿مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلَا يَحْلِفْ إِلَّا بِاللّٰهِ﴾ ''جو شخص قسم کھائے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے۔'' (مسلم: 4259)

سوال 2: صف باندھنے والوں، ڈانٹنے والوں اور تلاوت کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے وہ فرشتے مراد ہیں جو یہ خاص کام کرتے ہیں۔

سوال3: صفیں باندھنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد عبادت کے لیے صفیں باندھنا ہے۔

(2) اس سے یہ مراد بھی ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے انتظار میں صف بستہ ہوں۔

﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾

''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹنا'' (2)

سوال1: ﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾ ''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹنا'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا﴾ ''پھران کی جوڈانٹنے والے ہیں، زبردست ڈانٹنا'' یعنی ان فرشتوں کی قسم جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے بادلوں کو ڈانٹ کر ہانکتے ہیں۔

(2) یہ فرشتے لوگوں کو نافرمانیوں اور گناہوں سے روکنے کے لئے ڈانٹتے اور روکتے ہیں۔ ان کا روکنا دلوں میں تاثیر اور الہام کے ذریعے ہوتا ہے۔

(3) یہ فرشتے شیاطین کو بھی ڈانٹتے ہیں تاکہ وہ بنی آدم کو شر اور ایذا نہ دیں۔

سوال2: کون سے فرشتوں کا گروہ ڈانٹنے کا کام کرتا ہے؟

جواب: یہ وہ گروہ ہے جو انسانوں پر اللہ تعالیٰ کی سزاؤں کا نفاذ کرتا ہے۔

سوال3: فرشتے کس موقع پر ڈانٹتے ہیں؟

جواب: (1) فرشتے نافرمانوں کی روح قبض کرتے ہوئے ڈانٹتے ہیں۔

(2) فرشتے حشر کے میدان سے ڈانٹتے ہوئے جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ (3) بادلوں کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ڈانٹ کر ہانکتے ہیں۔

(4) فرشتے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کسی بھی موقع پر ڈانٹتے ہیں۔

﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾

''پھر جوذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں'' (3)

سوال1: ﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾ ''پھر جوذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا﴾ ''پھر جوذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں'' رب العزت نے ان فرشتوں کی قسم کھائی ہے جو نصیحت کے لئے قرآن لا کر سناتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا﴾ ''پھر اُن کی! جو اللہ کی یاد ڈالنے والی ہیں۔'' (المرسلات:5)

(2) اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کی تلاش میں راستوں میں گھومتے پھرتے ہیں۔ جب وہ کسی ایسی جماعت کو پاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہوتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو پکارتے ہوئے کہتے ہیں، ادھر آؤ! یہاں تمہاری مطلوبہ چیز موجود ہے۔ چنانچہ وہ اہل مجلس کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ (بخاری:6408)

(4) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں، رحمت ان پر چھا جاتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں (یعنی فرشتوں) میں فرماتے ہیں جو اس کے پاس ہیں۔ (مسلم:6855)

(5) چونکہ یہ فرشتے اپنے رب کی الوہیت کا اظہار کرتے ہیں، اس کی عبودیت میں مشغول رہتے ہیں اور ایک لمحے کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت پر ان کی قسم کھائی ہے۔ (تفسیر سعدی:2259/3)

سوال 2: فرشتے کس چیز کی تلاوت کرتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے ذکر کی۔ (2) قرآن مجید کی۔ (3) پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کی وحی اتارتے ہوئے تلاوت کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾

”بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے“ (4)

سوال 1: ﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ ”بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے“ سچا معبود ایک ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ﴾ ”بلاشبہ تمہارا معبود یقیناً ایک ہی ہے“ رب العزت نے قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ سچا معبود ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

(2) کیونکہ اہل مکہ کو شدید تعجب تھا کہ سارے بتوں کے مقابلے میں صرف ایک خدا جیسا کہ فرمایا: ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ”کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے۔“ (ص:5)

سوال 2: فرشتوں کی قسم کھا کر کیا ثابت کیا گیا؟

جواب: فرشتوں کی قسم کھا کر یہ ثابت کیا گیا کہ انسانوں کا معبود ایک ہے۔

سوال3: قسم کیوں کھائی جاتی ہے؟

جواب: قسم شک دور کرنے کے لیے اور تاکید کے لیے کھائی جاتی ہے۔

سوال4: فرشتوں کی قسم کس شک کو دور کرنے کے لیے کھائی گئی؟

جواب: (1) فرشتوں کی قسم مشرکین مکہ کے شک کو دور کرنے کے لیے کھائی گئی جو وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں پھیلاتے تھے۔

(2) فرشتوں کی قسم ان کی حیثیت کے بارے میں غلط فہمیوں کو دور کرنے کے بارے میں کھائی گئی۔

سوال5: کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا جائز ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کھانا جائز نہیں۔

سوال6: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قسم کیوں نہیں کھائی جاسکتی؟

جواب: جس کی قسم کھائی جاتی ہے اسے گواہ بنایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی گواہ نہیں بن سکتا کیونکہ وہ عالم الغیب ہے اور دوسرا کوئی غیب کو نہیں جانتا۔

سوال7: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے سوا جن کی قسم کھائی ہے اس کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: اس جہان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور مملوک ہے وہ جس کو بھی گواہ بنا کر قسم کھانا چاہے کھا سکتا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ﴾

''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب اور سارے مشرقوں کا رب ہے'' (5)

سوال1: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب اور سارے مشرقوں کا رب ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کا رب ہے'' جو آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان کی مخلوق کا، تمام کائنات کا اور کائنات کے گوشے گوشے کا رب ہے۔ وہی سب کا مالک اور مختار ہے۔ وہی مخلوق میں ہر طرح کا تصرف کرتا ہے۔

(2) ﴿وَرَبُّ الۡمَشَارِقِ﴾ ''اور سارے مشرقوں کا رب ہے'' اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر مشرق کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ستارے مشرق سے طلوع ہوتے ہیں۔

(3) اسی نے چلنے والے اور ٹھہرے ہوئے تاروں کو مسخر کر رکھا ہے کہ مشرق سے نکلتے ہیں اور مغرب میں ڈوب جاتے ہیں۔

(مختصر ابن کثیر:1677/2)

(4) سورج سال بھر تک روزانہ ایک نئے مقام سے طلوع ہوتا ہے اور پھر ساری زمین پر وہ بیک وقت طلوع نہیں ہوتا بلکہ زمین کے مختلف حصوں میں وہ مختلف اوقات میں طلوع ہوتا ہے اس لئے آیت میں المشارق (جمع) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (اشرف الحواشی:534/1)

(5) مشارق سے مراد بے شمار مشرق ہیں۔ سورج ہمیشہ عین مشرقی سمت سے ہی طلوع نہیں ہوتا بلکہ گرمیوں میں اس کا مشرق شمال کی طرف سرکتا جاتا ہے اور سردیوں میں جنوب کی طرف۔ سورج کے مشرق کا زاویہ ہر روز جداگانہ ہوتا ہے اس لحاظ سے سال بھر کے بعد 365 دن مشرق ہوئی۔ پھر اس کائنات میں صرف سورج ہی گردش نہیں کر رہا اور بھی ہزاروں سیارے محو گردش ہیں۔ اور ان کے اپنے اپنے مشرق یا طلوع ہونے کے مقامات ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے مشرقوں میں بھی سورج کے مشرقوں کی طرح تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس لحاظ سے مشرقوں کی تعداد ہمارے حساب سے باہر ہو جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے رب المشارق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام سیاروں کی نقل وحرکت کا وہی مالک ہے اور ان پر اسی کا کنٹرول ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مشارق کا مالک ہے مغرب کا بھی ہے۔ (تیسیر القرآن:698/3)

(6) ﴿رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا﴾ ''وہ مشرق و مغرب کا رب ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں چنانچہ اُسی کو اپنا وکیل بناؤ۔'' (المزمل:9)

(7) ﴿رَبُّ الۡمَشۡرِقَيۡنِ وَرَبُّ الۡمَغۡرِبَيۡنِ﴾ ''دونوں مشرقوں کا وہی رب ہے اور دونوں مغربوں کا وہی رب ہے۔'' (الرحمن:17)

(8) ﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ﴾ ''پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی! بے شک ہم یقیناً قدرت رکھنے والے ہیں۔'' (المعارج:40)

(9) الوہیت میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس لئے اسی سے محبت کرو، اسی کا خوف رکھو، اسی پر توکل کرو، اسی سے امیدیں باندھو۔

سوال 2: فرشتوں کی حیثیت بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کا تعارف کیسے کروایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ زمین، آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کا رب ہے۔

سوال 3: ''وہ مشارق و مغارب کا رب ہے'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) مشارق سے مراد سارے مشرقوں کا رب اور مغارب سے مراد سارے مغربوں کا رب ہے۔

(2) اس کائنات میں بے شمار مشارق و مغارب ہیں جیسے ہر ستارے کا ایک مشرق اور ایک مغرب ہے۔ کچھ لوگوں نے سال کے دنوں کی تعداد کے برابر مشرق اور مغرب بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیم ہے وہ سب مشرقوں اور مغربوں کا بتانے والا، ان کی تدابیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِزِيۡنَةِ ۨالۡكَوَاكِبِ﴾

''یقینا ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا ہے، تاروں کی زینت سے''(6)

سوال1:﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ ا۟لْكَوَاكِبِ﴾''یقینا ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا ہے، تاروں کی زینت سے'' آسمان کو تاروں سے زینت دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا﴾''یقینا ہم نے آسمانِ دنیا کو مزین کیا ہے''رب العزت نے آسمانِ دنیا کو دیکھنے والوں کے لئے تاروں سے جگمگا دیا ہے۔

(2)﴿بِزِیْنَةِ ا۟لْكَوَاكِبِ﴾''تاروں کی زینت سے''ستارے آسمان کی زینت ہیں اگر ستارے نہ ہوتے تو آسمان میں اندھیرا چھایا رہتا اور کوئی روشنی نہ ہوتی۔

(3)رب العزت نے آسمان کی زینت کے لئے اور بحر و بر کی تاریکیوں میں راستہ تلاش کرنے کے لئے ستارے بنائے۔

(4)﴿وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ﴾''اور ہم نے قریب کے آسمان کو چراغوں سے سجایا ہے اور ہم نے اُن کو شیطانوں کے مار بھگانے کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''(الملک:5)

(5)﴿اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ﴾''تو کیا اُنھوں نے اپنے اوپر آسمان نہیں دیکھا؟ کس طرح ہم نے اُسے بنایا؟ اور ہم نے اُسے زینت دی؟ اور اُس کے لیے کوئی شگاف نہیں ہے۔''(ق:6)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے آسمان دنیا کو تاروں سے کیسے زینت دی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے تاروں کو آسمان کی محبت بھری آنکھیں بنا دیا ہے جو کبھی بند ہوتی ہیں اور کبھی کھلتی ہیں۔ یہ انسان کی شعوری اور نفسیاتی غذا ہے۔

﴿وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾

''اور ہر سرکش شیطان سے محفوظ کرنے کے لیے ہے''(7)

سوال1:﴿وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾''اور ہر سرکش شیطان سے محفوظ کرنے کے لیے ہے''ستارے سرکش شیاطین سے حفاظت کے لئے بنائے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَحِفْظًا﴾''اور محفوظ کرنے کے لیے ہے''ستاروں کا ایک فائدہ حفاظت بھی ہے۔

(2)﴿مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ﴾''ہر سرکش شیطان سے''یعنی سرکش شیاطین سے حفاظت کے لئے ستارے یعنی شہاب ثاقب مارے

جاتے ہیں۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ (۱۶) وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (۱۷) اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (۱۸)﴾ ''اور بلاشبہ یقیناہم نے آسمان میں برج بنائے ہیں اور ہم نے اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔اور ہم نے ہر شیطان مردود سے اس کی حفاظت کی ہے۔مگر جو کوئی سنی ہوئی بات چُرا لے تو ایک روشن شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے۔'' (الحجر:16-18)

(3) سرکش شیاطین ﴿الْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ یعنی مقرب فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے سن گن لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کو دور رکھنے کے لئے ان پر ستارے یعنی شہاب ثاقب پھینکے جاتے ہیں۔

سوال 2: ستاروں کا ایک فریضہ حفاظت ہے وہ اس فرض کو کیسے انجام دیتے ہیں؟

جواب: ستارے عالم بالا کے فیصلوں سے سرکش شیاطین کو آگاہ نہیں ہونے دیتے۔وہ آسمان سے باتیں سننے کے لیے آنے والے شیاطین کے اوپر ٹوٹ پڑتے ہیں اس سے وہ جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾

''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' (8)

سوال 1:﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ ''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' شیاطین ﴿الْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ کی باتیں نہیں سن سکتے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى﴾ ''کہ وہ اوپر کی مجلس کی باتوں کی طرف کان نہیں لگا سکتے'' شیاطین آسمان کے فرشتوں کی اعلیٰ مجالس ملاء اعلی کی باتیں نہیں سن سکتے۔انہیں اس وقت قریب بھی نہیں جانے دیا جاتا جب وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور تقدیر کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔

(2)﴿وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ﴾ ''اور ہر جانب سے (شہاب) پھینکے جاتے ہیں'' یعنی ہر جانب سے انہیں دھتکارا جاتا ہے،انہیں ڈانٹا اور مارا جاتا ہے،اور مقرب فرشتوں کی باتیں سننے سے انہیں دور رکھا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ﴾ ''یقیناوہ اس کے سُننے ہی سے دور رکھے گئے ہیں'' (الشعراء:212)

سوال 2: کیا شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سن لیتے ہیں؟

جواب: شیاطین ملاءِ اعلیٰ کی باتیں سننے کے لیے کان نہیں لگا سکتے ہر طرف سے شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو ہانک دیتے ہیں۔

﴿دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾

"دور بھگانے کے لیے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے" (9)

سوال1: ﴿دُحُوۡرًا وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾ "دور بھگانے کے لیے اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے" شیاطین کے لئے دائمی عذاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿دُحُوۡرًا﴾ "دور بھگانے کے لیے" شیاطین کو ذلت سے دھتکارا اور ہانکا جاتا ہے۔

(2) ﴿وَّلَهُمۡ عَذَابٌ وَّاصِبٌ﴾ "اور اُن کے لیے دائمی عذاب ہے" ان کی رب کی اطاعت سے سرکشی کی وجہ سے آخرت میں دائمی عذاب ہے جو سخت دردناک عذاب ہوگا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابَ السَّعِيۡرِ﴾ "اور ہم نے اُن کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے" (الملک:5)

سوال2: شیاطین کا پیچھا شہاب ثاقب کیوں کرتے ہیں؟

جواب: شیاطین کا پیچھا شہاب ثاقب اس لیے کرتے ہیں تا کہ انہیں بھگا دیا جائے۔

سوال3: شیاطین کا انجام کیا ہے؟

جواب: شیاطین کے لیے دائمی عذاب ہے۔

﴿اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾

"مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے" (10)

سوال1: ﴿اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ "مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے" شہاب ثاقب شیاطین کا پیچھا کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنۡ خَطِفَ الۡخَطۡفَةَ﴾ "مگر جو کوئی شیطان اچانک اُچک لے" یعنی کبھی کوئی شیطان شہاب ثاقب لگنے سے پہلے دوسرے کو بات بتا دیتا ہے۔ اور کبھی بتائے بغیر ہی جل جاتا ہے۔

(2) یعنی کبھی کوئی ایک آدھ بات سننے اور چوری کرنے میں وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

(3) ﴿فَاَتۡبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾ "تو ایک چمکتا ہوا شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے" کبھی اپنے دوستوں تک پہنچنے سے پہلے شہاب ثاقب انہیں پا لیتا ہے اور آسمان کی خبر نیچے نہیں آتی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّاَنَّا لَمَسۡنَا السَّمَآءَ فَوَجَدۡنٰهَا مُلِئَتۡ حَرَسًا شَدِيۡدًا وَّشُهُبًا (٨) وَّاَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (٩)﴾ "اور یقیناً ہم نے آسمان کو ہاتھ لگایا ہم نے اسے اس طرح پایا کہ وہ سخت پہرے اور چمکدار شعلوں سے بھر دیا گیا۔ اور یقیناً ہم اُس کی کئی جگہوں میں باتیں سننے بیٹھا کرتے تھے تو اب

جو کوئی بھی کان لگاتا ہے وہ اپنے لیے ایک چمکدار شعلہ گھات میں پاتا ہے۔'' (الجن:9،8)

(4) کبھی تو وہ انگارہ نیچے کے شیطان تک اس بات کو پہنچانے سے پہلے ہی لگ کر اسے ہلاک کر ڈالتا ہے اور کبھی پہنچانے کے بعد پھر جب کلمہ کاہن تک پہنچ جاتا ہے تو کاہن اس میں سو طرح کے جھوٹ ملا کر لوگوں کے درمیان پھیلا دیتا ہے۔ (اشرف الحواشی:534/1)

(5) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کاہنوں کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کچھ نہیں ہیں۔ لوگوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! کبھی کبھی ان کی بتائی ہوئی بات سچ بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن فرشتوں سے سن کر اڑا لیتا ہے، پھر وہ اس بات کو اپنے دوست (یعنی کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے، جس طرح ایک مرغ دوسرے مرغ کو دانے کے لیے بلاتا ہے۔ (یعنی جس طرح دوسرا کوئی ان مرغوں کی بات نہیں سمجھ پاتا ایسے ان شیطانوں کی بات کو بھی دوسرے لوگ نہیں سمجھ پاتے) پھر وہ کاہن اس ایک سچ میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (بخاری:6213)

(6) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری صحابی نے انہیں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ایک مرتبہ صحابہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ستارہ ٹوٹا اور زبردست روشنی ہوگئی۔ آپ نے دریافت فرمایا: جاہلیت میں جب اس طرح کوئی ستارہ گرتا تو تم کیا کہتے تھے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں (کہ حقیقت کیا ہے)، تاہم ہم یہ کہتے تھے کہ رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے، یا کوئی بڑا آدمی فوت ہوا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارے کے گرنے کا تعلق کسی کی موت یا پیدائش سے نہیں ہوتا، دراصل بات یہ ہے کہ جب ہمارا رب تبارک وتعالیٰ کسی امر کا آسمانوں میں فیصلہ کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے فرشتے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ والے آسمان کے فرشتے (ان کی آواز سن کر) تسبیح کہتے ہیں، حتیٰ کہ یہ تسبیح آسمان دنیا کے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے، پھر وہ فرشتے جو عرش کو اٹھانے والے کے پاس ہوتے ہیں، وہ حاملانِ عرش سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا ہے؟ تو وہ انہیں اس بات کی خبر دیتے ہیں جو رب نے فرمائی تھی۔ اس طرح ایک آسمان والے فرشتے (اپنے سے اوپر) دوسرے آسمان والوں سے دریافت کرتے جاتے ہیں، حتیٰ کہ یہ خبر آسمان دنیا تک پہنچ جاتی ہے اور (بعض دفعہ اس خبر کو بعض جن چرا لیتے ہیں اور اپنے دوستوں (یعنی جادوگروں اور کاہنوں) کو بتا دیتے ہیں۔ انہیں ان ستاروں کے ذریعے سے مارا جاتا ہے۔ تو جو خبر یہ جن لاتے ہیں اگر اتنی ہی کہیں تو سچ ہے، لیکن وہ اس میں (سو) جھوٹ ملاتے ہیں اور اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں۔ (مسلم:5819)

سوال 2: کیا شیاطین عالم بالا کے فرشتوں کی باتیں اچک لیتے ہیں؟

جواب: بعض اوقات شیاطین کچھ باتیں لے اڑتے ہیں اسی وجہ سے شیاطین (شعلے) ان کا پیچھا کرتے ہیں۔

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾

''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دار گارے سے پیدا کیا'' (11)

سوال 1: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دار گارے سے پیدا کیا'' زندگی بعد موت کے ثبوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾ ''چنانچہ آپ اُن سے پوچھیں'' یعنی جو لوگ موت کے بعد دوبارہ زندگی کا انکار کرتے ہیں ان سے پوچھیں۔

(2) ﴿اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا﴾ ''کہ کیا وہ پیدائش میں زیادہ مشکل ہیں یا وہ جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے؟'' یعنی یہ بتاؤ کیا آسمان زمین کی، فرشتوں اور سرکش شیاطین کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا ان کو موت کے بعد زندہ کرنا زیادہ مشکل کام ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''یقیناً آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں'' (غافر:57)

(3) لوگوں کو ماننا پڑے گا کہ بڑی بڑی مخلوقات کی تخلیق زیادہ مشکل کام ہے۔ اس طرح زندگی بعد کا اقرار لازم ہوگا۔

(4) ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ﴾ ''کیا بھلا وہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اُس پر قادر نہیں ہے کہ اُن جیسوں کو پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں! اور وہ سب کچھ پیدا کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (یٰس:81)

(5) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ ''اور کیا بھلا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جو اُن کی تخلیق سے تھکا نہیں، اس پر قادر ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرے؟ ہاں! یقیناً وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے'' (الاحقاف:33)

(6) ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ یقیناً جس اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسوں کو پیدا کرے؟ اور اُس نے ان کے لیے ایک وقت مقرر کیا ہے جس میں کوئی شک نہیں، پھر بھی ظالموں نے سوائے کفر کے ہر بات کا انکار کیا ہے'' (بنی اسرائیل:99)

(7) ﴿اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ یقیناً ہم نے اُنہیں لیس دار گارے سے پیدا کیا'' انسان کو اپنی ذات کی حقیقت پر غور کرنا چاہیے کہ اسے ہم نے ایسی کمزور چیز سے بنایا جو ہاتھوں کو چپک جاتی ہے۔

(8) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ ''اور ہم نے انسان کو بد بودار کیچڑ سے بجنے والی مٹی سے پیدا کیا۔ (الحجر:26)

سوال 2: یہ سوال کس مقصد کے لیے کیا گیا کہ ''کیا تمہاری تخلیق مشکل ہے یا جن چیزوں کو ہم نے پیدا کیا''؟

جواب: یہ سوال غافل لوگوں کی سرزنش کے لیے کیا گیا کہ جب تم مانتے ہو کہ فرشتے، شیاطین، آسمان، زمین، ستارے سیارے سب اللہ کی مخلوق ہیں تو بتاؤ تمہاری تخلیق زیادہ مشکل کام ہے یا اللہ کے ان جہانوں کی تخلیق؟

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مادۂ تخلیق لیس دار مٹی کی یاد کیوں دلائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے لیس دار مٹی کا ذکر اس لیے کیا ہے کہ کافروں نے آخرت کی زندگی کو بعید از امکان سمجھا ہے۔ اس لیے یاد دلایا کہ اپنی پیدائش کو تو دیکھو کیسی حقیر اور کمزور چیز سے پیدا ہوئے ہو اور پھر ایسی باتیں کرتے ہو۔

﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾

''بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں'' (12)

سوال 1: ﴿بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ﴾ ''بلکہ آپ نے تعجب کیا اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں'' آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ عَجِبْتَ﴾ ''بلکہ آپ نے تعجب کیا'' اے رسول! یا اے انسان! آپ کو ان لوگوں کی تکذیب پر تعجب ہے جو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو جھٹلاتے ہیں، حالانکہ آپ ان کو بڑی بڑی نشانیاں دکھا چکے ہیں اور ان کے سامنے واضح دلائل پیش کر چکے ہیں۔ حیات بعد الموت ایک حقیقت اور تعجب کا مقام ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس کا انکار ممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی: 2262,2261/3)

(2) ﴿وَيَسْخَرُوْنَ﴾ ''اور وہ مذاق اُڑاتے ہیں'' یعنی آپ ان کی حالت پر افسوس اور تعجب کر رہے ہیں کہ وہ زندگی بعد موت پر ایمان کیوں نہیں لاتے اور وہ پورے زور وشور سے آپ ﷺ کا اور جو حق آپ ﷺ لے کر آئیں ہیں اسکا مذاق اڑا رہے ہیں۔

﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ﴾

''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے'' (13)

سوال 1: ﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ﴾ ''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے'' وہ یاد دہانی کی طرف توجہ نہیں کرتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا ذُكِّرُوْا﴾ ''اور جب اُنہیں نصیحت کی جاتی ہے'' جب ان کی توجہ صاف اور روشن دلیل کی طرف کی جاتی ہے۔ انہیں نصیحت کی جاتی ہے۔

(2)﴿لَا يَذْكُرُوْنَ﴾ ''تو وہ نصیحت قبول نہیں کرتے'' لوگ غافل ہیں توجہ نہیں کرتے اس لیے نصیحت قبول نہیں کرتے۔

(3) یعنی جو چیز ان کی فطرت میں راسخ ہے اس کی نصیحت کی جاتی ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

سوال 2: لوگوں کو نصیحت کی جائے تو وہ کیوں نہیں قبول کرتے؟

جواب: لوگ غافل ہیں توجہ نہیں کرتے اس لیے نصیحت قبول نہیں کرتے۔

﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾

''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں'' (14)

سوال 1:﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾ ''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں'' نشانیوں کا مذاق اڑاتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً﴾ ''اور جب وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں'' یعنی جب وہ رسول ﷺ کے معجزات میں سے کوئی معجزہ دیکھتے ہیں۔(فتح القدیر:4/487)

(2)﴿يَّسْتَسْخِرُوْنَ﴾ ''تو وہ خوب مذاق اڑاتے ہیں'' وہ قائل ہونے کے بجائے الٹا مذاق اڑاتے ہیں۔

(3) ان کی گردن نہیں جھکتی الٹا تعجب کا اظہار کرتے ہیں۔

سوال 2: لوگ واضح دلیل اور معجزات پر کیسے ردعمل کا اظہار کرتے ہیں؟

جواب: لوگ واضح دلیل اور معجزات کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں جادو قرار دیتے ہیں۔

﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''اور کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو'' (15)

سوال 1:﴿وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اور کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو'' انہوں نے قیامت کے بعد موت کو کھلا جادو قرار دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْٓا﴾ ''اور کہتے ہیں'' اور زندگی بعد موت کا انکار کرنے والوں نے کہا۔

(2)﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کہ یہ نہیں ہے مگر کھلا جادو'' انہوں نے زندگی بعد موت کو کھلا جادو قرار دے دیا۔ انہوں نے حق کو جادو سے زیادہ اہمیت نہیں دی۔

سوال 2: لوگ پیغمبر کی بات کو جادو کیوں قرار دیتے ہیں؟

جواب: لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے آثار نہیں دیکھتے، غافل رہتے ہیں اس لیے انہیں دنیا کی زندگی اور آخرت کے بارے میں پیغمبر کی بات سچ نہیں لگتی۔ اس لیے اسے جادو قرار دیتے ہیں۔

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾

''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا یقیناً ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' (16)

سوال 1: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے، کیا یقیناً ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' زندگی بعد موت پر تعجب کی حقیقت کو واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے'' زندگی بعد موت کو جھٹلانے والوں نے کہا کہ جب ہم مر کر بوسیدہ ہڈیاں اور مٹی بن جائیں گے تو۔

(2) ﴿ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ﴾ ''کیا یقیناً ہم ضرور اُٹھائے جانے والے ہیں؟'' ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ وہ کسی بھی دلیل کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

(3) انہوں نے زمین و آسمان کے رب کی قدرت کو انسان کی قدرت پر قیاس کرتے ہوئے زندگی بعد موت کو بعید سمجھا۔

سوال 2: لوگ جی اٹھنے پر کس وجہ سے تعجب کرتے ہیں؟

جواب: لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم مرجائیں گے اور مٹی ہوجائیں گے ہماری ذات اور شخصیت مٹی میں گم ہوجائے گی اور ہم ہڈیوں کا پنجرہ رہ جائیں گے کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾

''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' (17)

سوال 1: ﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ ''اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا بھی؟'' یعنی کیا ہمارے آباؤ اجداد کو بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

(2) انہوں نے موت کے بعد کی زندگی کو عقل سے بعید جانا اور اسے ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔

سوال 2: لوگوں کو باپ دادا کے بارے میں کیوں تعجب تھا کہ وہ بھی دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟

جواب: لوگ دنیا کی زندگی میں ہونے والے تجربات پر ہی آخرت کو قیاس کرتے ہیں۔ چونکہ باپ دادا جانے کے بعد لوٹ کر نہیں آتے اس لیے انہیں یہ بات تعجب میں مبتلا کرتی تھی کہ وہ کیسے دوبارہ اٹھائے جائیں گے جب کہ اس کا پہلے سے کوئی ثبوت موجود نہیں۔

﴿قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾

''آپ کہہ دیں: ہاں! اور تم ذلیل ہوگے'' (18)

سوال 1: ﴿قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں: ہاں! اور تم ذلیل ہوگے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ نَعَمْ﴾ ''آپ کہہ دیں: ہاں!'' رب العزت نے نبی ﷺ سے فرمایا کہ ہاں آپ کہہ دیں تمہیں اور تمہارے آباؤ اجداد کو ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

(2) ﴿وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ﴾ ''اور تم ذلیل ہوگے'' اس وقت تم ذلیل اور بے بس ہوگے نافرمانی نہ کر سکو گے۔

(3) ﴿وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ﴾ ''اور سب اُس کے پاس ذلیل ہو کر چلے آئیں گے'' (النمل:87)

سوال 2: جی اُٹھنے کے معاملے کو قیامت کے منظر میں رکھ کر کیسے ثابت کیا گیا۔

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ کہا گیا آپ ﷺ کہہ دو کہ ہاں انتہائی بے بسی اور ذلت کی حالت میں گرفتار ہو کر رب کے پاس پہنچو گے۔

﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾

''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی تو اچانک وہ سب دیکھتے ہوں گے'' (19)

سوال 1: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ﴾ ''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی تو اچانک وہ سب دیکھتے ہوں گے'' ایک ڈانٹ سے حشر و نشر کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''بس وہ ایک ڈانٹ ہوگی'' اللہ تعالیٰ کی صرف ایک ڈانٹ سے سب اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔

(2) ﴿فَاِذَا هُمْ﴾ ''تو اچانک وہ'' یعنی وہ اپنی قبروں سے اٹھا کر کھڑے کر دیے جائیں گے۔

(3) ﴿يَنْظُرُوْنَ﴾ ''سب دیکھتے ہوں گے'' وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے دیکھ رہے ہوں گے۔

(4) اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جس طرح ابتدا میں تخلیق کیا گیا تھا، اسی طرح ان کو ان کے تمام اجزا سمیت، ننگے پاؤں، عریاں اور غیر مختون کھڑا کیا جائے گا۔ اس حالت میں وہ سخت ندامت کا اظہار کریں گے، انہیں سخت رسوائی اور خسارے کا سامنا ہوگا۔ (تفسیر سعدی:2262/3)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (١٣) فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ (١٤)﴾ ''چنانچہ وہ تو بس ایک ڈانٹ ہوگی۔ پھر اچانک وہ ایک کھلے میدان میں ہوں گے'' (النازعات:14,13)

سوال2: زجرۃ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قیامت اور حشر کی سختیاں ہیں جو ڈانٹ کی طرح ہوں گی۔

سوال3: لوگ قبروں سے زندہ ہو کر کیسے نکل کھڑے ہوں گے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا اسرافیل عَلَیْہِ السَّلام صور پھونکیں گے تو سب اپنی آنکھوں سے قیامت کو دیکھ لیں گے۔

﴿وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ﴾

''اور وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے''(20)

سوال1: ﴿وَقَالُوْا یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ﴾ ''اور وہ کہیں گے: ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے'' یہی جزا کا دن ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالُوْا﴾ ''اور وہ کہیں گے'' اس دن کافر اپنے اوپر ملامت کرتے ہوئے کہیں گے۔

(2) ﴿یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ﴾ ''ہائے ہماری بدبختی! یہ تو جزا کا دن ہے'' وہ کہیں گے ہائے افسوس یہی جزا کا دن ہے جس کا ہم دنیا میں مذاق اڑایا کرتے تھے۔

سوال2: لوگ قیامت کو دیکھ کر کیا اعتراف کریں گے؟

جواب: لوگ بدحواس ہو کر کہیں گے ہائے ہماری خرابی یہ جزا کا دن ہے۔

سوال3: کیا اس دن ندامت کے اظہار کا کوئی فائدہ ہوگا؟

جواب: قیامت کے دن ندامت کے اظہار اور اعتراف کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

﴿هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾

''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے''(21)

سوال1: ﴿هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾ ''یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ﴾ ''یہ وہی فیصلے کا دن ہے'' فرشتے اور مومن کافروں کو شرمندہ کرنے کے لیے کہیں گے یہی فیصلے کا دن ہے۔

(2)﴿الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ﴾''جسے تم جھٹلایا کرتے تھے''اسی دن کو تو تم دنیا میں نہیں مانتے تھے تم اسے دور سمجھتے تھے۔

سوال 2: یہ بات کون کہے گا کہ یہ ہے فیصلے کا دن جس کو تم جھٹلاتے تھے؟

جواب: (1) یہ بات فرشتے کہیں گے۔ (2) یہ بات اہل ایمان کہیں گے۔ (3) یہ بات وہ آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے۔

سوال 2: فیصلے کے دن کیا ہوگا؟

جواب: فیصلے کے دن انسان کے اعمال کے مطابق جنت دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔

رکوع نمبر 6

﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ﴾

''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے''(22)

سوال 1: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ﴾''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا اور اُن کے جوڑوں کو بھی اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے'' ظالموں کو جمع کرلو، آیت کی رشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے اللہ تعالیٰ کے وجود کے اثبات، اس کے علم، اس کی قدرت، اس کی وحدانیت اور قیامت کے اثبات کے بعد آخرت میں کافروں کے حالات کا ذکر کیا ہے کہ کیسے انہیں جہنم کی طرف گھسیٹ کر لے جایا جائے گا اور کوئی ان کا مددگار نہ ہوگا جو انہیں عذاب سے نجات دلا سکے۔ پھر وہ ایک دوسرے کو کیسے ملامت کریں گے اور تابع دار کیسے اپنے سرداروں کے ساتھ جھگڑا کریں گے اور وہ سب عذاب میں مشترکہ طور پر شریک ہوں گے۔ انہوں نے دنیا میں کلمہ توحید سے اعراض کیا اور تکبر کیا اور رسول اللہ ﷺ کو شاعر اور مجنون کہا اور اس حق کو جو آپ ﷺ لے کر آئے یعنی قرآن کو جادوگری قرار دیا۔

(2)﴿اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا﴾''جمع کرو اُن سب لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا'' یعنی ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کر کے، شرک اور کفر کر کے اپنے اوپر ظلم کیا تھا۔

(3) یہاں ظلم سے مراد شرک ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ یَعِظُهٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ﴾''اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ اُس کو نصیحت کر رہا تھا، اے میرے چھوٹے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے''(لقمان:13)

(4)﴿وَاَزْوَاجَهُمْ﴾''اور اُن کے جوڑوں کو بھی'' یعنی جن کا عمل ان کے عمل کی جنس سے ہے یعنی ان جیسا ہے۔

(5) یعنی ایک ایک قسم کے گناہ گاروں کو علیحدہ کر دو، سود خوروں کو سود خوروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ، زنا کار زنا کاروں کے

ساتھ۔

(6)﴿وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور اُن کو بھی جن کی وہ عبادت کرتے تھے''، یعنی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے اس سے بت اور شیاطین مراد ہیں۔

(7) خود ساختہ معبودوں کو اکٹھا کرنے کا حکم دیا جائے گا۔

سوال 2: یہاں ظالموں سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہاں ظالموں سے مراد وہ لوگ ہیں جنھوں نے کفر، شرک اور نافرمانیاں کی ہوں گی۔

سوال 3: ظالموں کے ساتھیوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ظالموں کے ساتھیوں سے مراد شرک اور رسولوں کو جھٹلانے کے ساتھی۔ (2) اس سے مراد کفر اور شرک میں شامل ان کی بیویاں بھی ہو سکتی ہیں۔ (3) اس سے مراد جنات اور شیاطین بھی ہو سکتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے سوا کن کی عبادت کی جاتی ہے؟

جواب: بتوں کی، اللہ کے نیک بندوں کی۔

سوال 5: حشر کے دن ظالموں، اُن کے ساتھیوں اور جن کی وہ عبادت کرتے تھے ان سب کو اکٹھا کیوں کیا جائے گا؟

جواب: (1) اُن سب کو ذلیل اور بے حیثیت ثابت کرنے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔

(2) انہیں جہنم کا راستہ دکھانے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا۔

﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾

'' اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' (23)

سوال 1: ﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ '' اللہ تعالیٰ کے ماسوا پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' سب کو جہنم کا راستہ دکھاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے ماسوا''، یعنی جن کی وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے۔

(2)﴿فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ﴾ ''پھر اُن کی دوزخ کے راستے کی طرف راہ نمائی کرو'' ان سب کو اکٹھا کر کے جہنم کا راستہ دکھاؤ۔

(3) انہیں ہانک کر جہنم میں لے جاؤ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا﴾

''اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے، تو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ کرتا ہے تو آپ اللہ تعالیٰ کے سوا اُن کا کوئی سرپرست ہرگز نہیں پائیں گے، اور ہم قیامت کے دن اُنہیں اُن کے چہروں کے بل اندھا، گونگا اور بہرہ اُٹھائیں گے، اُن کا ٹھکانہ جہنم ہے، جب کبھی وہ بجھنے لگے گی تو ان کے بھڑکنے کو ہم اور زیادہ کردیں گے۔'' (بنی اسرائیل:97)

سوال 2: سب کو جمع کر کے جہنم میں کیوں ڈال دیا جائے گا؟

جواب: (1) اپنے اعمال کی جزا کے لیے ڈالا جائے گا۔ (2) یہ عملی طور پر دکھانے کے لیے کہ بت یا شریک نفع یا نقصان پہنچانے پر کوئی اختیار نہیں رکھتے۔

سوال 3: کیا نیک لوگوں کو بھی جن کی دنیا میں عبادت کی جاتی تھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا؟

جواب: نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم سے دور رکھے گا کیونکہ نیک لوگ کبھی اپنی عبادت کی دعوت نہیں دیتے۔

﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ﴾

''اور انہیں ٹھہراؤ یقیناوہ سوال کیے جائیں گے'' (24)

سوال 1: ﴿وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ﴾ ''اور انہیں ٹھہراؤ یقیناوہ سوال کیے جائیں گے'' ان سب سے باز پرس کی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَ﴾ ''اور'' اور جب ان سب کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ جہنم جانے والے ہیں تو کہا جائے گا۔

(2) ﴿قِفُوْهُمْ﴾ ''انہیں ٹھہراؤ'' یعنی جہنم میں جھونکنے سے پہلے انہیں پل صراط کے پاس ٹھہراؤ۔

(3) ﴿اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ﴾ ''یقیناوہ سوال کیے جائیں گے'' ان سے ان کے اعمال کی باز پرس ہوگی جو یہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ یوں ان کی سرعام رسوائی ہوگی۔

(4) ان سے ان کے تمام اقوال اور افعال کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ایسر التفاسیر:1287)

(5) نبی ﷺ نے فرمایا: ہر راہ نما جس نے لوگوں کی کسی بات میں راہ نمائی کی ہوگی ان کے ساتھ قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا۔ وہ نہ انہیں چھوڑے گا، نہ ان سے علیحدہ ہوگا۔ خواہ اس نے کسی ایک ہی شخص کی راہ نمائی کی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ (ترمذی)

سوال 2: یہ بات کب کہی جائے گی انہیں ٹھہراؤ ان سے ضروری سوال کیے جانے والے ہیں؟

جواب: یہ حکم جہنم میں لے جانے سے پہلے ہوگا کیونکہ حساب کے بعد ہی وہ لوگ جہنم میں جائیں گے۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟'' (25)

سوال 1: ﴿مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟'' آج ایک دوسرے کی حمایت کیوں نہیں کرتے! آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا لَكُمْ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے'' آج انہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو ایک دوسرے کی حمایت اور مدد کے بڑے دعوے کرتے تھے۔ آج وہ حمایت کیا ہوگی؟

(2) ﴿لَا تَنَاصَرُونَ﴾ ''تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے'' یعنی آج تمہارے ساتھ کیا ہوا؟ تم پر یہ کیا مصیبت آن پڑی کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتے، حالانکہ تم تو دنیا میں اس زعم باطل میں مبتلا تھے کہ تمہارے معبود تم سے عذاب کو دور کر دیں گے، تمہاری مدد کریں گے یا اللہ کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے؟ تو گویا وہ اس سوال کا جواب نہیں دیں گے کیونکہ ان پر ذلت اور بے چارگی چھائی ہوئی ہو گی اور وہ اپنے آپ کو جہنم کے عذاب کے حوالے کر رہے ہوں گے، وہ ڈرے ہوئے اور مایوس ہوں گے اور بول نہیں سکیں گے۔ (تفسیر سعدی: 2264,2263)

سوال 2: جہنم میں لے جانے سے پہلے کیا سوال کیا جائے گا؟

جواب: جہنم میں لے جانے سے پہلے یہ سوال کیا جائے گا کہ اب تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔

﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ﴾

''بلکہ وہ آج فرماں بردار ہیں'' (26)

سوال 1: ﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ﴾ ''بلکہ وہ آج فرماں بردار ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلْ هُمُ الْيَوْمَ﴾ ''بلکہ وہ آج'' آج تو ان کے حالات ہی بدل گئے آج وہ اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو مان گئے۔ آج وہ عذاب پر یقین کرنے لگے۔

(2) ﴿مُسْتَسْلِمُونَ﴾ ''فرماں بردار ہیں'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: کہ آج وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے حوالے کر رہے ہیں۔

(3) خوف اور مایوسی سے ان کی بولتی بند ہو جائے گی اور وہ فرماں بردار بن جائیں گے۔

سوال 2: جہنم کے راستے میں ٹھہرائے جانے والے لوگ جب سوال کا جواب نہیں دیں گے تو ان کی حالت پر کیا تبصرہ کیا جائے گا؟

جواب: ان لوگوں کے بارے میں کہا جائے گا کہ یہ لوگ تو اپنے آپ کو بے بسی میں ایک دوسرے کے حوالے کر رہے ہیں۔

﴿وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ﴾

''اوران کے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہوں گے،ایک دوسرے سے پوچھیں گے'' (27)

سوال 1:﴿وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ﴾''اوران کے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہوں گے،ایک دوسرے سے پوچھیں گے'' جہنم میں وہ ایک دوسرے سے کیسے جھگڑیں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ﴾''اوران کے بعض،بعض کی طرف متوجہ ہوں گے'' یعنی جن اور انسان ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔(جامع البیان:51/23)

(2) تابع دار اپنے سرداروں سے سوال کریں گے۔

(3)﴿يَّتَسَآءَلُوۡنَ﴾''ایک دوسرے سے پوچھیں گے'' یعنی وہ ان سے جھگڑیں گے اور انہیں ملامت کریں گے۔

سوال 2: کون لوگ ایک دوسرے سے قیامت کے دن تکرار شروع کردیں گے؟

جواب: ظالم اوران کے ساتھی اور جن کی یہ پرستش کرتے تھے ایک دوسرے سے تکرار شروع کردیں گے۔ ہر کوئی دوسرے کو اپنی بربادی کا ذمہ دار ٹھہرائے گا۔

﴿قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ﴾

''وہ کہیں گے کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے'' (28)

سوال 1:﴿قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ﴾''وہ کہیں گے کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے'' جہنم کے گڑھوں کے جھگڑوں کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوۡۤا﴾''وہ کہیں گے'' تابع دار جہنم کے گڑھوں میں سرداروں سے جھگڑا کریں گے۔

(2)﴿اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ﴾''کہ یقیناً تم ہمارے پاس دائیں طرف سے آتے تھے'' تم ہمیں قوت اور جبر سے گمراہ کرتے تھے۔تم ہمیں شرک اور برائیاں کرنے کا حکم دیتے تھے۔تم نہ ہوتے تو ہم ایمان والوں میں سے ہوتے۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِذۡ يَتَحَآجُّوۡنَ فِى النَّارِ فَيَقُوۡلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُنَّا لَـكُمۡ تَبَعًا فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّغۡنُوۡنَ عَنَّا نَصِيۡبًا مِّنَ النَّارِ (۴۷) قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا كُلٌّ فِيۡهَاۤ اِنَّ اللّٰهَ قَدۡ حَكَمَ بَيۡنَ الۡعِبَادِ (۴۸)﴾اور جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑے کریں گے تو کمزور لوگ اُن لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے:''یقیناً ہم تمہارے پیچھے چلنے والے تھے،تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹانے والے ہو؟'' جولوگ بڑے بنے ہوئے تھے وہ کہیں گے:''یقیناً ہم سب اس میں پڑے ہیں،یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان بلاشبہ فیصلہ کرچکا ہے۔'' (غافر:48,47)

(3) رب العزت نے شیطان کے گمراہ کرنے کے طریقہ واردات کے بارے میں فرمایا: ﴿ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمۡ مِّنۡۢ بَيۡنِ اَيۡدِيۡهِمۡ وَمِنۡ خَلۡفِهِمۡ وَعَنۡ اَيۡمَانِهِمۡ وَعَنۡ شَمَآئِلِهِمۡ‌ؕ وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ﴾ ''پھر میں لازماً اُن کے آگے سے اور اُن کے پیچھے سے اور اُن کے دائیں سے اور اُن کے بائیں سے اُن پر آؤں گا اور آپ اُن میں سے اکثر کو شکر گزار نہ پائیں گے۔'' (الاعراف:17)

سوال 2: دائیں طرف سے آنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے دین اور حق کے نام پر آنا۔

(2) کچھ لوگوں کا خیال ہے اس سے مراد صرف دائیں طرف سے نہیں ہر طرف سے آنا ہے۔

سوال 3: ظالم اپنے لیڈروں سے کیا کہیں گے؟

جواب: ظالم اپنے لیڈروں سے کہیں گے کہ تم ہمیں یقین دلاتے تھے کہ یہی دین حق ہے۔

﴿قَالُوۡا بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾

''وہ کہیں گے کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' (29)

سوال 1: ﴿قَالُوۡا بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''وہ کہیں گے کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' سرداروں کے جواب کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوۡا﴾ ''وہ کہیں گے'' سردار اور پیشوا کہیں گے۔

(2) ﴿بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ﴾ ''کہ بلکہ تم خود ہی ایمان لانے والے نہ تھے'' یعنی تم نے ایمان سے منہ موڑا تو ہم نے تمہاری کفر کی طرف راہ نمائی کی۔ تم نیک نہیں تھے تو ہم نے فساد بگاڑ کی طرف تمہاری راہ نمائی کی۔ تم توحید پر نہیں تھے تو ہم نے شرک کی طرف تمہاری راہ نمائی کی۔

(3) تمہارے دل میں ایمان تھا ہی کب جو ہم نے چھین لیا۔

(4) تمہارے دل ایمان سے خالی تھے ان میں کفر اور نافرمانیوں ہی کی صلاحیت تھی۔

(5) رب العزت نے جہنم کے جھگڑوں کے بارے میں فرمایا: ﴿وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ بِهٰذَا الۡقُرۡاٰنِ وَلَا بِالَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ‌ؕ وَلَوۡ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ مَوۡقُوۡفُوۡنَ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۖۚ يَرۡجِعُ بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضِ ۨالۡقَوۡلَ‌ۚ يَقُوۡلُ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لَوۡلَاۤ اَنۡتُمۡ لَـكُنَّا مُؤۡمِنِيۡنَ ‏(۳۱) قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡۤا اَنَحۡنُ صَدَدۡنٰكُمۡ عَنِ الۡهُدٰى بَعۡدَ اِذۡ جَآءَكُمۡ بَلۡ كُنۡتُمۡ مُّجۡرِمِيۡنَ ‏(۳۲) وَقَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِلَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا بَلۡ مَكۡرُ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ اِذۡ تَاۡمُرُوۡنَنَاۤ اَنۡ نَّكۡفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجۡعَلَ لَهٗۤ اَنۡدَادًا‌ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ‌ؕ وَجَعَلۡنَا الۡاَغۡلٰلَ فِىۡۤ

اَعۡنَاقِ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا ؕ هَلۡ يُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے اور نہ ہی اُس پر جو اس سے پہلے ہے، اور کاش! آپ دیکھیں جب ظالموں کو ان کے رب کے پاس کھڑا کیا گیا ہوگا ان میں سے ایک دوسرے کی بات کورد کر رہا ہوگا جو لوگ کمزور سمجھے گئے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے۔'' جو لوگ بڑے بنتے تھے وہ ان لوگوں سے کہیں گے جو کمزور سمجھے گئے: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا اس کے بعد کہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ بلکہ تم خود ہی مجرم تھے۔'' اور وہ لوگ جو کمزور سمجھے گئے ان لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے تھے بلکہ دن رات کی مکاری تھی جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے کفر کریں اور اُس کے ساتھ شریک بنائیں'' اور وہ ندامت کو چھپائیں گے جب وہ عذاب کو دیکھیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہم اُن کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے انہیں بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔'' (سبا:31-33)

سوال 2: گمراہوں کے لیڈر کیا جواب دیں گے؟

جواب: وہ کہیں گے: ''ایمان تم اپنی آزاد مرضی سے نہیں لائے اور آج اپنے جرم کا ذمہ دار ہمیں ٹھہرا رہے ہو؟''

﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ۚ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ﴾

''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' (30)

سوال 1: ﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ ۚ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ﴾ ''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا، بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' تمہاری حدود کو پھلانگنے کی عادت تھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ﴾ ''اور ہمارا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا'' ہماری بات میں کوئی زور تو نہیں تھا۔ ہماری بات کوئی دلیل پر مبنی تو نہ تھی۔

(2) ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں تھا۔ نہ ہم میں تم سے کفر کروانے کی کوئی قوت یا اختیار تھا۔

(3) ﴿بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ﴾ ''بلکہ تم خود ہی حد سے بڑھنے والے لوگ تھے'' تم میں سرکشی اور غرور تھا، تمہیں حدود سے پھلانگنے کی عادت تھی، اسی وجہ سے تم نے رسولوں کو جھٹلایا حالانکہ ان کے پاس قوی دلائل تھے لیکن تم ان کی مخالفت پر ڈٹے رہے۔

سوال 2: لیڈر اپنے آپ کو بری الذمہ ثابت کرنے کے لئے کیا کہیں گے؟

جواب: لیڈر کہیں گے ہمارا تم پر کوئی زور تو نہیں چلتا تھا۔ ہماری بات تمہیں اپنے مزاج کے مطابق نظر آئی تو تم نے اسے مان لیا۔ دراصل تم نے ہمارا نہیں اپنی خواہشات کا ساتھ دیا بلکہ تم خود سرکش لوگ تھے۔

﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ إِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾

''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں'' (31)

سوال 1: ﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ إِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾ ''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی، یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں'' ہماری قضاوقدر حق ثابت ہوگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ﴾ ''چنانچہ ہم پر ہمارے رب کی بات ثابت ہوگئی'' سردار تابع لوگوں سے کہیں گے کہ تم پر بھی اور ہم پر بھی اللہ تعالیٰ کی بات واجب ہوگئی۔ ہماری تقدیر ہم پر حق ثابت ہوگئی۔

(2) ﴿إِنَّا لَذَآئِقُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم (عذاب کا مزہ) چکھنے والے ہیں'' ہم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو بھگتیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی قضاوقدر میں ہم ازلی بدبخت ہیں۔ اور ہم پر یہ بات حق ثابت ہوگئی۔

سوال 2: لیڈر قیامت کے دن پکڑے جانے کے بارے میں کیا اعلان کریں گے؟

جواب: (1) لیڈر کہیں گے اب ہم عذاب کے مستحق ہوچکے ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہم پر حق بن کر آگیا۔

(3) اب ہمارے لئے عذاب کا مزا چکھنے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

﴿فَأَغْوَيْنٰكُمْ إِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾

''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا، بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے'' (32)

سوال 1: ﴿فَأَغْوَيْنٰكُمْ إِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾ ''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا، بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے'' تم نے ہماری دعوت قبول کرلی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَأَغْوَيْنٰكُمْ﴾ ''پس ہم ہی نے تمہیں بہکایا'' ہم نے تمہیں گمراہی کی دعوت دی۔

(2) ﴿إِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ﴾ ''بلاشبہ ہم خود ہی بہکے ہوئے تھے'' کیونکہ ہم خود گمراہ تھے۔ ہم نے تو تمہیں اس راستے کی طرف بلایا جس پر ہم خود قائم تھے۔ تم نے ہماری دعوت قبول کرلی۔ اس لیے ہمیں نہیں خود کو ملامت کرو۔

سوال 2: لیڈر گمراہ کرنے کا اعتراف کیسے کریں گے؟

جواب: (1) لیڈر اپنی بات کی خود نفی کریں گے پہلے تو انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا تم پر کون سا زور تھا کہ گمراہ کرتے۔

(2) اب یہاں اعتراف کریں گے کہ ہاں ہم نے تمہیں گمراہ کیا تھا لیکن ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کردیں گے کہ ہم نے تمہیں راہ حق سے بھٹکانا چاہا ہے تو تم ہمارے ساتھ بھٹکنے کے لئے تیار ہوگئے۔ (3) ہمارا جرم تو یہ ہے کہ تم ہمارے پیچھے چلنے لگ گئے تھے۔

﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾

''پھر یقیناوہ اُس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے'' (33)

سوال1:﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''پھر یقیناوہ اُس دن عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے'' وہ سب جہنم میں ہوں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فرمایا:﴿فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ﴾ ''پھر یقیناوہ اُس دن'' یعنی قیامت کے دن وہ سب تابع بھی اور سردار بھی۔

(2)﴿فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ﴾ ''عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے'' سب جہنم میں جائیں گے۔اس کے عذاب میں شریک ہوں گے۔جیسے دنیامیں وہ گمراہی میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔

(3) وہ شرک، شراور فساد میں ایک دوسرے کے شریک تھے۔(ایسر التفاسیر:1288)

سوال2: اس دن سب کے سب عذاب میں کیوں مشترک ہوں گے؟

جواب: اُس دن مشترکہ جرم یعنی شرک، شر، فساداور اللہ تعالیٰ کے نافرمانی کے کاموں کی وجہ سے سب لوگ عذاب میں مشترک ہوں گے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾

''یقیناہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' (34)

سوال1:﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''یقیناہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ﴾ ''یقیناہم ایسا ہی کرتے ہیں'' رب العزت نے فرمایا: ہمارا یہی دستور ہے، ہم ایسے ہی کیا کرتے ہیں۔

(2)﴿بِالْمُجْرِمِيْنَ﴾ ''مجرموں کے ساتھ'' مجرموں کے ساتھ جنہوں نے دنیامیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیں۔ایمان کی بجائے کفر اختیار کیا انہیں ہم دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور انہیں اوران کے ساتھیوں کو آگ میں جمع کریں گے۔

سوال2: گناہ گاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار کیا ہے؟

جواب: گناہ گار لوگ عذاب میں مشترک ہوں گے۔

﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

''یقینا یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے'' (35)

سوال1:﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ”یقیناً یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے“ مشرک تکبر کرتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ﴾ ”یقیناً یہ وہ لوگ ہیں کہ جب اُن سے کہا جاتا کہ“ یعنی جب دنیا میں غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں سے کہا جاتا تھا۔

(2)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کرتے تھے“ یعنی جب انہیں کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی تھی تو اس کو قبول کرنے سے اعراض کرتے تھے، تکبر سے منہ پھیر لیتے تھے، ناک بھوں چڑھاتے تھے۔

(3) مشرک لا الہ الا اللہ سننے کے روادار نہ تھے اس لیے اس دعوت کو پیش کرنے والے کے ساتھ تکبر اور غرور سے پیش آتے تھے۔

(4)”سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ، ابو طالب کی بیماری کے زمانہ میں ایک بڑی جماعت قریش کی ابو طالب کے پاس گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کی شکایت کی، ابو طالب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شکایت کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو ایک بات ایسی ان لوگوں کو بتلاتا ہوں، جس کے اختیار کرنے کے سبب سے سب ملک عرب وعجم ان کا تابعدار ہو جائے، جب ان جماعت کے لوگوں نے پوچھا کہ آخر وہ کیا بات ہے بیان تو کرو تو آپ نے کلمہ توحید پڑھ کر سنایا، یہ سنتے ہی بڑے تکبر سے ﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ﴿مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ﴾ کہتے ہوئے یہ سب لوگ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔“ (احسن التفاسیر:6/6)(ترمذی، نسائی)

(5)”سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ شخص جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا، وہ جنت میں نہیں جائے گا، ایک شخص نے کہا، ہر آدمی چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو اور اس کا جوتا اچھا ہو (تو کیا یہ تکبر ہے)؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے (اس لیے یہ تکبر نہیں ہے)، تکبر تو یہ ہے کہ انسان حق کو ٹھکرا دے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔“ (مسلم:265)

سوال2: جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ کس کے مقابلے میں تکبر کرتے تھے؟

جواب: یہ تکبر رب کے مقابلے میں نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے پیغمبر کے مقابلے میں تھا۔

﴿وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾

”اور وہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے پیچھے واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟“ (36)

سوال1:﴿وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾ ”اور وہ کہتے تھے کہ کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے پیچھے واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟“ کیا ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر ہم اپنے معبود چھوڑ دیں، آیت کی روشنی میں مشرکوں کی مخالفت کی

وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ﴾''اور وہ کہتے تھے''مشرک کلمہ حق کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے تھے۔

(2)﴿اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِـهَتِنَا﴾''کہ کیا ہم واقعی اپنے معبود چھوڑ دیں؟''کیا ہم اپنے ان معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے آباؤ اجداد عبادت کرتے تھے۔

(3)﴿لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ﴾''ایک دیوانے شاعر کے پیچھے''۔اس سے وہ رسول اللہ ﷺ مراد لیتے تھے۔اللہ ان کا برا کرے۔انہوں نے صرف آپ ﷺ سے روگردانی اور مجرد آپ کی تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے آپ پر بدترین حکم لگایا جو سب سے بڑے ظلم پر مبنی ہے۔انہوں نے آپ کو مجنون شاعر قرار دیا،حالانکہ انہیں خوب علم تھا کہ آپ شاعری جانتے ہیں نہ شعراء سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں اور نہ ان کی طرح شاعری کے کبھی اوصاف بیان کیے ہیں اور انہیں یہ بھی علم ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند اور سب سے زیادہ عظیم رائے کے حامل ہیں۔(تفسیر سعدی:2265/3)

سوال2:کافروں نے حق قبول نہ کرنے کے لئے کیا حُجت پیش کی؟

جواب:کافروں نے نبی ﷺ کو شاعر اور مجنون کہہ کر حجت پیش کی کہ اب اس کی خاطر تو ہم اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔

سوال3:نبی ﷺ پر شاعری اور دیوانگی کے الزام کا کیا مطلب تھا؟

جواب:(1)اس کا مطلب یہ تھا کہ قرآن شعراء اور دیوانے کی دیوانگی ہے حالانکہ وہ شاعری نہیں حقیقت ہے اور دیوانگی نہیں عقل مندی اور حکمت ہے۔(2)اس کا یہ مطلب بھی تھا کہ اس دعوت کو اپنانے میں ہلاکت ہے حالانکہ یہی دعوت نجات کا ذریعہ تھی۔

﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''بلکہ وہ تو حق لے کر آیا تھا اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی''(37)

سوال1:﴿بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾''بلکہ وہ تو حق لے کر آیا تھا اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی رسول اللہ ﷺ تو سچی باتیں لے کر آئے ہیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَلْ﴾''بلکہ''یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نہ دیوانے ہیں،نہ شاعر بلکہ:(2)﴿جَآءَ بِالْحَقِّ﴾''وہ تو حق لے کر آیا تھا''وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچی باتیں،سچی شریعت لے کر آئے ہیں۔

(3)وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ قرآن لے کر آئے ہیں۔(جامع البیان:54/23)

(4)آپ ﷺ کا آنا حق ہے اور آپ ﷺ کی کتاب اور شریعت حق ہے جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٢﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٣﴾ ''یقیناوہ ایک معزز پیغام لانے والے کا قول ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے''۔ (الحاقۃ:40۔43)

(5) ﴿فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ﴿٢٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿٣١﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٣٢﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿٣٤﴾﴾ ''پس آپ نصیحت کریں کہ اپنے رب کے فضل سے آپ ہرگز نہ کاہن ہیں اور نہ ہی دیوانے ہیں۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ یہ ایک شاعر ہے۔ جس پر ہم گردشِ زمانہ کا انتظار کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ تم بھی انتظار کرو، پس بلاشبہ میں بھی تمہارے ساتھ ہی انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔ یا اُن کی عقل اُنہیں یہی حکم دیتی ہے یا وہ لوگ ہی حد سے گزرنے والے ہیں؟ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود ہی اُسے گھڑ لیا ہے؟ بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ چنانچہ اگر وہ سچے ہیں تو اس جیسی ایک بات ہی بنا کر لے آئیں۔ (الطور:29-34)

(6) ﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ﴾ ''اور یقینا جو صبر کرے اور معاف کردے، تو بلاشبہ یہ یقینا بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔'' (شوریٰ:43)

(7) ﴿وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور اُس نے رسولوں کی تصدیق کی'' آپ ﷺ کی آمد سے رسولوں کی تصدیق ہوئی ہے۔ تمام انبیاء نے آپ ﷺ کے آنے کی بشارت دی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے ان سے عہد لیا تھا کہ جس زمانے میں نبی ﷺ مبعوث ہوں گے تو وہ ضرور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ کی مدد کریں گے۔ اب آپ ﷺ حق لے کر آئے ہیں اور وہ توحید ہے جس کی سارے انبیاء نے دعوت دی۔ آپ ﷺ سارے انبیاء کی رسالت پر ایمان لائے اور ان کی شریعت کی تصدیق کی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی دعوت کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب: (1) پیغمبر حق ہی لایا ہے اور اس کو پیش کر رہا ہے اور یہ وہ سچی دعوت ہے جو پچھلے انبیاء بھی دیتے رہے۔

(2) تم جسے شاعر اور مجنون کہتے ہو کیا یہ حق کسی دیوانے کے پریشان خیالات کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟

﴿اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾

''یقینا تم دردناک عذاب چکھنے والے ہو'' (38)

سوال 1: ﴿اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾ ''یقینا تم دردناک عذاب چکھنے والے ہو'' قیامت کے دن وہ سب دردناک

عذاب میں مبتلا ہوں گے، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّكُمْ﴾ ''یقیناتم'' یعنی مشرک، کافر، نافرمان سب۔

(2) ﴿لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ﴾ ''دردناک عذاب چکھنے والے ہو'' سب دردناک اور بھیانک عذاب کا مزہ چکھو گے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (٧١) ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (٧٢)﴾ ''اور تم میں سے ہر شخص اُس پر سے گزرنے والا ہے، یہ ہمیشہ سے آپ کے رب کی حتمی بات ہے جس کا فیصلہ کیا ہوا ہے۔ پھر ہم اُن لوگوں کو بچالیں گے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہے اور ہم ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (مریم: 72،71)

سوال 2: لوگوں کو کس جرم کی بناء پر دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا؟

جواب: لوگوں کو حق قبول نہ کرنے اور رسول کو شاعر اور دیوانہ کہنے اور اس کی تصدیق نہ کرنے کے جُرم میں دردناک عذاب کا مزہ چکھایا جائے گا۔

﴿وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾

''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' (39)

سوال 1: ﴿وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم عمل کیا کرتے تھے'' اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا تُجْزَوْنَ﴾ ''اور تمہیں اُسی کا بدلہ دیا جارہا ہے'' یعنی یہ جو بھیانک عذاب ہیں تمہارا بدلہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ (٣٨) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (٣٩)﴾ ''ہر شخص اس کے بدلے میں گروی ہے جو اس نے کمایا۔ مگر دائیں بازو والے۔'' (المدثر: 39،38)

(2) ﴿اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو تم عمل کیا کرتے تھے'' جو تم پر ظلم نہیں ہوگا وہ تمہارے ہی اعمال کا بدلہ ہوگا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اُس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (فصلت: 46)

سوال 2: لوگوں کو یہ کس وقت کہا جائے گا کہ تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے؟

جواب: یہ جہنمیوں کو اس وقت کہا جائے گا جب وہ ایک دوسرے سے تکرار کررہے ہوں گے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ عذاب الیم چکھانے کے بارے میں کیا وضاحت کریں گے؟

جواب: یہ تمہارے اپنے اعمال کا بدلہ ہے اور عین عدل ہے۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' (40)

سوال1: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' قیامت کے دن مخلص مسلمانوں کو نجات دی جائے گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا﴾ ''مگر'' یعنی جو لوگ عذابوں کا مزہ نہیں چکھیں گے، جنہیں نجات دی جائے گی۔

(2) ﴿عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کے خالص کیے ہوئے بندے'' وہ اللہ تعالیٰ کے مخلص اور بے لوث بندے ہیں جنہوں نے اپنے اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا اور اس کی طرف رجوع کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی انہیں اپنے لیے، اپنی رحمت کے لیے خاص کر لیں گے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے خالص بندوں کو عذاب سے محفوظ رکھا جائے گا۔ (2) ان کی غلطیوں اور کمیوں سے درگزر کیا جائے گا۔ (3) ان کی نیکیوں کا انہیں کئی گنا اجر دیا جائے گا۔

﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' (41)

سوال1: ﴿اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' مخلص لوگوں کے لیے جنت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ﴾ ''یہی لوگ ہیں'' یعنی یہی مخلص لوگ ہیں۔

(2) ﴿لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اُن ہی کے لیے معلوم رزق ہے'' جن کے لیے معلوم رزق یعنی جنت ہے جس میں وہ بڑی عزت سے رہیں گے۔

سوال2: جنتیوں کو کیا رزق دیا جائے گا؟

جواب: (1) جنتیوں کو ایسا رزق دیا جائے گا جو پہلے سے وہ جانتے ہوں گے۔ (2) اللہ تعالیٰ کی کتاب کے توسط سے وہ اپنے رزق کے بارے میں جانتے ہوں گے۔ (3) جنتیوں کو جو رزق دیا جائے گا وہ غذا بھی ہوگی جسم کے لئے اور متاع بھی ہوگا۔

﴿فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾

''لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے'' (42)

سوال1: ﴿فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''لذیذ پھل ہیں اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے'' جنت والے عزت سے رکھے جائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَوَاكِهُ﴾ ''لذیذ پھل ہیں'' یعنی جنت میں ان کا کھانا پینا لذت کے لیے ہوگا۔

(2) جنت میں تمام قسموں کے پھل ہوں گے جن کے رنگ خوب صورت اور ذائقے اعلیٰ ہوں گے جن سے وہ لذت لیں گے۔ ان پھلوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا۔ ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ ''نہ ختم ہونے والے اور نہ روک دیے جانے والے۔'' (الواقعۃ:33)

(3) ﴿وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ﴾ ''اور وہ عزت سے رکھے جائیں گے'' یعنی وہ جنت میں بڑی عزت اور شان وشوکت سے رہیں گے۔

(4) یعنی ان کی اہانت کی جائے گی نہ ان سے حقارت سے پیش آیا جائے گا بلکہ ان کی عزت، تعظیم اور توقیر کی جائے گی۔ وہ ایک دوسرے کی تکریم کریں گے، مکرم فرشتے ان کی تکریم کریں گے، وہ جنت کے ہر دروازے سے داخل ہوں گے اور بہترین ثواب کے ذریعے سے ان کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ سب سے معزز اور باوقار ہستی انہیں اکرام بخشے گی اور انہیں انواع واقسام کی تکریم سے نوازے گی جس میں قلب وروح اور بدن کے لیے نعمت ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2267/3)

(5) یعنی ان کی خدمت کی جائے گی۔ انعامات سے نوازا جائے گا، ان کا رتبہ بلند کیا جائے گا۔ (الاساس فی التفسیر:4700/8)

سوال2: اہل جنت کو جنت میں کس طرح رکھا جائے گا؟

جواب: اہل جنت کو معزز مہمانوں کی طرح رکھا جائے گا۔

﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾

''نعمت بھری جنتوں میں'' (43)

سوال1: ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''نعمت بھری جنتوں میں'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ﴾ ''نعمت بھری جنتوں میں'' (i) جنت آرام کی جگہ ہوگی۔ (ii) جنت میں کوئی مشقت نہ ہوگی۔ (iii) جنت میں ہر طرح کی خواہشات کو پورا کیا جائے گا۔ (iv) جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا ملے گی۔ (v) جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

(2) جنت میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی کے خیال میں گزریں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جتنی سی جگہ میں گھوڑ اسوار اپنے گھوڑے کے کوڑا کو رکھتا ہے، جنت کی

اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے‘‘ (صحیح بخاری باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ:461/1)

﴿عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾

’’تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے‘‘ (44)

سوال 1: ﴿عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ ’’تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے‘‘ جنت کی مجلسوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿عَلٰی سُرُرٍ﴾ ’’تختوں پر‘‘ اہل جنت کی مجلسوں کے لیے بلند بیٹھنے کی جگہیں ہوں گی، جو انتہائی خوب صورت ہوں گے۔ اہل ایمان سکون اور اطمینان کے ساتھ ٹیک لگا کر وہاں بیٹھیں گے۔

(2) ﴿مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ ’’آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے‘‘ وہ ایک دوسرے کی عزت کریں گے۔ ان کے دل ہر قسم کی کدورت سے پاک ہوں گے۔ جنتی ایسی مجلسوں پر انتہائی خوش ہوں گے ان کے دل ایک دوسرے سے پہلو تہی نہیں کریں گے۔ وہ آپس میں محبت کریں گے اور ایک دوسرے کا ادب کریں گے جس کی وجہ سے چہرے بھی ہشاش بشاش ہوں گے۔

(3) یہ روحانی لذت ہے جس کا ادراک عقل والے ہی کر سکتے ہیں۔ (تفسیر مراغی:170/8)

سوال 2: کیا اہل جنت کی آپس میں ملاقاتیں ہوں گی؟

جواب: اہل جنت کی آپس میں ملاقاتیں ہوں گی جن میں وہ آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾

’’اُن پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے‘‘ (45)

سوال 1: ﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾ ’’اُن پر صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر پھرائے جائیں گے‘‘ اہل جنت کے مشروبات اور ان کے جام کیسے ہوں گے؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿یُطَافُ عَلَیْهِمْ﴾ ’’اُن پر پھرائے جائیں گے جنت کے ویٹرز چاق و چوبند لڑکے ہوں گے جو اہل جنت کے پاس ان کے مشروبات لے کر آئیں جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۱۷) بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ (۱۸) لَّا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ (۱۹)﴾ ’’ان پر نوخیز لڑکے چکر لگائیں گے جو ہمیشہ (لڑکے ہی) رکھے جائیں گے۔ اُن پر جاری چشمے کی شراب کے ساغر، صراحیاں اور جام پیش کریں گے۔ اس سے نہ وہ سر درد میں مبتلا ہوں گے اور نہ وہ بہکیں گے۔‘‘ (واقعہ:17-19)

(2) ﴿بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ﴾ ’’صاف بہتی ہوئی شراب کے ساغر‘‘ خوب صورت جاموں میں لذیذ مشروبات لیے آ جا رہے ہوں گے جس میں انتہائی سرور ہوگا۔ جو پینے والوں کو اپنی لذت سے پر کیف، مخمور اور مسرور کر دے گی۔

(3)﴿مَّعِیْنٍ﴾یعنی جاری نہروں کی شراب ہوگی۔جس کے ختم ہونے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔

سوال2:اہل جنت کی ملاقاتوں کے دوران کیسی مہمان نوازی ہوگی؟

جواب:شراب کے ہروقت جاری رہنے والے چشموں سے شراب کے جام بھر بھر کر پلائے جائیں گے۔

﴿بَیْضَآءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾

''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی''(46)

سوال1:﴿بَیْضَآءَ لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾''سفید، پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی'' جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بَیْضَآءَ﴾''سفید'' یعنی چمکتی ہوگی۔سفید شراب جس کی نہر بہہ رہی ہوگی جو دل فریب اور دیدہ زیب ہوں۔

(2)﴿لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ﴾''پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی'' جس کو پی کر اہل جنت لذت محسوس کریں گے۔

(3)جنت کی شراب کے مضر اثرات نہیں ہوں گے۔

(4)یہ شراب دنیا کی شراب کی طرح مکروہ نہیں ہوگی کہ دیکھتے ہی گھن آئے۔جنت کی شراب کا ذائقہ پاکیزہ اور خوشبو نہال کرنے والی ہوگی۔

سوال2:جنت کی شراب کی کیا صفت بیان کی گئی ہے؟

جواب:جنت کی شراب صاف ستھری، لذیذ اور خوش رنگ ہوگی۔

﴿لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ﴾

''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے''(47)

سوال1:﴿لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ﴾''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے'' جنت کی شراب کا کوئی نقصان نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿لَا فِیْهَا غَوْلٌ﴾''نہ اُس میں دردِ سر ہوگا'' غول کے معنی خلاف طبیعت بات کے پیش آنے کے ہیں۔جنت کی شراب سے کوئی جسمانی تکلیف، پیٹ درد یا قولنج وغیرہ نہیں ہوگا، نہ سر چکرائے گا، نہ متلی آئے گی۔

(2)﴿وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ﴾''اور نہ وہ پی کر مدہوش کیے جائیں گے'' جنت کی شراب سے عقل زائل نہیں ہوگی کہ کوئی ناگوار صورتحال پیش آئے۔جنتیوں کے ہوش وحواس قائم رہیں گے۔ان کی عقلیں بہکیں گی نہیں۔

(3)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شراب میں چار باتیں پائی جاتی ہیں نشہ، سردرد، قے اور پیشاب اللہ تعالیٰ نے جنت کی شراب کو ان

چاروں باتوں سے پاک صاف رکھا ہے۔(مختصر ابن کثیر:684/2)

سوال 2: جنت کی شراب کی کیا خاص باتیں بیان کی گئی ہیں؟

جواب: جنت کی شراب کے مضر اثرات نہیں ہوں گے۔

(1) اس میں نشہ نہیں ہوگا کہ اس سے سر چکرا جائیں۔(2) جنت کی شراب سے قے نہیں آئے گی۔

(3) جنت کی شراب بدمست نہیں کرے گی۔(4) جنت کی شراب سے بہکنے کا اندیشہ نہیں ہوگا۔

﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾

''اور اُن کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی''(48)

سوال 1: ﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ﴾ ''اور اُن کے پاس نگاہیں بچانے والی موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی'' جنت کی حوریں کسی کو نگاہ غلط سے دیکھنا گوارا نہیں کرتیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے جنت کی نعمتوں کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے تاکہ لوگوں کے اندر ان کی نعمتوں کا شوق پیدا ہو۔

(2) ﴿وَعِنْدَهُمْ﴾ ''اور اُن کے پاس'' اہل جنت کے پاس عورتیں ہوگی۔

(3) ﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ ''نگاہیں بچانے والی'' جو اپنی نظروں کو شوہروں پر مرکوز رکھیں گی اور کسی پر نگاہ غلط ڈالنا گوارا نہیں کریں گی۔

(4) جنتی عورت اپنے شوہر سے شدید محبت کرنے والی ہوگی یہ ان کی پاکیزگی کی دلیل ہے۔

(5) ﴿عِيْنٌ﴾ ''موٹی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی'' یعنی حوریں بڑی بڑی آنکھوں والی حسن و جمال میں اپنا ثانی نہیں رکھتی ہوں گی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ''گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں'' ان کی آنکھیں حسن، حیا اور پاکیزگی کا اظہار کرنے والی ہوں گی۔(الرحمٰن:58)

سوال 2: اہل جنت کو کیسی عورتیں عطا کی جائیں گی؟

جواب: اہل جنت کو نگاہیں بچانے والی، بڑی اور موٹی آنکھوں والی حوریں عطا کی جائیں گی۔

سوال 3: جنتی عورت کی حیا کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی؟

جواب: جنتی عورت نگاہیں بچانے والی یعنی شوہر کے سوا کسی پر نگاہ ڈالنے والی نہ ہوگی۔

﴿كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾

''گویا وہ چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں''(49)

سوال1: ﴿كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''گویا وہ چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں'' حوروں کے چہروں اور جسموں کی رونق کی جو مثال دی گئی ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَاَنَّهُنَّ﴾ ''گویا وہ'' حوروں کے حسن کی مثال ہے۔

(2) ﴿بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ﴾ ''چھپا کر رکھے گئے انڈے ہیں'' گویا کہ وہ حوریں چھپائے ہوئے انڈے ہیں۔ یہ تشبیہ ان کے حسن، ان کے رنگ کی بے انتہا خوبصورتی اور اس کی تازگی کی بنا پر دی گئی ہے، اس میں کسی قسم کی کدورت اور میلا پن نہ ہوگا۔ (تفسیر سعدی: 2268/3)

(3) بعض مفسرین نے ''بیض مکنون'' کی تفسیر انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی سے کی ہے اور اس کی یہی تفسیر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ سے ''بیض مکنون'' کا مطلب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان کی (یعنی جنت کی حوروں کی) نرمی اور نزاکت اس جھلی جیسی ہوگی جو انڈے کے چھلکے سے چپکی ہوتی ہے اور اسے ''فرقی'' کہا جاتا ہے۔ (ابن جریر۔ ابن کثیر) (اشرف الحواشی: 536/1)

(4) حوروں کے رنگ کی مثال موتیوں سے دی گئی صاف شفاف جھلکتا ہوا رنگ جیسے ابھی تک کسی ہاتھ نے چھوا نہ ہو۔

سوال2: جنتی عورت کے بارے میں کیا وضاحت کی گئی؟

جواب: جنتی عورت انڈے کے چھلکے کے نیچے چھپی ہوئی جھلی کی طرح ہوگی جس کو نہ کسی کا ہاتھ لگ سکتا ہے نہ آنکھ دیکھ سکتی ہے اور انتہائی نرم و نازک بھی ہوتی ہے۔

﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾

''پھر ان میں سے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے'' (50)

سوال1: ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''پھر ان میں سے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہو کر ایک دوسرے سے سوال کریں گے'' شراب کی مجلس میں اہل جنت کے سوال کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''پھر ان میں سے بعض، بعض کی طرف متوجہ ہو کر'' جب جنت میں اہل جنت شراب کی مجلس پر اکٹھے ہوں گے۔ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ جنت کے خادم کھانے اور مشروبات لے کر گھوم رہے ہوں۔ ان کے لباس اور ان کی نعمتیں ایسی کہ کسی نے ان کا تصور تک نہ کیا ہو۔

(2) ﴿يَّتَسَآءَلُوْنَ﴾ ''ایک دوسرے سے سوال کریں گے'' اس وقت شراب کے دور کے ساتھ انہیں دنیا یاد آئے گی کہ کیسے ہم دکھ اور تکلیفیں کاٹتے تھے اور چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے دنیا کے حالات پوچھیں گے۔

سوال2: جنتی ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے کیا بات کریں گے؟

جواب: جنت میں اہل جنت ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر دنیا کے واقعات یاد کریں گے اور ایک دوسرے کو سنائیں گے۔

﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴾

''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ یقیناً میرا ایک ساتھی تھا'' (51)

سوال1:﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴾ ''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ یقیناً میرا ایک ساتھی تھا'' جنتی دنیا کے ساتھی کو کیسے یاد کریں گے، وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا'' مجلس میں سے ایک جنتی کہے گا۔

(2)﴿اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ﴾ ''کہ یقیناً میرا ایک ساتھی تھا'' دنیا میں میرا ایک ساتھی تھا جو موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ وہ میرے عقیدے پر میرا مذاق اڑاتا اور مجھے ملامت کرتا تھا۔

(3) قرین ایسے ساتھی یا دوست کو کہتے ہیں جو اپنا ہم عمر ہو یا بہادری، قوت اور اسی طرح کے دیگر اوصاف میں ہمسر ہو اور اس لفظ کا استعمال عموماً برے معنوں میں ہوتا ہے۔ (تیسیر القرآن:707/3)

سوال2: جنتی ایک دوسرے کو اپنے بارے میں کیا بتائیں گے؟

جواب: جنتی ایک دوسرے کو ہر طرح کے واقعات بتائیں گے مثلاً دوستوں کے بارے میں جیسا کہ یہاں کہا گیا کہ میرا ایک دوست تھا۔

﴿يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ﴾

''وہ کہتا تھا کہ کیا یقیناً تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' (52)

سوال:﴿يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ﴾ ''وہ کہتا تھا کہ کیا یقیناً تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' بعث اور جزا کے عقیدے پر ساتھی کی تنقید کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يَّقُوْلُ﴾ ''وہ کہتا تھا'' یعنی قیامت کا منکر ساتھی کہتا تھا۔

(2)﴿اَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ﴾ ''کیا یقیناً تم واقعی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' کیا تم بھی قیامت کو، موت کے بعد کی زندگی اور جزا سزا کو مانتے ہو؟ بڑی حیرت کی بات ہے۔ تم ایسے ناممکن معاملے کی تصدیق کیسے کرتے ہو؟

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾

''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم یقیناً واقعی جزا دیے جانے والے ہیں؟'' (53)

سوال:﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم یقیناً واقعی جزا دیے جانے والے ہیں؟'' مٹی ہوجانے کے بعد جزا سزا ہوگی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ءَاِذَا مِتْنَا﴾ ''کیا جب ہم مرجائیں گے'' جب ہم مرنے کے بعد بکھر جائیں گے۔

(2)﴿وَ كُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا﴾ ''اور مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے'' ہمارا گوشت مٹی اور ہم ہڈیوں کا پنجر ہوجائیں گے۔

(3)﴿ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ﴾ ''تو کیا ہم یقیناً واقعی جزا دیے جانے والے ہیں؟'' کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں رہ جائیں گے تو ہمیں جزا سزا دی جائے گی؟ کیا اس وقت ہمارا حساب کتاب ہوگا اور ہمیں ہمارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

(4) جنتی اپنے ساتھیوں سے کہے گا میں تو ایمان پر قائم رہا اور وہ قیامت کو جھٹلاتا رہا یہاں تک کہ ہمیں موت آگئی اور اب ہمیں دوبارہ زندہ کیا گیا اور ہمارے رب نے اپنے وعدے کے مطابق ہمیں نعمتوں بھری جنت میں پہنچا دیا۔ اس وعدے کے مطابق مجھے یقین ہے کہ میرا ساتھی عذاب میں مبتلا ہوگا۔

﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾

''وہ کہے گا کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' (54)

سوال:﴿قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾ ''وہ کہے گا کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' آؤ دوزخ میں اسے جھانک کر دیکھیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''وہ کہے گا'' یعنی جنتی کہے گا۔

(2)﴿هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ﴾ ''کہ کیا تم جھانک کر دیکھنے والے ہو؟'' آؤ اس ساتھی کو دوزخ میں جھانک کر دیکھیں۔

(3) وہ اس لیے جھانک کر دیکھیں گے تاکہ جنت کے سرور میں اور اضافہ ہو۔ پھر وہ کافر ساتھی کا حال دیکھنے لگ جائیں گے۔

﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾

''پس وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا'' (55)

سوال: ﴿فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ﴾ ''پس وہ جھانکے گا تو اُسے جہنم کے درمیان میں دیکھے گا'' وہ اپنے ساتھی جہنم میں جھلستا پائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاطَّلَعَ﴾ ''پس وہ جھانکے گا'' وہ اپنے ساتھی کو جھانک کر دیکھے گا۔

(2)﴿فَرَاٰهُ﴾ ''تو اسے دیکھے گا'' جنتی اپنے ساتھی کو دیکھ لے گا۔

(3)﴿فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ﴾ ''جہنم کے درمیان میں'' وہ اسے جہنم کے بیچ میں جھلستا ہوا دیکھے گا جیسے کوئی انگارہ دہک رہا ہو۔

﴿قَالَ تَاللّٰہِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾

''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' (56)

سوال:﴿قَالَ تَاللّٰہِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾ ''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' تم مجھے تباہ کرنے والے تھے، جنتی کے قول کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ تَاللّٰہِ﴾ ''کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم!'' جنتی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا۔

(2)﴿اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ﴾ ''قریب تھا کہ تم واقعی مجھے تباہ کر دیتے'' مومن اپنے جہنمی ساتھی سے کہے گا کہ تو تو مجھے شبہات سے ہلاک ہی کر ڈالتا۔ اگر میں تیری بات مان لیتا تو تو مجھے اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔

﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾

''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' (57)

سوال:﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾ ''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' مومن اپنے جہنمی ساتھی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ﴾ ''اور اگر میرے رب کا احسان نہ ہوتا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے ایمان کی توفیق دی اور برے دوست سے دور رکھا۔

(2)﴿لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ﴾ ''تو میں بھی اُن حاضر شدہ لوگوں میں ہوتا'' یعنی اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا اور مجھے گمراہی سے نہ بچاتا تو میں تیرے ساتھ دوزخ میں جھلس رہا ہوتا۔

(3) یہ میرے رب کی رحمت ہے کہ اس نے مجھے ایمان پر جمائے رکھا اور مجھے توحید پر ثبات عطا فرمایا۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کا کینہ نکال دیں گے، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: ''(الحمدللہ) سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے لئے ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی بھی ہدایت نہ پاتے، بلاشبہ یقیناً ہمارے رب کے رسول یقیناً حق ہی لائے تھے'' اور وہ پکارے جائیں گے: ''یہ جنت کہ جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، اس کا بدلہ ہے جو تم عمل کرتے

تھے۔'' (الاعراف:43)

﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾

''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' (58)

سوال:﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ﴾ ''تو کیا ہم مرنے والے نہیں ہیں؟'' مومن جنت کی رونقوں اور عزت والے گھر کی بہاروں سے خوش ہو کر کہے گا۔ اب ہم ہمیشہ جئیں گے، ہمیں کبھی موت نہیں آئے گی۔

﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾

''مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' (59)

سوال:﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''مگر پہلی بار کی ہماری موت اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' نہ موت کا اندیشہ، نہ عذاب کا خطرہ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى﴾ ''مگر پہلی بار کی ہماری موت'' یعنی دنیا میں جو موت آگئی سو آگئی اب کبھی موت نہیں آئے گی۔

(2)﴿وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ﴾ ''اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں ہیں'' یعنی جنت میں داخل ہونے کے بعد اب ہمیں عذاب کا کوئی خطرہ نہیں۔

(3) سلامتی ہے، راحت ہے، خوش گوار اور سدا بہار زندگی ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

''یقیناً یہی تو بڑی کامیابی ہے'' (60)

سوال:﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''یقیناً یہی تو بڑی کامیابی ہے'' جنت کا مل جانا بہت بڑی کامیابی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''یقیناً یہی تو'' یعنی دوزخ سے نجات پانا اور دار السلام (جنت میں) داخل ہونا بڑی کامیابی ہے جو دائمی نعمتوں کا گھر ہے۔

(2)﴿لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''بڑی کامیابی ہے'' بے شک یہ البتہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ جس کے ذریعے سے ہر وہ بھلائی حاصل

ہوتی ہے جسے نفوس چاہتے ہیں اور ہر وہ چیز دور ہوتی ہے جس کو نفوس ناپسند کرتے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور کامیابی مطلوب ہو سکتی ہے؟ یا یہ سب سے بڑا مطلوب ومقصود ہے جہاں ربِ ارض وسما کی رضا نازل ہوتی ہے، جہاں اہل ایمان اس کے قرب سے فرحت، اس کی معرفت سے لذت، اس کے دیدار سے مسرت اور اس سے ہم کلام ہو کر طرب وراحت حاصل کریں گے۔ (تفسیر سعدی: 3/2270)

﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾

''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' (61)

سوال: ﴿لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ ''ایسی کامیابی کے لیے تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' جنت کے لیے عمل کرنے چاہئیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لِمِثْلِ هٰذَا﴾ ''ایسی کامیابی کے لیے'' یعنی اس عطا اور عظیم فضل کے لیے۔

(2) ﴿فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ﴾ ''تو لازم ہے کہ عمل کرنے والے عمل کریں'' یہی مطلوب ومقصود سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زندگی کے بہترین سانس صرف کیے جائیں اور سب سے زیادہ اس لائق ہے کہ عقل منداصحاب معرفت اس کے لیے جدوجہد کریں۔ نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ دور اندیش آدمی کے اوقات میں کوئی ایسا وقت گزرے جس میں وہ ایسے عمل میں مشغول نہ ہو جو اسے اس منزل مقصود تک پہنچاتا ہے، تب اس کا کیا حال ہے جو اپنے گناہوں کے ذریعے سے ہلاکت کے گڑھے میں گرتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 3/2270)

(3) یعنی جنت جیسی نعمت اور کامیابی کے لیے دنیا میں عمل کرنے والوں کو عمل کرنے چاہئیں۔

﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾

''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟'' (62)

سوال: ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟'' زقوم کی ضیافت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا﴾ ''کیا یہ ضیافت اچھی ہے'' رب العزت نے فرمایا کیا اہل جنت کی یہ میزبانی، ان کے کھانے پینے، مجلس اور لذتیں بہتر ہیں یا جہنم میں دیے جانے والے عذاب۔

(2) ﴿اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ﴾ ''یا تھوہر کا درخت؟'' جہنمیوں کا کھانا جو زقوم کا درخت ہے اور پیپ ملا کھولتا ہوا پانی اچھا ہے۔

(3) ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے سمندروں میں ٹپکا دیا جائے تو باشندگان زمین کی ساری معاش

بگڑ جائے اس سے اندازہ کرو کہ جس کا کھانا زقوم ہو اس کی بدمزگی کراہت طبع اور نا گواری کی کیا حالت ہوگی۔ابو عمران خولانی کی روایت سے ابو نعیم نے اور زوائد الزہد میں عبداللہ بن احمد نے بیان کیا ہے کہ زقوم میں سے آدمی جتنا نوچے گا زقوم اس آدمی کا بھی اتنا ہی گوشت نوچ لے گا۔(تفسیر مظہری:23/10)(4) جنتیوں کا کھانا بہتر ہے یا جہنمیوں کا کھانا؟

﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ﴾

''ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے''(63)

سوال:﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ﴾''ہم نے اُسے ظالم لوگوں کے لیے فتنہ بنایا ہے'' زقوم گناہ گاروں کے لیے فتنہ ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً﴾''ہم نے اُسے فتنہ بنایا ہے''یعنی زقوم کے درخت کو رب العزت نے گناہ گاروں کے لیے فتنہ بنا رکھا ہے۔

(2)﴿لِّلظّٰلِمِیْنَ﴾''ظالم لوگوں کے لیے''یعنی جنہوں نے شرک،کفر اور نافرمانی کے کام کیے اور اپنے اوپر ظلم کیا ان کے لیے زقوم کو فتنہ بنادیا ہے۔

(3) کافر کہا کرتے تھے آگ تو درخت کو جلا ڈالتی ہے پھر آگ کا درخت کیسے ہوگا؟ابن زبعری نے سرداران قریش سے کہا تھا کہ محمد ﷺ ہم کو زقوم سے ڈراتے ہیں حالانکہ بربری زبان میں زقوم کا معنی ہے مکھن اور کھجور ابو جہل ابن زبعری کو اپنے گھر میں لایا اور باندی سے کہا جاریہ ہمارے لئے زقوم لاؤ باندی مکھن اور کھجوریں لے آئی،ابو جہل نے کہا زقوم کھاؤ یہ وہ زقوم ہے جس سے محمد ﷺ تم کو ڈراتے ہیں۔(تفسیر مظہری:23/10)

﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ﴾

''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''(64)

سوال:﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ﴾''یقیناً وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''زقوم جہنم کی جڑ میں پیدا ہوتا ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهَا شَجَرَةٌ﴾''یقیناً وہ ایک درخت ہے''یعنی زقوم کا درخت۔

(2)﴿تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ﴾''جو دوزخ کی تہ سے نکلتا ہے''زقوم جہنم کی جڑ میں پیدا ہوتا ہے اس کے اگنے کی جگہ جہنم کی جڑ یعنی عین وسط ہے۔اس کے اگنے کی جگہ بدترین ہے جو اس کے بدترین اوصاف کی دلیل ہے۔

﴿طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ﴾

''اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' (65)

سوال:﴿طَلۡعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ﴾ ''اُس کا خوشہ ایسا ہے گویا وہ شیاطین کے سر ہیں'' زقوم کی شاخوں کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿طَلۡعُهَا﴾ ''اُس کا خوشہ ایسا ہے'' یعنی زقوم کی شاخیں۔

(2)﴿كَاَنَّهٗ﴾ ''گویا وہ'' اس کی مثال ایسے ہے جیسے

(3)﴿رُءُوۡسُ الشَّيٰطِيۡنِ﴾ ''شیاطین کے سر ہیں'' اصل میں لفظ ''رؤس الشیاطین'' استعمال ہوا ہے جس کا لفظی ترجمہ ''شیطانوں کے سر'' ہیں اللہ تعالی دوزخ میں پیدا ہونے والے تھوہر کی کلیوں کو ان کی انتہائی بھیانک شکل کا تصور پیش کرنے کے لئے شیطانوں کے سروں سے تشبیہ دی ہے۔(اشرف الحواشی:536/1)

﴿فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمٰلِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ﴾

''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' (66)

سوال:﴿فَاِنَّهُمۡ لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا فَمٰلِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ﴾ ''پس بلاشبہ وہ اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' جہنمیوں کا کھانا زقوم ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاِنَّهُمۡ﴾ ''پس بلاشبہ وہ'' یعنی شرک، کفر اور نافرمانی کرنے والے۔

(2)﴿لَاٰكِلُوۡنَ مِنۡهَا﴾ ''اُس میں سے یقینا کھانے والے ہیں'' بھوک کی شدت کی وجہ سے زقوم سے کھانے والے ہیں۔

(3)﴿فَمٰلِـُٔوۡنَ مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ﴾ ''پھر اُسی سے پیٹ بھرنے والے ہیں'' جہنمیوں کو زقوم سے پیٹ بھرنا ہی پڑے گا۔ وہ اس درخت سے کھائیں گے جو حلق میں اٹکنے والا، بے حد بدمزہ، انتہائی نقصان دہ، انتہائی سڑا ہوا ہوگا جیسا کہ فرمایا﴿لَيۡسَ لَهُمۡ طَعَامٌ اِلَّا مِنۡ ضَرِيۡعٍ ﴿۶﴾ لَّا يُسۡمِنُ وَلَا يُغۡنِىۡ مِنۡ جُوۡعٍ ﴿۷﴾﴾ ''سوکھی خاردار جھاڑی کے سوا اُن کے لیے کوئی کھانا نہ ہوگا۔ جو نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک میں کافی ہوگا۔'' (الغاشیہ 7,6)

(4)﴿اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوۡمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الۡاَثِيۡمِ ﴿۴۴﴾ كَالۡمُهۡلِ ۚ يَغۡلِىۡ فِى الۡبُطُوۡنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلۡىِ الۡحَمِيۡمِ ﴿۴۶﴾﴾ ''یقیناً زقوم کا درخت۔ گناہ گار کا کھانا ہے۔ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح پیٹ میں جوش مارے گا۔ کھولتے ہوئے پانی کے جوش مارنے کی طرح۔'' (الدخان:46-43)

﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمۡ عَلَيۡهَا لَشَوۡبًا مِّنۡ حَمِيۡمٍ﴾

''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' (67)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' جہنمیوں کے مشروب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا﴾ ''پھر یقیناً اس پر اُن کے لیے'' یعنی جہنمیوں کو زقوم کھانے کے لیے دیا جائے گا۔

(2)﴿لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ﴾ ''کھولتے ہوئے پانی کی آمیزش ہے'' گرم، سخت کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جیسا کہ فرمایا ﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ڬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَاۗءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَاۗءَهُمْ (۱۵)﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور اُن کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے، کیا وہ اُس کی طرح ہیں جو آگ میں ہمیشہ رہنے والا ہے؟ اور اُن کو گرم کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ اُن کی آنتیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔'' (محمد:15)

(3)﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَمَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَاۗءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَاۗءَتْ مُرْتَفَقًا (۲۹)﴾ ''اور آپ کہہ دیں تمہارے رب کی جناب سے یہی حق ہے پھر جو چاہے سو وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو وہ کفر کرے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی لپٹیں انہیں گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں پگھلے ہوئے تانبے جیسا پانی دیا جائے گا جو چہروں کو بھون ڈالے گا، بڑا ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بری آرام گاہ ہے۔'' (الکہف:29)

﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾

''پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی'' (68)

سوال:﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ ''پھر بے شک اُن کی واپسی یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی'' جہنمیوں کے ٹھکانے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ﴾ ''پھر بے شک اُن کی واپسی'' یعنی پھر اس کے بعد وہ جہنم کی طرف لوٹیں گے جو ان کا ٹھکانہ ہے۔

(2)﴿لَاِلَى الْجَحِيْمِ﴾ ''یقیناً دوزخ کی طرف ہوگی'' جہنم کی طرف ان کی واپسی ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی، انگارے برسا رہی ہوگی۔

(3) بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے پہلے گرم پانی پلانے کے لئے ان کو کھولتے پانی کے مقام پر لے جایا جائے گا پھر لوٹا کر جحیم میں لے آیا جائے گا گرم پانی کا مقام جحیم سے باہر ہوگا۔ (تفسیر مظہری:24/10)

﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ﴾

''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا'' (69)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّیْنَ﴾ ''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا'' انہوں نے بے دلیل آباؤ اجداد کی پیروی کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ﴾ ''یقیناً اُن لوگوں نے اپنے باپ دادا کو پایا'' انہوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا اس چیز نے انہیں جہنم میں پہنچا دیا۔ جب انہیں کہا جاتا تھا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تو وہ تکبر کرتے تھے اور کہتے تھے ہم نے اپنے باپ دادا کو یہ کرتے نہیں پایا۔

(2) انہوں نے بے دلیل آباؤ اجداد کی پیروی کی اور گمراہ ہو گئے۔

﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ﴾

''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے'' (70)

سوال: ﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ یُهْرَعُوْنَ﴾ ''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر دوڑتے چلے گئے'' وہ قدموں کے نشانات پر دوڑتے ہی چلے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ﴾ ''پھر وہ اُن ہی کے نقش قدم پر'' وہ باپ دادا کے قدموں کے نشانات پر دوڑتے ہی چلے گئے۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف توجہ ہی نہ کی۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو قابل اعتنا نہ سمجھا۔

(2) ﴿یُهْرَعُوْنَ﴾ ''دوڑتے چلے گئے'' وہ ان کے پیچھے گمراہی میں دوڑتے ہی چلے گئے اور جب خیر خواہوں نے ان کو توجہ دلائی تو انہوں نے کہا: ﴿وَكَذٰلِكَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّذِیْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَاۤ ۙ اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۲۳)﴾ ''اور اسی طرح تم سے پہلے ہم نے کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا نہیں بھیجا مگر اُس کے خوش حال لوگوں نے کہا کہ یقیناً ہم نے جب اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا اور یقیناً ہم اُن ہی کے نقشِ قدم کی پیروی کرنے والے ہیں۔'' (الزخرف:23)

﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ﴾

''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے'' (71)

سوال:﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے لوگوں میں سے اکثر گمراہ ہو چکے'' ان کے پیش رو بھی گمراہ ہوئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ﴾ ''اور بلا شبہ یقیناً اُن سے پہلے گمراہ ہو چکے'' رب العزت نے ان سے پہلی قوموں کی خبر دی ہوئی ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ گمراہ ہو گئے۔

(2) ﴿اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں میں سے اکثر'' یعنی پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہوئی۔ ان میں سے کم لوگ ہی ایمان لائے۔ ان میں سے کثیر لوگوں نے غیر اللہ کو اپنا معبود بنالیا تھا۔

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾

''اور بلا شبہ اُن میں ہم نے یقیناً ڈرانے والے بھیجے'' (72)

سوال:﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ ''اور بلا شبہ اُن میں ہم نے یقیناً ڈرانے والے بھیجے'' اللہ تعالیٰ نے ان میں انبیاء بھیجے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ﴾ ''اور بلا شبہ اُن میں ہم نے یقیناً بھیجے'' رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ ہم نے ان میں انبیاء بھیجے۔

(2)﴿مُّنْذِرِيْنَ﴾ ''ڈرانے والے'' جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے۔ جو شرک اور بت پرستی کے برے انجام کی تنبیہ کرتے تھے۔ جو انہیں گمراہی سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے قہر وعذاب سے ڈراتے تھے۔

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''سو آپ دیکھیں کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!'' (73)

سوال:﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''سو آپ دیکھیں کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!'' جھٹلانے والوں کا برا انجام ہوا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَانْظُرْ﴾ ''سو آپ دیکھیں'' یعنی آپ ﷺ غور فرمالیں۔

(2)﴿كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''کہ اُن کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا!'' جن لوگوں نے رسولوں کی مخالفت کی، اپنی ضد نہیں چھوڑی اور ہٹ دھرمی کی، انبیاء کو جھٹلایا آخر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ رسوائی اور تباہی کے سوا ان کے ہاتھ کچھ نہیں آیا۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے'' (74)

سوال: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے''، مخلص مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ﴾ ''سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے'' یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے عذاب سے نجات پا گئے، وہ ہلاک نہیں ہوئے۔

(2) ﴿الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''جو خالص کر دیے گئے''، مخلص لوگ عقیدے کے اعتبار سے خالص ہوتے ہیں، اپنے اعمال کے اعتبار سے خالص ہوتے ہیں۔ (3) جنہوں نے اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا۔ (تفسیر قاسمی: 111/14)

(4) سوائے اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کے۔ یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص کا حامل بنایا اور ان کو ان کے اخلاص کے سبب سے، اپنی رحمت کے لیے مختص کیا۔ تب ان کا انجام قابل ستائش ہوا۔ (تفسیر سعدی: 2272/3، 2273)

رکوع نمبر 7

﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾

''اور نوح نے ہمیں پکارا یقیناً کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں!'' (75)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ ''اور نوح نے ہمیں پکارا یقیناً کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں'' سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی گئی، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ﴾ ''اور نوح نے ہمیں پکارا'' رب العزت نے اپنے بندے سیدنا نوح علیہ السلام کے بارے میں آگاہ فرمایا ہے کہ انہوں نے ایک طویل مدت تک قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا مگر قوم کی نفرت میں اضافہ ہی ہوا۔ آخر کار انہوں نے اپنے رب سے دعا کی۔

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ ''اور نوح نے کہا: ''اے میرے رب! تو زمین پر کافروں میں کسی رہنے والے کو نہ چھوڑ۔'' (نوح: 26)

(2) ﴿قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ﴾ ''نوح نے کہا: اے میرے رب! تو میری مدد فرما اس وجہ سے جو اُنہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔'' (المؤمنون: 26)

(3) سیدنا نوح علیہ السلام نے رب العزت سے دعا کی تھی ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ تو اُس نے اپنے رب کو پکارا: میں بے بس

ہوں۔ سوتو بدلہ لے لے!'' (القمر:10)

(4) سیدنا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جو ایذائیں دی تھیں اس کی وجہ سے وہ ان سے مایوس ہو گئے اور انہوں نے ان کی ہلاکت کی بد دعا کی۔ اس کی دو وجوہات تھیں (i) تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین نافرمانوں سے پاک ہو جائے (ii) تاکہ وہ عبرت بن جائیں جن سے بعد آنے والی امتیں نصیحت حاصل کریں۔ (تفسیر ماوردی:5/53)

(5) ﴿فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ﴾ ''یقینا کیا ہی اچھے قبول کرنے والے ہیں'' رب العزت نے اپنی مدح بیان فرمائی ہے کہ ہم خوب سننے والے اور خوب جواب دینے والے ہیں۔ (6) رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچالیا اور کافروں کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا کیسے قبول کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی قوم کو طوفان بھیج کر ہلاک کر دیا۔

﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾

''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی'' (76)

سوال: ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو بڑے غم سے نجات دی'' نوح علیہ السلام اور اہل ایمان بچائے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ﴾ ''اور ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی'' رب العزت نے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی انھیں اور ان کے گھر والوں کو بچالیا گیا۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے اہل (گھر والوں) سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان پر ایمان لائے۔ (شوکانی)(اشرف)

(2) سیدنا نوح علیہ السلام کے ساتھ جن لوگوں کو بچایا گیا ان کی تعداد 80 بتائی جاتی ہے۔

(3) ﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بڑے غم سے'' اور ''کرب عظیم'' بڑی مصیبت سے مراد طوفان میں غرق ہونا بھی ہو سکتا ہے اور قوم کا جھٹلانا اور ستانا بھی۔ (شوکانی)

(4) اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو یعنی اہل ایمان کو کرب عظیم سے نجات دی کافروں کو سیلاب میں غرق کر دیا۔

﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا'' (77)

سوال: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا'' سیدنا نوح علیہ السلام آدم ثانی ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾''اور ہم نے اُس کی نسل کو باقی رہنے والا بنایا''سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کی نسل کو اللہ تعالیٰ نے باقی رکھا۔(2)سام،حام اور یافث سے نسل چلائی۔(3)تمام انسان سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کی نسل سے ہیں۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''(78)

سوال1:﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾''اور ہم نے پچھلوں میں اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کو دائمی ثنائے حسن سے نوازا گیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾''اور ہم نے اس کے ذکرِ خیر کو چھوڑ دیا''رب العزت نے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کی ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2)﴿فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾''پچھلوں میں''یعنی قیامت تک آنے والوں کے لیے۔

(3)قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کو دائمی ثنائے حسن سے نوازا۔(جامع البیان:70/23)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کے ذکرِ خیر کو کیسے باقی رکھا؟

جواب:قیامت تک کے لیے سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام پر اہل ایمان سلام بھیجتے رہیں گے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾

''سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں!''(79)

سوال1:﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾''سلام ہے نوح پر تمام جہانوں میں!''نوح عَلَیْہِ السَّلام پر سلامتی ہو،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ﴾''سلام ہے نوح پر''یعنی سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کے لیے تمام انسانوں اور تمام جہانوں میں سلام۔

(2)﴿فِي الْعٰلَمِيْنَ﴾''تمام جہانوں میں''یعنی قیامت تک کے لوگ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کے لیے سلامتی کی دعائیں کرتے رہیں گے۔

(3)تمام قومیں اور تمام مذاہب کے لوگ سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کے ذکرِ خیر اور ثنائے حسن کو جاری رکھیں گے۔(زاد المسیر:249/6)

سوال2:سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کی قوم کو غرق کر دیا اللہ نے ان کی قدر دانی کیسے کی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے اپنے دور میں سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام کو بڑے طوفان اور لوگوں کی اذیتوں سے بچا لیا۔

(2)اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ان کا ذکرِ خیر باقی چھوڑ دیا۔سیدنا نوح عَلَیْہِ السَّلام پر سب سلام بھیجتے ہیں اور بھیجتے رہیں گے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

”یقیناہم نیکی کرنے والوں کوایسا ہی بدلہ دیتے ہیں“ (80)

سوال1:﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾”یقیناہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں“ اللہ تعالیٰ محسنین کے ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾”یقیناایسا ہی“یعنی جیسے ہم نے سیدنا نوح علیہ السلام کے لیے ذکرِ خیر، ثنائے حسن اور جہان والوں کی جانب سے سلامتی کی دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

(2)﴿نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾”نیکی کرنے والوں کو ہم بدلہ دیتے ہیں“ محسنین کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ رب العزت ان کے احسان کے مطابق دنیا میں ان کے ذکرِ خیر اور ثنائے حسن کو پھیلاتا ہے۔

(3)سیدنا نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی لوگوں کو 950 سال رب العزت کی طرف بلایا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کیا جیسا کہ فرمایا:﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ﴾”نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے۔“ (الرحمٰن:60)

(4)رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾”یقینااللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں۔“ (النحل:128)

(5)﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾”اور جنہوں نے ہماری خاطر پوری کوشش کی، انہیں ہم ضرور اپنے راستے دِکھائیں گے اور بلاشبہ یقینااللہ تعالیٰ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔“ (العنکبوت:69)

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مثال سے احسان کرنے والوں کو کیا خوشخبری دی ہے؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام کی مثال سے احسان کرنے والوں کو خوش خبری دی ہے کہ جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کی دعا قبول کی ایسے ہی محسنین کی دعائیں قبول ہوں گی۔(2)جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کی ذریت کو باقی رکھا ایسے ہی محسنین کے لیے خوش خبری ہے۔

(3)جیسے سیدنا نوح علیہ السلام کا ذکرِ خیر بعد کی نسلوں میں جاری رکھا ایسے ہی احسان کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بدلہ دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

”یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا“ (81)

سوال:﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾”یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا“ سیدنا نوح علیہ السلام مومن بندے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّهٗ﴾”یقیناوہ“ یعنی سیدنا نوح علیہ السلام۔

(2)﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' رب العزت نے ان کی ثنا ان کے ایمان کی وجہ سے بیان کی ہے کہ وہ ہمارے مومن بندے تھے۔انہیں ہماری ملاقات کا یقین تھا وہ توحید پرست تھے۔

(3) سیدنا نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبودیت میں خالص تھے۔کامل ایمان اور یقین والے تھے۔

(4) اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے کہ ایمان بندوں کے لیے بلند ترین منزل ہے، جو تمام شرائع اور اس کے اصول وفروع پر مشتمل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کی، ان کے ایمان کی بنا پر مدح وثنا کی ہے۔(تفسیر سعدی:3/2273،2274)

﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾

''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا''(82)

سوال:﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' باقی سب کا نام ونشان مٹ گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا'' قوم نوح کے کفر، شرک اور جھٹلانے کے بعد انہیں طوفان سے غرق کر دیا۔تمام نافرمان ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔

(2) ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا سب اللہ تعالیٰ کے عذاب میں پکڑے گئے۔ان کا برائیوں کے ساتھ تذکرہ باقی ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اُسے جھٹلا دیا، تو ہم نے اُس کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ تھے اور جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا ان کو ہم نے ڈبو دیا، یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔'' (الاعراف:64)

﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾

''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے بلاشبہ ابراہیم تھا''(83)

سوال 1:﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ﴾ ''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے بلاشبہ ابراہیم تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی سیدنا نوح علیہ السلام کے دین اور سنت پر ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ﴾ ''اور یقیناً اُسی کے گروہ میں سے'' یہاں لفظ شیعہ استعمال ہوا ہے۔شیعہ ایسے فرقہ یا پارٹی کو کہتے ہیں جن کے عقائد آپس میں ملتے جلتے ہوں مگر دوسروں سے مختلف ہوں۔مطلب یہ ہے کہ توحید اور معاد کے بارے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھی وہی عقائد تھے جو سیدنا نوح علیہ السلام کے تھے اور یہ تو واضح سی بات ہے کہ تمام انبیاء کی اصولی تعلیم ایک ہی جیسی رہی ہے۔اور اسی اصولی

تعلیم کا نام دین ہے۔ (تیسیر القرآن:711/3)

(2) ﴿لَاِبۡرٰهِيۡمَ﴾ ”بلاشبہ ابراہیم تھا“ انبیاء علیہم السلام اصول دین میں سب ایک راہ پر ہیں، اور ہر پچھلا پہلے کی تصدیق وتائید کرتا ہے۔ اسی لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا نوح علیہ السلام کے گروہ سے فرمایا: ﴿وَاِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمۡ فَاتَّقُوۡنِ﴾ ”اور یقیناً یہ تمہاری اُمّت ایک ہی اُمّت ہے اور میں تمہارا رب ہوں۔ سو تم مجھ سے ہی ڈرو۔“ (المومنون:52) (تفسیر عثمانی:457/2)

(3) سیدنا نوح علیہ السلام کے دین وسنت پر خلیل اللہ بھی ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1691/2)

(4) سیدنا نوح علیہ السلام اور ان لوگوں کے گروہ میں جو نبوت، رسالت، دعوت الی اللہ اور قبولیت دعا میں آپ کے طریقے پر ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ بھی شامل ہیں۔ (تفسیر سعدی:2275/3)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام بھی سیدنا نوح علیہ السلام کے گروہ میں سے تھے۔ اس گروہ کے لوگوں کی کیا خصوصیات تھیں؟

جواب: (1) یہ لوگ توحید پرست تھے۔ (2) یہ لوگ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (3) ان لوگوں کی دعوت ایک تھی۔

﴿اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ﴾

”جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا“ (84)

سوال 1: ﴿اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ﴾ ”جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا“ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سلیم القلب تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ﴾ ”جب وہ اپنے رب کے پاس آیا“ یعنی وہ اپنے رب کے پاس شرک، شک اور غیر اللہ کی طرف التفات سے پاک ہو کر آئے۔ (ایسر التفاسیر:1294)

(2) ﴿بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ﴾ ”قلب سلیم لے کر“ جب کہ وہ اپنے رب کے ہاں صاف دل لے کر آئے۔ شرک شبہات وشہوات سے جو تصور حق اور اس پر عمل کرنے سے مانع ہیں۔ جب بندۂ مومن کا قلب ہر برائی سے پاک اور سلامت ہو گا، تو اسے ہر قسم کی بھلائی حاصل ہو گی۔ بندۂ مومن کا سلیم القلب ہونا یہ ہے کہ اس کا دل مخلوق کو دھوکہ دینے، ان سے حسد کرنے اور اس قسم کے دیگر برے اخلاق سے سلامت اور محفوظ رہے۔ (تفسیر سعدی:2275,2274/3)

(3) قلب سلیم شرک اور برائی سے محفوظ دل کو کہتے ہیں جس میں یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقدارِ عبادت نہیں ہے۔ اللہ برحق ہے اور زندگی بعد موت یقینی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1691/2)

(4) ہر قسم کی علتوں اور آفات نفسہ سے سالم دل جیسے حسد، کینہ وغیرہ اور بری نیتوں سے پاک دل۔ (تفسیر المراغی:1691/2)

(5) رب العزت نے قلب سلیم کی جزا کے بارے میں فرمایا: ﴿یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ (۸۸) اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ (۸۹)﴾ ’’جس دن نہ مال کام آئے گا اور نہ بیٹے مگر جو اللہ تعالیٰ کے پاس سلامتی والے دل کے ساتھ آئے۔‘‘ (الشعراء: 89,88)

(6) سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار ہو جاؤ! جسم میں گوشت کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ (خوب) سن لو! وہ ٹکڑا دل ہے۔ (بخاری: 52)

(7) سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا سلیم (تندرست، صحت مند) دل مؤمن کا ہے اور بیمار دل کافر اور منافق کا (اس قول پر آیت میں ہر مومن مراد ہوگا)۔ ابو عثمان نیشاپوری رحمہ اللہ نے کہا سلیم (سالم خالی) دل اس کا ہے جو ہر بدعت سے خالی ہو اور سنت پر قائم ہو یعنی آیت میں اہل سنت و الجماعت مراد ہیں۔ (تفسیر مظہری: 354/8)

سوال 2: قلب سلیم کسے کہتے ہیں؟

جواب: (1) قلب سلیم سلامت دل جس کے اندر اخلاص ہو۔ (2) جو دل دنیا کے فتنوں اور آلودگیوں سے پاک ہو۔
(3) جو دل اللہ کے آگے جھکا ہوا ہو۔ (4) جو اللہ سے خالص محبت رکھے۔ (5) جو دل کفر، شرک اور نفاق سے پاک ہو۔

﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾

’’جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ’’تم کس کی عبادت کرتے ہو؟‘‘ (85)

سوال 1: ﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾ ’’جب اُس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: ’’تم کس کی عبادت کرتے ہو؟‘‘ ابراہیم نے اپنے والد اور قوم پر کیسے حجت قائم کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذۡ قَالَ لِاَبِیۡهِ وَقَوۡمِهٖ﴾ ’’جب اُس نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے کہا‘‘ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم پر حجت قائم کرتے ہوئے کہا۔
(2) ﴿مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾ ’’تم کس کی عبادت کرتے ہو؟‘‘ یعنی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کر رہے ہو تم پر تعجب ہے۔

سوال 2: ﴿مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾ کے سوال سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کس حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کو توجہ دلائی کہ ان چیزوں کی حقیقت کو دیکھیں۔ جن کی آپ پرستش کرتے ہیں۔ کیا یہ اس قابل ہیں کہ کوئی ان کی بندگی کرے یا یہ کہ کوئی ان کا غلام ہو؟

﴿اَئِفۡكًا اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِیۡدُوۡنَ﴾

''کیا تم اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں کو چاہتے ہو؟'' (86)

سوال 1: ﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ﴾ ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں کو چاہتے ہو؟'' تم جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ کی بجائے من گھڑت معبودوں'' تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جو تمہارا سچا معبود ہے، جھوٹے معبودوں کی عبادت کرتے ہو۔

(2) ﴿تُرِيْدُوْنَ﴾ ''تم چاہتے ہو؟'' جن کے بارے میں تمہارا گمان ہے کہ وہ معبود ہیں وہ عبادت کا حق نہیں رکھتے تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہو۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے والد کے شعور کو بیدار کرنے کے لیے بت پرستی کی حقیقت کیسے واضح کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے بارے میں واضح کیا کہ یہ بت پتھر کے ہی ہیں ناں! اور خود گھڑے ہیں۔ ان کے من گھڑت ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہو؟

﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟'' (87)

سوال: ﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''تو تمہارا جہانوں کے رب کے بارے میں کیا گمان ہے؟'' تمہارا کیا گمان ہے رب العالمین کے بارے میں کہ وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ تم غیر اللہ کی عبادت کرو اور تم اس سے نہ ڈرو۔

(2) جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو اور اپنے شرک پر قائم ہو تو جانتے ہو اس کی کیا سزا ہے؟ تمہارا کیا گمان ہے کہ تم نے جہانوں کے بادشاہ کے شریک بنا دیے جب تم اس کے حضور جاؤ گے وہ تمہارے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ اور شرک کے برے انجام سے بچ جاؤ۔

﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ﴾

''پس ابراہیم نے تاروں پر ایک نظر ڈالی'' (88)

سوال 1: ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ﴾ ''پس ابراہیم نے تاروں پر ایک نظر ڈالی'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَظَرَ نَظْرَةً﴾ ''پس ابراہیم نے ایک نظر ڈالی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نظر ڈالی۔

(2) ﴿فِي النُّجُوْمِ﴾ ''تاروں پر'' یعنی تاروں کی طرف دیکھتے ہوئے موقع غنیمت جانا اور گھر رہنے کا فیصلہ کیا۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے علم النجوم کی ممانعت کیوں فرمائی، تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ علم النجوم پر غور کرنے کے بعد لوگ حوادث کو ستاروں کی کارگزاری نہ سمجھنے لگیں۔ (تفسیر مظہری: 25/10)

(4) سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حدیبیہ میں رات کو بارش ہوئی صبح کو رسول اللہ ﷺ نے ہم کو نماز پڑھائی نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو معلوم ہے فرمایا: میرے بندوں میں سے کچھ لوگوں نے مجھے مانا اور کچھ لوگوں نے نہیں مانا جن لوگوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے ہم پر بارش ہوئی وہ مجھے ماننے والے اور ستاروں کو مؤثر حقیقی نہ ماننے والے ہوئے اور جنہوں نے کہا فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ان کا ایمان مجھ پر نہیں ہوا وہ ستاروں کو ماننے والے ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

سوال 2: یہ واقعہ کس وقت کا ہے؟

جواب: یہ واقعہ ان دنوں کا ہے کہ جن دنوں ان کی قوم عید کے طور پر قومی تہوار منایا کرتی تھی۔

﴿فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾

تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں بیمار ہوں'' (89)

سوال 1: ﴿فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں بیمار ہوں'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کا عذر کیوں پیش کیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَقَالَ﴾ ''تو اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2) ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ ''یقیناً میں بیمار ہوں'' تمام لوگ جب میلے میں جا رہے تھے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے تنہائی میں بت توڑنے کے لیے ذومعنی فقرہ بولا جو اصل میں صحیح ہے انہوں نے آپ کو جسمانی طور پر بیمار سمجھا جب کہ وہ دلی بیماری میں مبتلا تھے۔ وہ اپنی قوم کی بت پرستی سے دل برداشتہ تھے۔

(3) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، سوائے تین موقعوں کے، ایک موقع پر فرمایا: ﴿اِنِّیْ سَقِیْمٌ﴾ ''میں بیمار ہوں'' دوسرے موقع پر فرمایا: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا﴾ ''بلکہ بتوں کے ساتھ یہ سلوک ان کے بڑے نے کیا ہے'' اور تیسرے موقع پر اپنی بیوی کے بارے میں فرمایا: یہ میری بہن ہے۔ (بخاری: 3358)

﴿فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ﴾

''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے'' (90)

سوال: ﴿فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ﴾ ''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے'' سب لوگ میلے میں چلے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ مُدۡبِرِيۡنَ﴾ ''چنانچہ وہ اُس سے منہ موڑ کر چلے گئے'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے عذر کو قبول کر کے لوگ میلے میں چلے گئے۔ (2) سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کو موقع مل گیا کہ وہ خود ساختہ معبودوں کو توڑ سکیں۔

﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾

''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا، تو اُس نے کہا: ''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟'' (91)

سوال 1: ﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ ''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا، تو اُس نے کہا: ''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟'' اور سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام بت خانے میں گھس گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمۡ﴾ ''وہ اُن کے بتوں کی طرف چپکے سے گیا'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام تیزی سے، چپکے چپکے بت خانے میں گھس گئے اور بتوں کے پاس جا پہنچے۔

(2) ﴿فَقَالَ﴾ ''تو اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے تمسخر سے کہا۔

(3) ﴿اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ﴾ ''کیا تم کھاتے نہیں ہو؟'' تم لوگ اپنے سامنے پڑے ہوئے قسم قسم کے کھانے کیوں نہیں کھاتے؟

(4) لوگ جاتے وقت بتوں کے پاس برکت کے لیے کھانے رکھ گئے تھے۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بتوں کی طرف توجہ کر کے یہ کیوں کہا تھا کہ کیا تم کھاتے نہیں ہو؟

جواب: سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے ان کے سامنے مختلف قسم کے کھانے رکھے ہوئے دیکھے تھے جو انہیں پیش کیے گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے یہ سوال کیا کہ پیش کیے گئے کھانوں کو کھاتے کیوں نہیں ہو۔

﴿مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ﴾

''تمہیں کیا ہے؟ تم بولتے نہیں ہو'' (92)

سوال 1: ﴿مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ﴾ ''تمہیں کیا ہے؟ تم بولتے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا لَكُمۡ﴾ ''تمہیں کیا ہے؟'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام نے بتوں سے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

(2) ﴿لَا تَنۡطِقُوۡنَ﴾ ''تم بولتے نہیں ہو'' تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ تم کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہو کہ کلام بھی نہیں کر سکتے۔

حیوانات تو کھاتے پیتے بولتے ہیں تم تو ان سے بھی گئے گزرے ہو پھر عبادت کے لائق کیسے ہو سکتے ہو؟

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی بے بسی کو کیسے واضح کیا اگر چہ وہاں کوئی موجود نہیں تھا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس سوال سے کہ تم بولتے کیوں نہیں؟ ظاہر کیا ہے کہ وہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے تھے اس لیے انہوں نے جواب نہیں دیا۔

﴿فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًاۢ بِالۡيَمِيۡنِ﴾

''پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا'' (93)

سوال 1: ﴿فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًاۢ بِالۡيَمِيۡنِ﴾ ''پھر وہ دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے اُن پر پل پڑا'' بت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ﴾ ''پھر وہ اُن پر پل پڑا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام بتوں پر ٹوٹ پڑے۔

(2) ﴿ضَرۡبًاۢ بِالۡيَمِيۡنِ﴾ ''دائیں ہاتھ سے مارتے ہوئے'' انہوں نے سیدھے ہاتھ سے ضربیں لگا کر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ انہوں نے توڑ پھوڑ کر بتوں کو چھوڑ دیا، بس بڑے کو ہاتھ نہیں لگایا تا کہ وہ اس کی طرف رجوع کریں۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انہیں مار مار کر توڑ ڈالا۔

﴿فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ﴾

''پھر وہ دوڑتے ہوئے اُس کی طرف آئے'' (94)

سوال: ﴿فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ﴾ ''پھر وہ دوڑتے ہوئے اُس کی طرف آئے'' لوگوں کو بت شکن کی تلاش تھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ﴾ ''پھر وہ اُس کی طرف آئے'' جب لوگ میلے سے واپس آئے اور انہوں نے اپنے خداؤں کا یہ حال دیکھا تو انہیں سمجھ نہیں آئی کہ یہ حرکت کس نے کی ہے کہنے لگے ﴿قَالُوۡا مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ''کس نے ہمارے معبودوں کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ بلاشبہ وہ یقیناً ظالموں میں سے ہے۔'' (الانبیاء: 59)

ان سے کہا گیا: ﴿قَالُوۡا سَمِعۡنَا فَتًى يَّذۡكُرُهُمۡ يُقَالُ لَهٗۤ اِبۡرٰهِيۡمُ﴾ ''لوگوں نے کہا: ''ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔'' (الانبیاء: 60) انہوں نے کہا ایک نوجوان کہتا تھا: ﴿وَتَاللّٰهِ لَاَكِيۡدَنَّ اَصۡنَامَكُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا

مُدْبِرِيْنَ﴾ ''اور اللہ کی قسم! میں تمہارے بتوں کے لیے ضرور ایک خفیہ تدبیر کروں گا، اس کے بعد کہ تم پیٹھ پھیر کر جاؤ گے۔'' (الانبیاء:57)

کھوج کرید کے بعد انہیں معاملہ سمجھ آیا کہ یہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا پھر وہ آپ کے پاس آئے۔

(2)﴿يَزِفُّوْنَ﴾ ''دوڑتے ہوئے'' لوگ بھاگے بھاگے آپ کے پاس آئے تا کہ آپ کو ڈانٹیں، دھمکائیں اور مزہ چکھائیں۔

(3) انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ملامت کی تو انہوں نے کہا: ﴿قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (٦٣) فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ (٦٤) ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَاۗءِ يَنْطِقُوْنَ (٦٥) قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ (٦٦)﴾ ''ابراہیم نے کہا: ''بلکہ اُن کے بڑے نے یہ کیا ہے چنانچہ اگر وہ بولتے ہیں تو اُنہی سے پوچھو۔'' تو وہ اپنے دلوں کی جانب مائل ہوئے سو انہوں نے کہا: ''یقیناً تم ہی ظالم ہو۔'' پھر وہ اپنے سروں پر الٹے کر دیے گئے، بلاشبہ یقیناً تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔ ابراہیم نے کہا: ''تو کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں کچھ بھی نفع نہیں دے سکتے اور نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں؟'' (الانبیاء:63-66)

﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾

اُس نے کہا: ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' (95)

سوال 1: ﴿قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ اُس نے کہا: ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' ہاتھوں سے تراش کر انہیں پوجتے ہو؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2)﴿اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ﴾ ''کیا تم اُن کی عبادت کرتے ہو جن کو تم ہاتھ سے تراشتے ہو؟'' تم کیسے عجیب لوگ ہو تم نے سچے معبود کو تو چھوڑ دیا اور ان کے پیچھے پڑ گئے ہو جن کو ہاتھوں سے گھڑتے ہو؟ (3) تم کیسے ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کے خلاف تعصب ہونے پر کیا حجت قائم کی؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فطری دلیل دی انہوں نے کہا ہاتھ سے پہلے خود بناتے ہو پھر ان کی عبادت کرتے ہو۔

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾

''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو'' (96)

سوال 1: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو'' انسان اور اس کے کاموں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

(2)﴿وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اس کو جو تم عمل کرتے ہو'' اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی پیدا کیا ہے جن کو تم پوجتے ہو بت، ستارے سبھی کچھ اسی نے پیدا کیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا، تمہارے اعمال کو بھی ہر چیز مخلوق ہے۔ یہ بتاؤ تم خالق کو چھوڑ کر مخلوق کی عبادت کیسے کرتے ہو؟ لوگو! تمہارے پاس عقل نہیں ہے کیا۔(صفوۃ التفاسیر:35/3)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب:(1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا وہ تمہارا خالق ہے۔(2) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے تو ان کو بھی پیدا کیا ہے جن کو تم بناتے ہو اب خود ہی انصاف سے کام لو کہ خالق عبادت کے لائق ہے یا مخلوق۔

﴿قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ﴾

''انہوں نے کہا: ''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اُسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو'' (97)

سوال 1:﴿قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اُسے آگ کے آلاؤ میں پھینک دو'' جھوٹے معبودوں کو توڑنے کی جو سزا تجویز کی گئی، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿قَالُوا﴾ ''انہوں نے کہا'' معبودوں کو توڑنے کی سزا تجویز کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا﴾ ''اُس کے لیے ایک عمارت بناؤ'' اس کے لیے عمارت یعنی بلند جگہ بناؤ۔

(3)﴿فَاَلْقُوْهُ فِى الْجَحِيْمِ﴾ ''پھر اُسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو'' عمارت کو لکڑیوں سے بھر کر اس میں آگ لگا کر اسے جہنم بنا دو پھر اس میں مجرم کو ڈال کر جلا دو۔ یہ ہے ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا۔

(4) یہ ہمارے معبودوں کو توڑنے کی سزا ہے: مقاتل رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ قوم سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں کا ایک احاطہ تعمیر کیا دیواروں کی بلندی تیس ہاتھ اور چوڑائی دس ہاتھ رکھی پھر اس احاطہ میں لکڑیاں بھر دیں اور لکڑیوں میں آگ لگا دی۔(تفسیر مظہری:29/10)

(5) پھر نمرودی آگ کو رب العزت نے گل وگلزار کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو تو وہ جلا نہیں سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تدبیریں رائیگاں کر دیں تو وہ جل بھن کر رہ گئے۔

سوال 2: قوم نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دلیل پر کیا جواب دیا؟

جواب: قومی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے ایک عمارت بناؤ اور اسے آگ کے الاؤ میں پھینک دو۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا استدلال سادہ تھا لیکن قوم نے کیوں توجہ نہ دی؟

جواب: قوم نے غفلت کی وجہ سے اور باطل پر نہ ہونے کی وجہ سے استدلال پر توجہ نہیں دی۔

سوال 4: اہل باطل دلیل کے جواب میں تشدد پر کیوں اتر آئے؟

جواب: آگ اور تشدد کے سوا اہل باطل کے پاس کوئی استدلال نہیں تھا۔

﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾

''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا''(98)

سوال 1: ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا'' قوم کی سازش کو ناکام بنا دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا﴾ ''پھر انہوں نے اُس سے ایک چال چلنے کا ارادہ کیا'' قوم ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اپنی تدبیر سے انہیں جلانا چاہا یعنی بدترین طریقے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ ''پھر اُس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے کہا: ''قتل کر دو اُسے یا جلا دو اُس کو،'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اُسے آگ سے نجات دی، بلا شبہ اس میں اُن کے لیے یقینا نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔'' (العنکبوت:24)

(2) ﴿فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں سب سے نیچا کر دیا'' رب العزت نے ان کی تدبیر کو خاک میں ملا دیا اور انہیں ذلیل اور پست کر دیا۔ (3) رب العزت نے آگ کو ٹھنڈا کر کے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے سلامتی بنا دیا اور انہیں غلبہ عطا فرمایا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ (69) وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (70)﴾ ''ہم نے کہا: ''اے آگ! ابراہیم پر ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی والی بن جا اور انہوں نے اُس سے ایک سازش کا ارادہ کیا، چنانچہ ہم نے اُنہیں سب سے زیادہ خسارے والے بنا دیا۔'' (الانبیاء:70,69)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے ان کے خلاف چال چلی مگر وہ چال ان پر الٹی پڑ گئی، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) انسان چالیں چلتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ کمزور انسانوں کی تدابیر کیا کر سکتی ہیں؟

(2) انسانوں کے مقابلے میں جب رب کی تدابیر آ جائیں تو انسانوں کی تدابیر الٹی پڑتی ہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے کیسے ان کو نیچا کر دیا؟

جواب: انہوں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنا چاہا اللہ نے اس کو گل وگلزار بنادیا۔

﴿وَقَالَ اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ﴾

''اور اُس نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' (99)

سوال 1: ﴿وَقَالَ اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ سَيَهۡدِيۡنِ﴾ ''اور اُس نے کہا: ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ہجرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَقَالَ﴾ ''اور اُس نے کہا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

(2) ﴿اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ﴾ ''یقیناً میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں'' یعنی میں اپنے رب کی طرف ہجرت کر کے شام کی بابرکت زمین کی طرف جانے والا ہوں۔

(3) ﴿سَيَهۡدِيۡنِ﴾ ''وہ ضرور میری راہ نمائی کرے گا'' یعنی میرا رب ضرور میری ایسے امور کی طرف راہ نمائی فرمائے گا جس میں میرے لیے خیر اور بھلائی ہو گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَعۡتَزِلُكُمۡ وَمَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَاَدۡعُوۡا رَبِّىۡ ‌ۖ عَسٰٓى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّىۡ شَقِيًّا﴾ ''اور میں تم سے بھی کنارہ کشی کرتا ہوں اور ان سے بھی جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا تم پکارتے ہو۔ اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکارنے میں نامراد نہیں ہوں گا۔'' (مریم:48)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب کی طرف کیسے چلے گئے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام عراق میں تھے وہاں سے ہجرت کر کے شام کی طرف چلے گئے۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام رب پر کس اعتماد سے نکلے تھے؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس اعتماد سے نکلے تھے کہ عنقریب رب راہنمائی فرمائے گا۔

﴿رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾

''اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' (100)

سوال: ﴿رَبِّ هَبۡ لِىۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾ ''اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' نیک اولاد کے لیے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿رَبِّ﴾ ''اے میرے رب'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد دعا مانگی کہ اے میرے رب۔

(2)﴿هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما'' یعنی مجھے نیک اور صالح اولاد عطا فرما جو خاندان کا بدل ہو اور میری زندگی اور میری وفات کے بعد بھی زمین میں اصلاح کا کام کرے۔

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾

''تو ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی'' (101)

سوال 1: ﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ ''تو ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی'' حلیم بیٹے کی بشارت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَبَشَّرْنٰهُ﴾ ''تو ہم نے اُسے بشارت دی'' رب العزت نے دعا قبول فرمائی اور بشارت دی۔

(2)﴿بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴾ ''ایک بُردبار لڑکے کی'' یعنی بردبار اور سنجیدہ بیٹے کی بشارت دی۔

(3) بلاشک اس سے مراد سیدنا اسماعیل علیہ السلام ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس بشارت کے بعد ہی سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت بھی دی ہے نیز اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر سیدنا اسحاق علیہ السلام کے بارے میں اس طرح خوش خبری سنائی ہے: ﴿وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ﴾ ''اور اس کی بیوی کھڑی تھی، سو وہ ہنس پڑی تو ہم نے اس کو اسحٰق اور اسحٰق کے بعد یعقوب کی بشارت سنائی۔'' (ھود:71) یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا اسحاق علیہ السلام ذبیح نہ تھے۔ (تفسیر سعدی:2278,2277/3)

(4) حلم اصلاح کی بنیاد اور فضیلت کی جڑ ہے۔ (تفسیر قاسمی:117/14)

(5) سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا حلم تھا کہ ان کے والد نے جب خواب دیکھا کہ میں اپنا بیٹا ذبح کر رہا ہوں تو انہوں نے خواب سن کر کہا: آپ کر ڈالیے جو آپ کو حکم دیا جارہا ہے ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ''اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟'' اُس نے کہا: ''اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جارہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔'' (الصّٰفّٰت:102)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے صالح اولاد کے لیے کی جانے والی دعا کو کیسے قبول کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے حلیم لڑکے کی بشارت دی۔ یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ بچہ بڑا ہو کر بردبار ہوگا۔

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

’’پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ’’اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟‘‘ اُس نے کہا: ’’اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں، ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے‘‘ (102)

سوال 1: ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ ’’پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا، تو اُس نے کہا: ’’اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟‘‘ اُس نے کہا: ’’اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے‘‘ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے خواب کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1): ﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ﴾ ’’پھر جب وہ اُس کے ساتھ بھاگ دوڑ کی عمر کو پہنچا‘‘ جب وہ لڑکا جس کی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بشارت دی گئی تھی، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے کی عمر کو پہنچ گیا اور یہ وہ عمر ہوتی ہے جس میں کام کے لیے تعاون کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ (جامع البیان 79/23) وہ بھاگ دوڑ کی عمر ہے جس میں دیکھ بھال کم اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ (2) اس عمر میں بچہ والدین کو نہایت عزیز ہوتا ہے۔

(3) ﴿قَالَ﴾ ’’اُس نے کہا‘‘ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ (4) ﴿يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ﴾ ’’اے میرے پیارے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ یقیناً میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں‘‘

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’نیند میں انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)

(6) محمد بن کعب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے سوتے جاگتے وحی آتی تھی کیونکہ انبیاء کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل جاگتا ہے۔

(7) ﴿فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ ’’تو دیکھو تمہاری کیا رائے ہے؟‘‘ یعنی سوچ کر بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس کو پورا کرنا لازم ہے۔ (تفسیر قرطبی: 102/15)

(8) انہوں نے اس لیے مشورہ نہیں کیا تا کہ وہ اپنی رائے سے رجوع کر لیں بلکہ اس لیے کیا تھا تا کہ وہ یہ جان لیں کہ وہ جزع فزع کریں گے یا صبر۔ (الاساس فی التفسیر: 4715/8)

(9) ﴿قَالَ﴾ ’’اُس نے کہا‘‘ سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا۔

(10) ﴿يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ﴾ ’’اے میرے ابا جان! جو آپ کو حکم دیا جا رہا ہے آپ وہ کریں‘‘ انہوں نے کہا: ابا جان آپ کو جو حکم دیا جا رہا ہے آپ خوشی خوشی کر ڈالیں۔ شوق سے آپ مجھے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں۔ میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربان کر دوں گا۔

(11)﴿سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ان شاء اللہ آپ ضرور مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے والد صاحب کو آگاہ کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

(12) انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے ساتھ اپنے صبر کا معاملہ جوڑا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔

(13) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا (٥٤) وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (٥٥)﴾ "اور آپ کتاب میں اسماعیل کا ذکر کرو۔ یقیناوہ وعدے کا سچا تھا اور رسول نبی تھا۔ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا۔ اور اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھا۔" (مریم:55,54)

سوال 2: بھاگ دوڑ کی عمر تک پہنچنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد بلوغت کے قریب پہنچنا ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس وقت بچے کی عمر 13 برس ہوتی ہے۔

سوال 3: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا تو اس کے لیے بیٹے سے مشورہ کیوں طلب کیا؟

جواب: نبی کا خواب وحی ہوتا ہے۔ وحی کے ذریعے نبی کو حکم دیا جاتا ہے اور اس حکم پر عمل کرنا ضروری ہوتا ہے۔

سوال 4: بیٹے سے مشورے کا مقصد کیا تھا؟

جواب: بیٹے سے مشورے کا مقصد یہ معلوم کرنا تھا کہ بیٹا اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے کتنا تیار ہے۔

سوال 5: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے باپ کے سامنے سر تسلیم خم کیوں کر دیا؟ وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو پالیا تھا اس لیے باپ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

سوال 6: سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے والد کو کیا جواب دیا؟

جواب: (1) سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ جو حکم ملا ہے کر ڈالیے۔ (2) انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾

"پھر جب دونوں نے اطاعت کی اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا" (103)

سوال: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ "پھر جب دونوں نے اطاعت کی اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا" ذبیح اللہ اور خلیل اللہ کے جذبہ ایثار کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا﴾ "پھر جب دونوں نے اطاعت کی" پھر جب دونوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کے لیے سر جھکا دیا۔

(2)﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ﴾ "اور ابراہیم نے اُسے پیشانی کے بل گرا دیا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھتے ہوئے بیٹے کو

ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو ان دونوں نے اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾

''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' (104)

سوال 1: ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم!'' ابراہیم علیہ السلام کو رب نے کیسے ندا دی کی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَادَيْنٰهُ﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی'' اس دہشت ناک فضا میں رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آواز دی۔

(2) ﴿اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ﴾ ''کہ اے ابراہیم!'' اے ابراہیم! تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو مناسک حج کا حکم دیا گیا تو مقام سعی پر شیطان ان کے سامنے آیا اور اس نے ان کے ساتھ دوڑ لگائی، لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس پر سبقت لے گئے۔ پھر جبریل علیہ السلام انہیں جمرہ عقبہ کے پاس لے گئے تو شیطان پھر ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے اس کو سات کنکریاں ماریں تو وہ چلا گیا، پھر جمرہ وسطیٰ پر ان کے سامنے آیا تو انہوں نے اسے (اس موقع پر بھی) سات کنکریاں ماریں اور (اس مقام پر) انہوں نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا۔ تب سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے سفید قمیص پہن رکھی تھی، انہوں نے عرض کی: اے میرے باپ! میرے پاس اس قمیص کے سوا اور کوئی کپڑا نہیں کہ جس میں آپ مجھے کفنا سکیں، اس لیے آپ اس کو اتار لیجیے، تاکہ آپ مجھے اس میں کفن دے سکیں۔ بہر حال وہ قمیص اتارنے کا ارادہ ہی فرما رہے تھے کہ انہیں پیچھے سے آواز دی گئی: ﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ (۱۰۴) قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا (۱۰۵)﴾ ''اور ہم نے اُسے ندا دی کہ اے ابراہیم! یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا تو وہاں ایک سفید رنگ کا سینگوں اور موٹی آنکھ والا مینڈھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یقیناً ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم اسی قسم کے مینڈھے خریدتے ہیں۔ (مسند احمد: 2711)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو کب ندا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس وقت ندا دی جب دونوں نے اپنا ارادہ اللہ تعالیٰ کی میزان میں رکھ دیا تھا اور رب نے جان لیا تھا کہ ان کے شعور کی کیا حالت ہے۔

﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا، بلاشبہ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (105)

سوال 1: ﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا، بلاشبہ ہم نیکی کرنے

والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' بیٹے کو لٹاتے ہی خواب کی تعبیر پوری ہوگئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا﴾ ''یقیناً تو نے خواب سچ کر دکھایا'' رب العزت نے فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام جب تم نے ارادہ کیا، جب بیٹے کو لے کر نکلے اور زمین پر لٹایا اور اس کے حلق پر چھری رکھ دی تو آپ نے وہ کچھ کر دکھایا جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا۔

(2) زمین پر لٹاتے ہی خواب کی تعبیر تو پوری ہوگئی اس لیے کہ آپ نے سارے اسباب اختیار کر لیے تھے صرف چھری چلانا باقی تھا۔

(3)﴿إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ﴾ ''بلاشبہ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' یعنی جو احسان کے درجے پر فائز ہیں، جو اپنی خواہشات پر ہماری رضا کو بالاتر رکھتے ہیں۔ ایسے نیک لوگوں کو ہم ایسی ہی جزا دیتے ہیں۔ مخلص لوگوں سے اسی طرح آزمائش اور پریشانیوں کو دور کر دیتے ہیں۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ ذَٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (2) وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بَالِغُ أَمْرِهِ ۚ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا (3)﴾ ''چنانچہ جب وہ اپنی مدت کو پہنچ جائیں تو اُن کو معروف کے مطابق روک لو یا معروف کے مطابق ان کو جدا کر دو اور اپنے میں سے دو عادل آدمی گواہ بنا لو اور گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے قائم کرو۔ اس کے ساتھ تم میں سے اُس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔ اور اُس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں رکھتا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے تو وہی اُس کو کافی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کر کے رہنے والا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر رکھی ہے۔'' (الطلاق: 3،2)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب کیسے سچ کر دکھایا؟

جواب: سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دل کے ارادے سے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لٹا دیا۔ اور یہ ثابت کر دیا کہ انہیں اللہ کے حکم کے مقابلے میں کوئی چیز عزیز نہیں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ محسنین کو کیسے جزا دیتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ محسنین کے دل کو اپنے آگے بچھ جانے اور تسلیم و رضا کے لیے تیار کرتے ہیں یہ بہت بڑا کرم ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑے کاموں کے لیے آمادہ کر کے ان پر کرم کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑی قربانیوں کی توفیق دے کر انعام کرتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ محسنین کو صبر کی توفیق دے کر جزا دیتے ہیں۔

(5) اللہ تعالیٰ محسنین کو اطاعت کی توفیق دے کر جزا دیتے ہیں۔ (6) اللہ تعالیٰ محسنین کو بڑے اجر کا مستحق قرار دے کر احسان کرتے ہیں۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾

''یقیناوہ بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی'' (106)

سوال 1: ﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾ ''یقیناوہ بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی'' بیٹے کی قربانی بہت بڑی آزمائش ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا﴾ ''یقیناوہ بلاشبہ'' یعنی بیٹے کی قربانی سے۔

(2) ﴿لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ﴾ ''بلاشبہ ایک کھلی آزمائش تھی'' البتہ وہ ایک واضح آزمائش تھی۔ اس کے ذریعے سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اخلاص، اپنے رب کے لیے آپ کی کامل محبت اور آپ کی دوستی عیاں ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اسماعیل عطا فرمائے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے بے پناہ محبت کرتے تھے، وہ خود رحمن کے خلیل تھے اور خُلّت محبت کا اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔ ایک ایسا منصب ہے جو مشارکت کو قبول نہیں کرتا اور تقاضا کرتا ہے کہ قلب کے تمام اجزا محبوب سے وابستہ رہیں۔ چونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے کسی گوشے میں، آپ کے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی محبت جاگزیں تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت کو پاک صاف کرنے اور خلت کی آزمائش کا ارادہ فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس ہستی کو قربان کردینے کا حکم دیا جو آپ کے رب کی محبت سے مزاحم تھی۔ (تفسیر سعدی: 3/2278,2279)

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی قربانی کے لیے تیزی سے حکم کی تعمیل کی تو رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى﴾ ''اور ابراہیم (کے صحیفوں میں) جس نے وفا کا حق ادا کر دیا؟'' (النجم: 37)

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾

''اور ہم نے ایک بڑی قربانی اُس کے فدیے میں دی'' (107)

سوال 1: ﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾ ''اور ہم نے ایک بڑی قربانی اُس کے فدیے میں دی'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک بڑی قربانی کا فدیہ دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواہشات پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہوئے بیٹے کو ذبح کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا دل سے بیٹے کی وہ محبت دور ہوگئی جو اللہ تعالیٰ کی محبت کے راستے کی رکاوٹ تھی۔ اب بیٹے کو ذبح کرنے کا کوئی جواز نہ رہا تو رب العزت نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو فدیہ دے دیا۔

(2) ﴿بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ﴾ ''ایک بڑی قربانی'' یعنی ایک عظیم قربانی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں عطا ہوئی۔

(3) یہ قربانی اس لیے عظیم تھی کہ اسے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں قربان کیا گیا اور اس لیے بھی کہ قربانی عظیم عبادت ہے اور اس لیے بھی

کہ قیامت تک کے لیے سنت ابراہیمی ہے۔

سوال 2: کون سی بڑی قربانی فدیے میں دی گئی؟

جواب: (1) بڑے مینڈھے کی قربانی فدیے میں دی گئی جس کو سیدنا جبرائیل عَلَیْہِ السَّلَام لائے۔ (ابن کثیر)

(2) مینڈھے کو سیدنا اسماعیل عَلَیْہِ السَّلَام کی جگہ ذبح کیا گیا تھا۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' (108)

سوال 1: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن کو آنے والے لوگوں میں کیسے باقی رکھا گیا، وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کا (ذکرِ خیر) چھوڑا ہے'' رب العزت نے سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن کو باقی رکھا۔

(2) ﴿فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پچھلوں میں'' آنے والے لوگوں میں بھی اسی طرح باقی رکھا جیسے گزرے ہوئے لوگوں میں رکھا تھا۔

(3) رب العزت نے قربانی کی سنت کو آنے والے لوگوں میں بھی یادگار کے طور پر باقی رکھا۔

سوال 2: سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کی تعریف بعد میں آنے والوں کے لیے کیسے چھوڑ دی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سنت ابراہیمی کو جاری کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام کے عمل کو قرب الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنا دیا۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾

''سلام ہے ابراہیم پر!'' (109)

سوال: ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ﴾ ''سلام ہے ابراہیم پر!'' سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر سلام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام ہے'' یعنی سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر سب کا سلام ہے، جن وانس اور ملائکہ کا۔ (تفسیر منیر: 13/12)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلَام پر سلام ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى﴾ ''آپ کہہ دیں سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور سلام اُس کے اُن بندوں پر جنہیں اُس نے چن لیا۔'' (النمل: 59)

﴿كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں'' (110)

سوال: ﴿كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں'' نیک لوگوں کے لیے جو ثنائے حسن اور ذکرِ خیر ہے اس کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب (1): ﴿كَذٰلِكَ﴾ ''اسی طرح'' یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ایمان، ان کی ہجرت، ان کے صبر اور ان کی اطاعت پر۔

(2) ﴿نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں'' ہم نیک لوگوں کی تکلیفیں اور مصائب دور کر دیتے ہیں ان کی سختیاں ختم کر دیتے ہیں اور انہیں ثنائے حسن اور ذکرِ خیر سے نوازتے ہیں۔

(3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ہر جزا عبادت میں احسان اور مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کی بنیاد پر تھی۔

(4) اسی طرح اللہ تعالیٰ اطاعت گزاروں کی مشکلات اور سختیوں کو دور فرما دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' (111)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناوہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایمان درجہ یقین پر تھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهٗ﴾ ''یقیناوہ'' سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

(2) ﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' یعنی وہ ان چیزوں پر یقین کے درجے میں ایمان رکھتے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا۔ (3) سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا حق ادا کرتے تھے۔ ایمان اور توحید میں راسخ تھے۔ (فتح القدیر: 508/4)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''اور ابراہیم کو اسی طرح ہم آسمانوں اور زمین کی عظیم سلطنت دکھاتے تھے تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔'' (الانعام: 75)

سوال 2: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھا۔

﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی، صالحین میں سے ایک نبی ہوگا'' (112)

سوال 1: ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور ہم نے اُسے اسحٰق کی خوشخبری دی، صالحین میں سے ایک نبی ہوگا''

سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَبَشَّرۡنٰهُ بِاِسۡحٰقَ﴾''اور ہم نے اُسے اسحق کی خوشخبری دی''سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو رب العزت نے ذبیح اللہ کے بعد سیدنا اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی۔

(2)﴿نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ﴾''صالحین میں سے ایک نبی ہوگا'' رب العزت نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کی نبوت کی بشارت دی ہے یعنی مستقبل میں وہ نبی ہوں گے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سیدنا اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری کب دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ خوش خبری آگ میں ڈالے جانے والے واقعے کے بعد دی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسحاق علیہ السلام کے حوالے سے کیا خوشخبری دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ نبی ہوگا، صالحین میں سے ہوگا۔

﴿وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ﴾

''اور ہم نے اُس پر اور اسحٰق پر برکت نازل کی اور اُن دونوں کی نسل میں سے نیکیاں کرنے والے بھی ہیں
اور خود پر صریح ظلم کرنے والے بھی''(113)

سوال 1:﴿وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ﴾''اور ہم نے اُس پر اور اسحق پر برکت نازل کی اور اُن دونوں کی نسل میں سے نیکیاں کرنے والے بھی ہیں اور خود پر صریح ظلم کرنے والے بھی'' سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں برکت کی خوش خبری کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ﴾''اور ہم نے اُس پر برکت نازل کی'' یعنی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو برکت عطا فرمائی۔

(2) برکت سے مراد ان کے علم، عمل اور اولاد میں اضافہ ہے۔ عربوں کو سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے پیدا کیا گیا۔

(3)﴿وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ﴾''اور اسحق پر'' یعنی سیدنا اسحاق علیہ السلام کو برکت عطا فرمائی۔ ان کی نسل سے بنی اسرائیل اور اہل روم ہیں۔

(4) ان دونوں کی نسل میں کثیر انبیاء آئے۔

(5)﴿وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا﴾''اور اُن دونوں کی نسل میں سے''ذریتھما میں تثنیہ کی ضمیر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام کی طرف سے بھی۔ جن سے دو بڑی قومیں پیدا ہوئیں۔ ایک بنی اسمٰعیل اور دوسری بنی اسرائیل۔ بنو اسمٰعیل میں صرف نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے جبکہ بنی اسرائیل میں بے شمار انبیاء پیدا ہوئے۔ اور اچھے اور برے لوگ ان

دونوں قوموں میں موجود رہے۔(تیسیر القرآن:717/3)

(6)﴿مُحۡسِنٌ﴾''نیکیاں کرنے والے''یعنی ان کی نسل سے نیک لوگ بھی تھے۔

(7)﴿وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ﴾''اور خود پر ظلم کرنے والے بھی''جوعدل وانصاف سے چلنے والے تھے۔

(8)﴿مُبِيۡنٌ﴾''صریح''ان کی نسل سے ظالم لوگ بھی تھے۔ان کا ظلم ان کے کفر اور شرک کے ذریعے سامنے آیا۔

سوال2:اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحٰق علیہ السلام پر کیسے برکت نازل کی؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے دونوں کی اولاد کو بہت پھیلایا۔(2)اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں بہت زیادہ انبیاء بھیجے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے دونوں کی نسل کے بارے میں کیا حقیقت واضح کی ہی؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ان میں سے نیک لوگ بھی ہیں اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بھی ہیں۔

سوال4:محسن کون ہے؟

جواب:(1)جو اللہ کے ساتھ خالص ہوتا ہے۔

رکوع نمبر 8

﴿وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ﴾

''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا''(114)

سوال:﴿وَلَقَدۡ مَنَنَّا عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ﴾''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا''سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو انعامات کی یاددہانی کیسے کروائی گئی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدۡ مَنَنَّا﴾''اور بلاشبہ ہم نے یقیناً احسان کیا''رب العزت نے اپنی نعمتیں اور احسانات یاددلاتے ہوئے فرمایا ہے۔

(2)﴿عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ﴾''موسیٰ اور ہارون پر''یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو نبوت،رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔ان کو اور ان کی قوم کو ان کے دشمن فرعون سے نجات دی۔ان کے دشمن کو ان کی نظروں کے سامنے سمندر میں غرق کر کے ان کی مدد فرمائی اور ان پر حق اور باطل کا فرق واضح کرنے والی کتاب تورات نازل فرمائی جو شرعی احکامات،مواعظ اور ہر چیز کی تفصیل پر مشتمل تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی تھی۔انہیں دین عطا کیا جو احکامات اور قوانین پر مشتمل تھا،جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتے تھے،اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس راستے پر گامزن کر دیا۔(تفسیر سعدی:2281/3)

﴿وَنَجَّيۡنٰهُمَا وَقَوۡمَهُمَا مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ﴾

''اور ہم نے اُن دونوں کواوران کی قوم کوبڑی مصیبت سے نجات دی'' (115)

سوال1: ﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''اور ہم نے اُن دونوں کواوران کی قوم کوبڑی مصیبت سے نجات دی''بنی اسرائیل کوفرعون سے نجات دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَجَّيْنٰهُمَا﴾ ''اور ہم نے اُن دونوں کونجات دی'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کورب العزت نے نجات عطافرمائی۔

(2) ﴿وَقَوْمَهُمَا﴾ ''اوران کی قوم کو'' یعنی بنی اسرائیل کو۔

(3) ﴿مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ﴾ ''بڑی مصیبت سے'' فرعون کے ظلم سے نجات عطافرمائی جوان کے بیٹوں کوقتل کرتا تھااوران کی بیٹیوں کو زندہ رکھتا تھااوراسرائیلیوں سے حقیراورگندے کام لیتا تھا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر کیاانعام فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے دونوں کونبوت سے سرفرازفرمایااوردیگرانعامات عطاکیے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے دونوں کواوران کی قوم کوکس بڑی مصیبت سے نجات دلائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کوفرعون کی غلامی سے نجات دی۔

﴿وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن کی مدد کی تو وہی غالب رہے'' (116)

سوال1: ﴿وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ اور ہم نے اُن کی مدد کی تو وہی غالب رہے'' اسرائیلی کیسے غالب آگئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَنَصَرْنٰهُمْ﴾ ''اور ہم نے اُن کی مدد کی'' یعنی رب العزت نے فرعون کوہلاک کرکے بنی اسرائیل کی مددفرمائی۔

(2) ﴿فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ﴾ ''تو وہی غالب رہے'' اسرائیلی فرعونیوں پرغالب آگئے۔ وہ ان کی جائیدادوں، عمر بھر کی کمائیوں اور مالوں پرغالب آگئے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے ان کی کیسے مدد کی جس کی وجہ سے وہ غالب آگئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کوڈبودیا۔

﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾

''اور ہم نے اُن دونوں کوواضح کتاب عطاکی'' (117)

سوال1:﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾ ”اور ہم نے اُن دونوں کو واضح کتاب عطا کی“ تورات کی بخشش کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَاٰتَيْنٰهُمَا﴾ ”اور ہم نے اُن دونوں کو عطا کی“ یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو عطا کی۔

(2)﴿الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ﴾ ”واضح کتاب“ یعنی تورات عطا فرمائی جس میں ہدایت اور احکامات کی تفصیل تھی۔ (جامع البیان:94/23)

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ ”اور بلاشبہ یقینا ہم نے موسیٰ اور ہارون کو متقیوں کے لیے فرقان اور ذکر اور روشنی عطا کی۔“ (الانبیاء:48)

(4)﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”یقینا ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار انبیاء، اللہ والے اور علماء ان لوگوں کے لیے فیصلہ کرتے تھے جو یہودی بنے۔ اس لیے کہ انہیں کتاب اللہ کا محافظ بنایا گیا تھا۔ اور وہ اس پر گواہ بھی تھے۔ چنانچہ تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیات کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو، اور جو اُس کے مطابق فیصلہ نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔“ (المائدہ:44)

(5) یعنی ہم نے انہیں بیان کرنے والی کتاب دی۔

﴿وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾

”اور ہم نے اُن دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دی“ (118)

سوال1:﴿وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ”اور ہم نے اُن دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دی“ صراط مستقیم کی ہدایت کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَهَدَيْنٰهُمَا﴾ ”اور ہم نے اُن دونوں کو ہدایت دی“ یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ہدایت دی۔

(2)﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ”سیدھے راستے کی“ یعنی دین اسلام کی جس میں کوئی کجی نہیں۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا﴾ ”جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے سو وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے پھر آپ اُس کے لیے راہ نمائی کرنے والا کوئی دوست ہرگز نہ پائیں گے۔“ (الکہف:17)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے کس سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی تھی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف آنے اور جنت کے راستے کی طرف ہدایت دی تھی۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' (119)

سوال 1: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ اور ہم نے پچھلوں میں ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام سیدنا ہارون علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا﴾ ''اور ہم نے ان کا (ذکرِ خیر) چھوڑ دیا'' یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کا ذکرِ خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2) ﴿فِي الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پچھلوں میں'' ان کے بعد آنے والے زمانوں اور لوگوں میں ان کی ثنائے حسن باقی رکھی جو نعمت عظمیٰ ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے بعد میں آنے والوں میں کیسے ان کی تعریف چھوڑ دی؟

جواب: بعد میں آنے والوں میں اللہ تعالیٰ نے اُن کا ذکرِ خیر چھوڑ دیا۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾

''سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر'' (120)

سوال 1: ﴿سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ''سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام ہے'' اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، انسانوں اور جنوں کی طرف سے ہمیشہ کے لئے سلام ہے۔

(2) ﴿عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ ''موسیٰ اور ہارون پر'' ان دونوں پر بعد والوں میں سلام کو باقی رکھا ہے۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے کیا انعام کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں پر سلام بھیجا۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں'' (121)

سوال 1: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں'' محسنوں کی جزا کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾ ''یقیناً اسی طرح'' یعنی جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کو ابتلاء و آزمائش سے سلامتی عطا کی۔

(2) ﴿نَجْزِی﴾ ''ہم جزا دیتے ہیں'' ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں یعنی غم سے نجات اور اخلاص عطا فرماتے ہیں اور آخرت میں بہترین جزا دیں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے ساتھ ہے جو اس سے ڈر گئے اور ان لوگوں کے جو نیکی کرنے والے ہیں'' (النحل:128)

(4) ہم ایمان والوں اور اخلاص والوں کی محبت دلوں میں ڈال دیتے ہیں رہتی دنیا تک ان کا ذکر خیر جاری رہتا ہے۔

سوال 2: سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام کے واقعے سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو بچا لیتے ہیں۔ اور ان کے دشمنوں کو ڈبو دیتے ہیں۔

﴿اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے'' (122)

سوال 1: ﴿اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناً وہ دونوں ہمارے مومن بندوں میں سے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّهُمَا﴾ ''یقیناً وہ دونوں'' سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور سیدنا ہارون علیہ السلام۔

(2) ﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھے'' وہ دونوں اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی توحید اور اس کی ملاقات پر یقین رکھنے والے تھے۔ ان کا ایمان افضل تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جزا دینے کا کیا سبب بتایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ دونوں ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔ یقیناً ایمان کے بغیر کسی عمل کے صلے کا کوئی تصور نہیں۔

﴿وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

''اور یقیناً الیاس بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا'' (123)

سوال: ﴿وَاِنَّ اِلْیَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''اور یقیناً الیاس بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا'' سیدنا الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّ اِلْیَاسَ﴾ ''اور یقیناً الیاس'' اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے سیدنا الیاس علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے۔

(2) سیدنا الیاس علیہ السلام، سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ان کا زمانہ نبوت نویں صدی قبل مسیح ہے۔ ان کا مرکز نبوت بعلبک شہر تھا جو شام

میں واقع تھا۔آپ کی قوم بعل نامی بت کی پرستار تھی اور یہی بعل ہی ان کا دیوتا تھا۔بعل کا لغوی معنی مالک، آقا، سردار اور خاوند ہے اور قرآن میں بعل کا لفظ متعدد مقامات پر خاوند کے معنوں میں استعمال ہوا ہے مگر قدیم زمانے میں سامی اقوام اس لفظ کو الٰہ یا خاوند کے معنوں میں استعمال کرتی تھیں۔ان لوگوں نے ایک خاص دیوتا کو بعل (یعنی دوسرے دیوتاؤں یا معبودوں کا سردار) کے نام سے موسوم کر رکھا تھا۔بابل سے لے کر مصر تک پورے شرق اوسط میں بعل پرستی پھیلی ہوئی تھی بنی اسرائیل جب فرعون سے نجات پا کر مصر سے فلسطین آ کر آباد ہوئے اور ان لوگوں سے شادی بیاہ ہوئے تو یہ مرض ان میں بھی پھیل گیا۔بعل کے نام کا ایک مذبح بھی بنا ہوا تھا جس پر قربانیاں کی جاتی تھیں۔عوام تو در کنار فلسطین کی اسرائیل ریاست بھی بعل پرستی میں مبتلا ہو گئی تھی۔(تیسیر القرآن:718/3)

(3) الیاس اور الیاسین ایک ہی بات ہے۔الیاسین بھی سیدنا الیاس علیہ السلام ہی کا دوسرا نام ہے اور تلفظ کی ایسی کمی بیشی تقریباً سب زبانوں میں پائی جاتی ہے۔قرآن میں اس کی دوسری مثال طور سینا ہے جسے سورۃ التین میں سینین کہا گیا ہے۔(تیسیر القرآن:719/3)

(4)﴿لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''بلاشبہ پیغمبروں میں سے تھا'' اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر سرفراز فرمایا۔(تفسیر سعدی:228/3)

(5) جب انہوں نے قوم کو توحید کی دعوت دی اور شرک سے روکا تو ان کا بادشاہ ایمان لے آیا مگر بعد میں مرتد ہو گیا۔(مختصر ابن کثیر:1698/2)

﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾

''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' (124)

سوال 1:﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ﴾ ''جب اُس نے اپنی قوم سے کہا:'' سیدنا الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت دیتے ہوئے کہا۔

(2)﴿اَلَا تَتَّقُوْنَ﴾ ''کیا تم لوگ ڈرتے نہیں ہو؟'' کیا تمہیں غیر اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہ آ جائے اور کہیں تمہیں شرک کی وجہ سے عذاب میں نہ پکڑ لے۔

(3) سیدنا الیاس علیہ السلام نے اپنی قوم کو تقویٰ اور صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا۔

سوال 2: کیا تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

(2) کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کی گرفت کا خوف نہیں آتا کہ اسے چھوڑ کر تم غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو۔

﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾

''کیا تم لوگ بعل کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟'' (125)

سوال 1: ﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ ''کیا تم لوگ بعل کو پکارتے ہو اور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟'' تم بعل کی عبادت کرتے ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا﴾ ''کیا تم لوگ بعل کو پکارتے ہو'' ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: دمشق کے مغربی جانب ایک شہر بعلبک تھا جہاں بعل بت تھا جس کی وہ عبادت کرتے تھے۔ (جامع البیان: 96/23)

(2) سیدنا الیاس علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں بعل کی عبادت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈر نہیں لگتا تم بعل کو پکارتے ہو۔

(3) ﴿وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ ''اور سب سے اچھے خالق کو چھوڑ دیتے ہو؟'' تم بہترین کو چھوڑ بیٹھے ہو۔

(4) جس نے بہترین طریقے سے پیدا کیا، بہترین طریقے سے تربیت کی اور بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

سوال 2: کیا تم بعل کو پکارتے ہو سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم اس کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہو۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم اس کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہو۔

(3) اس سے مراد یہ ہے کہ کیا تم بعل کی عبادت اور پرستش کرتے ہو؟

سوال 3: سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم کو ان کی بت پرستی پر آئینہ کیسے دکھایا؟

جواب: سیدنا الیاس علیہ السلام نے ان سے کہا کہ تم بعل کی پرستش کرتے ہو اور جس نے سب کچھ پیدا کیا اس کو تم بھول جاتے ہو اور چھوڑ دیتے ہو۔

﴿اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے'' (126)

سوال 1: ﴿اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''اللہ کو جو تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی رب ہے'' رب عبادت کا حق دار ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد کا اور سب کا رب ہے جو عبادت کا حق رکھتا ہے۔ جس کی یہ شان ہو کہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہے جو رزق دیتا ہے اس کو چھوڑ کر تم بت کی عبادت کرتے ہو جو نہ کھا سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے کیا یہ بہت بڑی گمراہی نہیں ہے؟

(2) یعنی یوں تو دنیا میں آدمی بھی تحلیل و ترکیب کر کے بظاہر بہت سی چیزیں بنا لیتے ہیں۔ مگر بہتر بنانے والا وہ ہے جو تمام اصول و فروع،

جواہر واعراض اور صفات وموصوفات کا حقیقی خالق ہے جس نے تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔پھر یہ کیسے جائز ہوگا کہ اس احسن الخالقین کو چھوڑ کر "بعل" بت کی پرستش کی جائے۔(تفسیر عثمانی:463/2)

سوال2: سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم کو توحید کی دعوت کیسے دی؟

جواب: سیدنا الیاس علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے تمہارے پہلے باپ دادا کا رب ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو۔

﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾

"تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا،سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں" (127)

سوال1: ﴿فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ "تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا،سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں" نبی کو جھٹلایا ہے حساب اور عذاب کے لئے حاضر ہوں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَذَّبُوْهُ﴾ "تو اُنہوں نے اُسے جھٹلا دیا" انہوں نے سیدنا الیاس علیہ السلام کی دعوت کو جھٹلا دیا اور ان کی بات نہ مانی۔

(2) ﴿فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ "سو یقیناوہ ضرور (عذاب میں) حاضر کیے جانے والے ہیں" انہیں حساب اور عذاب کے لئے حاضر ہونا ہوگا۔

(3) انہیں آگ میں حاضر ہونا ہوگا۔(ایسر التفاسیر:1299)

سوال2: قوم نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے سامنے کس ردِعمل کا اظہار کیا؟

جواب: قوم نے ان کو جھٹلا دیا۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے قوم کے جھٹلانے پر کیا وعید سنائی؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کو گرفتار کر کے حاضر کیا جائے گا۔

(2) ان کو توحید اور ایمان کے انکار پر اللہ تعالیٰ کی آگ میں ڈالا جائے گا۔

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

"سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے" (128)

سوال1: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ "سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے جو خالص کر دیے گئے" اخلاص والے نجات پائیں گے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ﴾ "سوائے اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں کے" سوائے اللہ تعالیٰ کے توحید پرست بندوں کے جو اللہ تعالیٰ کو عبادت کا حقدار سمجھتے ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔انہیں آگ سے نجات دی جائے گی۔

(2)﴿الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''جو خالص کر دیے گئے'' اخلاص والے جنت کے باغوں میں ہوں گے۔ انہیں عذاب نہیں دیا جائے گا، انہیں بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی سزا سے کون بچ جائے گا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ چنے ہوئے بندوں، خالص بندوں کو گرفتار کر کے حاضر نہیں کیا جائے گا۔

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ﴾

''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' (129)

سوال: ﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''اور ہم نے پچھلوں میں اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' سیدنا الیاس علیہ السلام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اس کا ذکرِ خیر چھوڑا ہے'' یعنی سیدنا الیاس علیہ السلام کا ذکر خیر اور ثنائے حسن باقی رکھی۔

(2)﴿فِى الْاٰخِرِيْنَ﴾ ''پچھلوں میں'' آنے والے لوگوں میں، رہتی دنیا تک لوگ ان کی بڑائی بیان کرتے رہیں گے۔

﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾

''سلام ہے الیاس پر!'' (130)

سوال 1: ﴿سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾ ''سلام ہے الیاس پر!'' سیدنا الیاس علیہ السلام پر سلامتی ہو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿سَلٰمٌ﴾ ''سلام ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کے بندوں کی طرف سے سلام ہے۔

(2)﴿عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ﴾ ''الیاس پر!'' سیدنا الیاس علیہ السلام پر، الیاسین اور الیاس ایک ہی بات ہے۔

سوال 2: سیدنا الیاس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کیا عزت بخشی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں سلام کیا ہے۔

﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾

''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں'' (131)

سوال 1: ﴿اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّا كَذٰلِكَ﴾ ''یقیناً ہم ایسا ہی'' یعنی جیسے سیدنا الیاس علیہ السلام نے رب العزت کی طرف بلایا، اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی اور

شرک سے روکا تو ان کی اطاعت پر انہیں جزا دی۔

(2)﴿نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ﴾ ''نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں'' اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان اور مخلوق کے ساتھ حسن معاملہ کرتے ہیں۔(3) اللہ تعالیٰ محسنین کا ذکر خیر اور ثنائے حسن لوگوں میں جاری کر دیتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو کیسا بدلہ دیتے ہیں؟

جواب: (1) ان کا ذکر خیر بعد کی نسلوں میں جاری کر دیتے ہیں۔(2) اللہ تعالیٰ ان کو سلام کہتے ہیں۔

﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' (132)

سوال 1: ﴿اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' سیدنا الیاس علیہ السلام مومن بندے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهٗ﴾ ''یقیناً وہ'' یعنی سیدنا الیاس علیہ السلام۔

(2)﴿مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''ہمارے مومن بندوں میں سے تھا'' وہ ہمارے ان بندوں میں سے تھے جو ایمان لائے، جنھوں نے ہماری توحید کو مانا، ہماری اطاعت کی، ہمارے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرایا۔(جامع البیان:100/23)

(3) یعنی وہ ہمارے اکرام اور جزائے حسن کے مستحق ہیں کیونکہ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے احسان کا کیا سبب بتایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا الیاس علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

(2) ایمان کے بغیر احسان نہیں ہوسکتا۔

﴿وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾

''اور بلاشبہ لوط بھی یقیناً رسولوں میں سے تھا'' (133)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''اور بلاشبہ لوط بھی یقیناً رسولوں میں سے تھا'' سیدنا لوط علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ لُوْطًا﴾ ''اور بلاشبہ لوط بھی'' اللہ تعالیٰ کی جانب سے سیدنا لوط علیہ السلام کی مدح کی گئی ہے۔

(2)﴿لَّمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ﴾ ''یقیناً رسولوں میں سے تھا'' رب العزت نے سیدنا لوط علیہ السلام کو نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب

پر فائز فرمایا۔(3) سیدنا لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی، شرک اور فواحش سے روکا لیکن وہ باز نہ آئے۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام کون تھے؟

جواب: سیدنا لوط علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے اور اللہ کے نبی تھے۔

﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ﴾

''جب ہم نے اُسے اور اُس کے سب گھر والوں کو نجات دی'' (134)

سوال 1: ﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ﴾ ''جب ہم نے اُسے اور اُس کے گھر والوں کو نجات دی'' سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ نَجَّيْنٰهُ﴾ ''جب ہم نے اُسے نجات دی'' جب ہم نے اپنے پیغمبر سیدنا لوط علیہ السلام کو بچا لیا، انہیں اپنے عذاب سے نجات دی۔
(2) ﴿وَاَهْلَهٗۤ﴾ 'اور اُس کے گھر والوں کو' سیدنا لوط علیہ السلام کو ان کی قوم نے نبی نہیں مانا انہیں جھٹلایا تو رب العزت نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا سوائے ان کی بیوی کے جسے قوم کے ساتھ ہلاک کر دیا۔
(3) رب العزت نے انہیں اور ان کے گھر والوں کو راتوں رات اس علاقے سے نکال کر بچا لیا جس پر بڑی بری بارش برسائی گئی۔

سوال 2: سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو کس سے نجات دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے عذاب سے بُری قوم سے نجات دی۔

﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾

''سوائے ایک بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' (135)

سوال 1: ﴿اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''سوائے ایک بُڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی عذاب میں گرفتار کر لی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عَجُوْزًا﴾ ''سوائے ایک بُڑھیا کے'' سوائے ایک بڑھیا کے جو سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی تھیں جو ان کے دین پر نہ تھیں۔
(2) ﴿فِي الْغٰبِرِيْنَ﴾ ''جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی'' وہ سیدنا لوط علیہ السلام کے ساتھ نکلی تھی مگر پیچھے رہ گئی اور اسے پتھروں نے مسخ کر دیا۔ (الدر المنثور: 539/5)

سوال 2: بڑھیا سے کون عورت مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد سیدنا لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جو اہل ایمان کے ساتھ بستی سے باہر نہیں گئی تھی اسے بھی اپنی قوم کے ساتھ ہلاک ہونا تھا سو

ہلاک کردی گئی۔

﴿ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾

''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' (136)

سوال 1: ﴿ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' قوم لوط علیہ السلام کی بستی الٹ دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ دَمَّرۡنَا الۡاٰخَرِیۡنَ﴾ ''پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو تباہ کر دیا'' یعنی جن لوگوں نے سیدنا لوط علیہ السلام سے دشمنی رکھی ان سب کو ہلاک کر دیا گیا، ان کی بستی کو ان پر الٹ دیا گیا۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَاَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۙ مَّنۡضُوۡدٍ﴾ ''پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے اُس کے اوپر کے حصے کو اُس کا نچلا کر دیا اور ہم نے اُس پر پکی ہوئی مٹی کے کنکر نما پتھر برسائے جو تہ بہ تہ تھے۔'' (ہود:82)

(3) رب العزت نے اس قوم کو کئی طرح کے عذابوں سے ہلاک کیا۔ ان کے علاقے کو ایک بدبودار بحیرہ بنا کر چھوڑ دیا جو کریہہ المنظر ہے۔ اس کا مزہ بھی خراب ہے اور اس کی بدبو بھی دماغ کو خراب کرنے والی ہے۔ یہ سڑا ہوا بحیرہ ایک عام گزرگاہ کے پاس ہے۔ جہاں سے مسافر دن رات گزرتے رہتے ہیں۔

سوال 2: دوسرے لوگوں کو تباہ کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ سیدنا لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والوں کو نکال کر باقی لوگ تباہ کر دیئے گئے۔

﴿وَاِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ﴾

''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' (137)

سوال 1: ﴿وَاِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' قوم لوط کے واقعہ سے عبرت پکڑو، آیت کی روشنی میں وضح کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّکُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهِمۡ مُّصۡبِحِیۡنَ﴾ ''اور یقیناً تم اُن پر سے صبح کو گزرتے ہو'' یعنی قوم لوط کی بستیوں پر تمہارا گزر ہوتا ہے۔ (2) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شام جاتے ہوئے سدوم کا علاقہ آتا ہے یہ بستی قوم لوط کی ہے۔ (الدر المنثور: 539/5)

(3) رب العزت نے فرمایا کہ تم کثرت سے اس علاقے سے گزرتے ہو ان کے واقعے سے عبرت پکڑو۔

سوال 2: یہ بات کس سے کہی گئی کہ تم ان کی بستیوں سے گزرتے ہو؟

جواب: یہ بات اہل مکہ سے کہی گئی۔

سوال 3: یہ بستیاں کہاں تھیں؟

جواب: یہ بستیاں اس مقام پر تھیں جہاں اب بحیرہ مردار ہے۔

﴿وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

''اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (138)

سوال 1: ﴿وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''اور رات کو بھی، تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' تم ہلاکت والے اعمال سے رک جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَبِالَّيْلِ﴾ ''اور رات کو بھی'' یعنی تم کثرت سے اس علاقے سے گزرتے ہو۔

(2) ﴿اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' رب العزت نے مکہ کے مشرکوں سے خطاب کیا ہے جو تجارتی سفروں کے لئے شام اور فلسطین جاتے تھے اور بحر مردار سے گزرتے تھے جو قوم لوط کی ہلاکت کا مقام ہے۔ جنہیں بحر مردار میں دھنسا دیا گیا۔ (ایسر التفاسیر:1301)

(3) کیا تم آیات کو سمجھتے نہیں؟ اور کیا تم ان اعمال سے رکتے نہیں جو ہلاکت کے موجب ہیں۔ (تفسیر سعدی:2282/3)

(4) ابن زید رحمہ اللہ نے کہا: کیا تم غور وفکر نہیں کرتے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے کیسے ہلاک کیا گیا۔ (جامع البیان:101/23)

(5) اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہے جب وہ کسی ظالم بستی کو پکڑتا ہے۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی سخت دردناک ہوتی ہے۔ (بخاری:4686)

سوال 2: تم عقل سے کام نہیں لیتے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ تم نبیوں کو جھٹلانے والوں کے انجام کو دیکھتے ہو پھر بھی عقل سے کام نہیں لیتے۔

(2) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو کام کر کے پہلی قومیں ہلاک ہو گئیں تم وہ کام کر کے کیسے اللہ کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہو؟

رکوع نمبر 9

﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا'' (139)

سوال 1: ﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور یقیناً یونس پیغمبروں میں سے تھا'' سیدنا یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی

روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ يُوْنُسَ﴾ ''اور یقیناً یونس'' رب العزت کی جانب سے اپنے بندے یونس بن متی علیہ السلام کی مدح ہے۔

(2)﴿لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''پیغمبروں میں سے تھا'' اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت، رسالت اور دعوت الی اللہ کے منصب پر فائز فرمایا۔

(3) سیدنا یونس علیہ السلام کو دنیاوی عقوبت میں مبتلا کیا گیا پھر ان کے ایمان اور اعمال صالح کی وجہ سے انہیں عذاب سے نجات دی۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی بندے کے لیے یہ لائق نہیں کہ وہ مجھے یونس بن متیٰ علیہ السلام سے افضل قرار دے۔ (بخاری: 3413)

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام کہاں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام عراق کے علاقے نینویٰ میں نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔

﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾

''جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا'' (140)

سوال 1: ﴿اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''جب وہ ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف بھاگ گیا'' سیدنا یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کیے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِذْ اَبَقَ﴾ ''جب وہ بھاگ گیا'' یہاں بھاگنے کے لئے لفظ ''ابق'' استعمال ہوا ہے جو دراصل غلام کے اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جانے کے لئے بولا جاتا ہے۔ سیدنا یونس علیہ السلام چونکہ اپنے آقا اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کئے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لئے ان کے چلے جانے کے لئے ''ابق'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ (اشرف الحواشی: 540/1)

(2)﴿الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ﴾ ''ایک بھری ہوئی کشتی کی طرف'' یعنی سامان اور مسافروں سے لدی ہوئی کشتی میں جا کر سوار ہو گئے۔ ان کے سوار ہوتے ہی کشتی ڈانواڈول ہونے لگی۔ ایسا طوفان آیا کہ کشتی کے مالک کو فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں سب نہ ڈوب جائیں۔ انہوں نے قرعہ اندازی کی کہ جس کے نام کا قرعہ نکلے اسے سمندر میں پھینک دیا جائے گا۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام علاقے سے کیوں بھاگے تھے؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام آشوریوں کے پایۂ تخت میں اللہ کی طرف سے ہدایت اور راہ نمائی کے لئے مقرر کئے گئے۔ انہوں نے بنی اسرائیل کے ایک لاکھ افراد کو قید کر رکھا تھا۔ سیدنا یونس علیہ السلام کی دعوت پر یہ قوم ایمان نہ لائی تو انہوں نے عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ اللہ کے عذاب آنے میں ابھی کچھ وقت تھا تو بغیر رب کی اجازت کے وہ اپنے علاقے سے چلے گئے اور ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار ہو گئے۔

سوال 3: سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کے علاقہ چھوڑ جانے کے لئے بھاگنے کے الفاظ کیوں لائے گئے؟

جواب: سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام چونکہ اللہ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ یہ معاملہ اسی طرح کا ہے جیسے کوئی غلام اپنے مالک سے بھاگ کر چلا جاتا ہے اس لئے ان کے جانے کے لئے بھاگنے کا لفظ استعمال کیا گیا۔

﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾

''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' (141)

سوال 1: ﴿فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ ''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' قرعہ میں سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا نام نکل آیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَسَاهَمَ﴾ ''پھر انہوں نے قرعہ ڈالا'' جب کشتی والوں نے قرعہ اندازی کی۔

(2) ﴿فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ﴾ ''تو وہ مات کھانے والوں میں سے تھا'' قرعہ اندازی میں سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام مغلوب ہو گئے۔ کشتی والے ان کی پاکیزہ صورت دیکھ کر ہچکچائے تو وہ خود سمندر میں کود گئے۔

(3) اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے اسباب فراہم کر دیتا ہے۔

سوال 2: کشتی والوں کو قرعہ اندازی کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

جواب: (1) جس کشتی میں سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام وار ہوئے تھے وہ سواروں سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سمندر کی موجوں میں گھر گئی تو وزن کم کرنے کے لئے یہ طے پایا کہ ایک آدھ فرد کو کشتی سے سمندر میں پھینک دیا جائے تاکہ باقیوں کی جانیں بچ جائیں چونکہ یہ قربانی دینے کے لئے کوئی تیار نہیں تھا اس لئے قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

(2) اس دور میں یہ بات مشہور تھی کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آتا ہے تو کشتی بھنور میں پھنس جاتی ہے بھاگے ہوئے غلام کی تلاش میں قرعہ اندازی کرنی پڑی۔

سوال 3: قرعہ اندازی کا کیا نتیجہ نکلا؟

جواب: قرعہ اندازی کے نتیجے میں سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا نام آیا۔

سوال 4: کیسے مغلوب ہو گئے؟

جواب: (1) سیدنا یونس عَلَیْہِ السَّلَام کا نام قرعہ اندازی میں نکلا تو انہیں مجبوراً بھاگے ہوئے غلام کی طرح سمندر کی لہروں کے سپرد کرنا پڑا یوں وہ مغلوب ہو کر سمندر میں پھینک دیے گئے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ سیدنا یونس علیہ السلام کو نگل لے یوں سیدنا یونس علیہ السلام مغلوب ہو کر مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔

﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾

''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' (142)

سوال 1: ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لی اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' اور سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی نے نگل لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ﴾ ''چنانچہ اُس کو مچھلی نے نگل لیا'' جب سیدنا یونس علیہ السلام سمندر میں کودے تو کودتے ہی مچھلی نے انہیں سالم ہی نگل لیا مچھلی انہیں لے کر سمندر میں تیرتی رہی۔

(2) ﴿وَهُوَ مُلِيْمٌ﴾ ''اور اس حال میں کہ وہ ملامت زدہ تھا'' یعنی انہوں نے ایسے فعل کا ارتکاب کیا تھا جس پر ملامت کی جاتی ہے اور وہ ہے آپ کا اپنے رب سے ناراض ہونا۔ (تفسیر سعدی: 2284/3)

(3) ﴿مُلِيْمٌ﴾ کا معنی وہ شخص ہے جس کا ضمیر خود ہی ملامت کر رہا ہو کہ وہ واقعی مجرم ہے اور کوئی ملامت کرے یا نہ کرے۔ اور سیدنا یونس علیہ السلام کو اپنی اجتہادی غلطی کا احساس بھاگنے کے فوراً بعد ہی ہو گیا تھا۔ اور قرعہ میں ہر بار آپ علیہ السلام کا نام نکلنے پر اس کا یقین ہو گیا۔ (تیسیر القرآن: 720/3)

(4) سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ میں خیال آیا کہ شاید وہ فوت ہو چکے ہیں۔ جب انہوں نے ہاتھ پاؤں ہلائے تو محسوس کیا کہ وہ زندہ ہیں۔ وہ اسی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ (5) سیدنا یونس علیہ السلام نے ایسی جگہ سجدے کیے جو کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام مچھلی نے نگل لیا تو انہوں نے کیا کیا؟

جواب: سیدنا یونس علیہ السلام نے خود کو ملامت کرنا شروع کر دیا۔

﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾

''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' (143)

سوال 1: ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' عافیت کے نیک اعمال کی برکت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ﴾ ''یقیناً پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا'' یعنی اگر یونس علیہ السلام نے عافیت کے دنوں میں یعنی مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے اپنے رب کی کثرت سے عبادت اور تسبیح و تحمید نہ کی ہوتی اور مچھلی کے پیٹ میں جانے کے بعد کثرت سے یہ دعا نہ کی ہوتی ﴿فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ﴾

﴿وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو اُس نے اندھیروں میں پکارا: ''آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ پاک ہیں، یقیناً میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' چنانچہ ہم نے اُس کی دُعا قبول کی اور ہم نے اسے غم سے نجات دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیتے ہیں۔'' (الانبیاء:87، 88) تو قیامت کے دن مچھلی کے پیٹ سے پیدا ہوتے۔

﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے'' (144)

سوال 1: ﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے''، تسبیح نہ ہوتی تو مچھلی کا پیٹ سیدنا یونس علیہ السلام کی قبر ہوتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ﴾ ''یقیناً وہ اُس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا'' یعنی اگر سیدنا یونس علیہ السلام تسبیح وتحمید نہ کرتے تو مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔

(2) ﴿اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''جب وہ لوگ اُٹھائے جائیں گے'' یعنی مچھلی کا پیٹ ہی ان کی قبر بن جاتا۔

(3) رب العزت نے تسبیح کی وجہ سے انہیں مچھلی کے پیٹ سے نجات عطا فرمائی۔

(4) اللہ تعالیٰ اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیتا ہے۔ جب وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا راستہ بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، وہ اُس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔'' (الطلاق:2)

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام کی تسبیح کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر وہ تسبیح کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔

﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾

''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' (145)

سوال 1: ﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' سیدنا یونس علیہ السلام کو مچھلی نے اگل دیا، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ﴾ ''پھر ہم نے اُسے ایک چٹیل زمین میں پھینک دیا'' رب العزت نے مچھلی کو حکم دیا کہ انہیں اگل دے تو مچھلی نے سیدنا یونس علیہ السلام کو ساحل پر آ کر ایک چٹیل میدان میں اگل دیا۔

(2)﴿وَهُوَ سَقِيمٌ﴾ ''اس حال میں کہ وہ بیمار تھا'' مچھلی کے پیٹ میں سیدنا یونس علیہ السلام ایسے کمزور ہو گئے تھے جیسے مرغی کا چوزہ جس کے بال اور پر نہیں ہوتے، جیسے نومولود بچہ۔

(3) سیدنا یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ میں جانا اور وہاں زندہ رہنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے بطور خرق عادت تھا۔ (اشرف الحواشی: 540/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا یونس علیہ السلام کو کس حال میں چٹیل میدان میں لا ڈالا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں اس حال میں چٹیل میدان میں لا ڈالا کہ وہ بیمار تھے، انتہائی کمزور اور ناتواں تھے جیسے کوئی پیدائش کے وقت ہوتا ہے۔

﴿وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ﴾

''اور ہم نے ایک بیل دار پودا اُس پر اُگا دیا'' (146)

سوال 1: ﴿وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ﴾ ''اور ہم نے ایک بیل دار پودا اُس پر اُگا دیا'' سیدنا یونس علیہ السلام پر کدو کی بیل پھیلا دی گئی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ﴾ ''اور ہم نے اُس پر اُگا دیا'' رب العزت نے سیدنا یونس علیہ السلام کے لیے ایک بیل اگا دی۔ جس نے انہیں ٹھنڈے سائے تلے لے لیا۔ اس بیل پر مکھیاں نہیں ہوتیں۔ رب العزت نے ان پر ایک اور احسان فرمایا۔

(2)﴿شَجَرَةً مِّن يَقْطِينٍ﴾ ''ایک بیل دار پودا'' يَقْطِينٍ اطلاق ہر اس پودے پر ہوتا ہے جس کا تنا نہ ہو مثلاً کدو، ککڑی، تربوز وغیرہ اور بالخصوص پیٹھا کدو کی بیل پر ہوتا ہے۔ اور مفسرین کی اکثر رائے کے مطابق یہی پودا وہاں اگ آیا تھا۔ اس کے پتے چوڑے چوڑے ہوتے ہیں جو دھوپ وغیرہ سے سایہ کا کام دیتی ہیں۔ نیز مکھی اس پودے کے نزدیک نہیں آتی۔ آپ کی خوراک کا انتظام اللہ نے کیا فرمایا؟ کتاب وسنت میں اس کی کوئی صراحت نہیں۔ (تفسیر تیسیر القرآن: 721/3)

(3) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو بہت مرغوب تھا۔

﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾

''اور ہم نے اُسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے'' (147)

سوال 1: ﴿وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ﴾ ''اور ہم نے اُسے ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے'' سیدنا یونس علیہ السلام کو قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَأَرْسَلْنَاهُ﴾ ''اور ہم نے اُسے بھیجا'' رب العزت نے سیدنا یونس علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا وہ اہل نینویٰ

تھے۔(ایسر التفاسیر:1302)

(2)﴿اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ﴾ ''ایک لاکھ لوگوں کی طرف بھیجا یا اس سے زائد ہوں گے'' اس قوم کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔

﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾

''سو وہ ایمان لائے تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا'' (148)

سوال 1: ﴿فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾ ''سو وہ ایمان لائے تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا'' قوم یونس علیہ السلام کی قوم ایمان لے آئی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاٰمَنُوْا﴾ ''سو وہ ایمان لائے'' جس قوم کی طرف سیدنا یونس علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا انہوں نے ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے۔ ان کا ایمان لانا سیدنا یونس علیہ السلام کے اعمال نامے میں لکھا گیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿فَلَوْ لَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ﴾ ''سو کیوں نہ کوئی بستی ایسی ہوئی کہ ایمان لائی ہو، پھر اس کے ایمان نے اسے نفع دیا ہو یونس کی قوم کے سوا کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے اس دنیا کی زندگی میں ان سے رسوائی کا عذاب ہٹا دیا اور اُنہیں ایک وقت تک کے لیے سامانِ زندگی دے دیا۔'' (یونس:98)

(2)﴿فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ﴾ ''تو ہم نے اُنہیں ایک خاص مدت تک فائدہ دیا'' جب قوم یونس علیہ السلام ایمان لے آئی تو رب العزت نے ان سے عذاب ہٹا لیا اور انہیں ایک مدت تک دنیا کا فائدہ پہنچایا۔

سوال 2: سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم کی ایمان لانے کی کیفیت کیا تھی؟

جواب: قوم یونس عذاب دیکھ کر ایمان لائی جب کہ ایمان لانا فائدہ نہیں دیتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو قبول کر لیا۔

سوال 3: کیا ایمان لانے کے بعد قوم یونس علیہ السلام کو زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا؟

جواب: قوم یونس کو ایک زمانے تک زندگی سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا گیا۔

﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾

''سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں؟'' (149)

سوال 1: ﴿فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ''سو آپ اُن سے پوچھیں کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں'' فرشتے اللہ کے بندے ہیں بیٹیاں نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَاسْتَفْتِهِمْ﴾ ''سو آپ اُن سے پوچھیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ غیر اللہ کی عبادت کرنے

والوں سے پوچھیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(2) ﴿اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ﴾ ''کہ کیا تمہارے رب کے لیے بیٹیاں ہیں اور اُن کے لیے بیٹے ہیں'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بنا دیں حالانکہ وہ اپنے لیے بیٹیوں پر راضی نہیں جیسا کہ فرمایا ﴿وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔ پاک ہے اس کی ذات! اور ان کے لیے وہی ہیں جو وہ چاہتے ہیں۔'' (النحل:57)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو رب کی بیٹیاں قرار دینے پر لوگوں کے سامنے ان کے غلط عقیدے کی حقیقت کو کیسے کھولا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ ﷺ ان سے پوچھو کہ ان کے لیے بیٹے ہوں جو بے اختیار ہوں اور با اختیار رب کے لیے بیٹیاں ہوں۔

﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ﴾

''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے؟'' (150)

سوال 1: ﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ﴾ ''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے اور وہ موجود تھے'' کیا فرشتوں کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا﴾ ''کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں پیدا کیا ہے'' رب العزت نے فرمایا کیا فرشتوں کو ہم نے عورتیں بنایا اور وہ اس وقت حاضر تھے۔ (نعوذ باللہ)

(2) ﴿وَّهُمْ شَاهِدُوْنَ﴾ ''اور وہ موجود تھے'' یعنی کیا وہ فرشتوں کی تخلیق کو دیکھ رہے تھے؟ وہ اس کے گواہ ہیں۔ ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔـلُوْنَ﴾ ''اور اُنہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا اُن کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی اُن کی گواہی لکھی جائے گی اور اُن سے پوچھا جائے گا۔'' (الزخرف:19)

(3) اگر ایسا نہیں ہے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بغیر علم کے بہتان لگایا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے مؤنث ہونے کے غلط عقیدے کی حقیقت کو کیسے واضح کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ان سے سوال کیا کہ یہ بتاؤ کیا اس وقت تم موجود تھے جب اللہ نے انہیں بیٹیاں پیدا کیا؟ کیا انہوں نے فرشتوں میں عورتوں والی خصوصیات بذات خود دیکھی ہیں۔

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ﴾

''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں'' (151)

سوال1: ﴿اَلَآ اِنَّهُمۡ مِّنۡ اِفۡكِهِمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں'' وہ افترا پردازی کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَآ اِنَّهُمۡ مِّنۡ اِفۡكِهِمۡ لَيَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''سن لو! بلاشبہ یہ لوگ یقیناً اپنی من گھڑت باتیں کہتے ہیں'' یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا پردازی کرتے ہیں کہ اس کی اولاد ہے۔

(2) وہ تین جھوٹ بولتے ہیں (i) اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ (ii) فرشتے عورتیں ہیں۔ (iii) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

﴿وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾

''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں'' (152)

سوال1: ﴿وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں'' وہ جھوٹے ہیں، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَدَ اللّٰهُ﴾ ''کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جنا'' انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اولاد بنائی۔

(2) ﴿وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً وہ جھوٹے ہیں'' اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد بنانا جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر فرشتوں کی عبادت کرنا جہنم تک لے جانے کے لیے کافی ہے۔

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنی اولاد کے غلط نظریے کے بارے میں کیا فیصلہ دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ اللہ کی اولاد کو تصور کر کے حقیقت سمجھنے والے جھوٹے ہیں۔

﴿اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ عَلَى الۡبَنِيۡنَ﴾

''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں'' (153)

سوال1: ﴿اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ عَلَى الۡبَنِيۡنَ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں پر بیٹیاں پسند کی ہیں'' بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں پسند کر لیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَصۡطَفَى الۡبَنَاتِ﴾ ''کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں پسند کی ہیں'' اللہ کے لئے جس طرح لڑکیاں نہیں۔ اسی طرح لڑکے بھی نہیں۔ دونوں کی نفی اس لحاظ سے اگرچہ برابر ہے مگر ذہناً چونکہ لڑکیوں کو کم درجہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اللہ کا اس سے منزہ ہونا بدرجہ اولیٰ ضروری ہوگا۔ (تفسیر کمالین جلالین: 364/5)

(2)﴿عَلَى الْبَنِيْنَ﴾ ''بیٹوں پر'' رب العزت نے بیٹوں کو بیٹیوں پر کیوں ترجیح دی آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیے۔ رب العزت تو اولاد سے ہی پاک ہے۔ بیٹے یا بیٹی کا سوال تو دور کا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا﴾ ''کیا پھر تمہارے رب نے تمہیں بیٹوں کے لیے منتخب کیا؟ اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا؟ بلاشبہ تم یقیناً بہت بڑی بات کہتے ہو'' (بنی اسرائیل:40)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے بودے نظریات کے بارے میں کیا وضاحت کی؟

جواب۔ (1) اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا کہ یہ خود تو اپنے لیے بیٹے پسند کریں اور بیٹیاں نہ چاہیں لیکن رب العالمین کے بارے میں یہ سوچیں کہ اس کی بیٹیاں ہیں۔ (2) اگر اللہ کی اولاد ہوتی تو وہ بیٹے ہوتے۔

﴿مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾

''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟'' (154)

سوال 1: ﴿مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسے فیصلہ کرتے ہو'' تمہارے فیصلے درست نہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿مَا لَكُمْ﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے'' تمھاری عقلوں کو کیا ہو گیا ہے تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے۔

(2) ﴿كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ﴾ ''تم کیسے فیصلہ کرتے ہو'' تم خلاف عقل فیصلے دے رہے ہو۔ تم ظالمانہ فیصلے کرتے ہو۔ تمہارے فیصلے درست نہیں باز آ جاؤ۔ نصیحت قبول کر لو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے عقیدے کی خرابیوں پر انہیں کیسے تنبیہ کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟

﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾

''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو؟'' (155)

سوال 1: ﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو'' نصیحت قبول کر لو۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تو کیا تم غور نہیں کرتے ہو'' تم نصیحت قبول کرتے تو ایسی بات نہ کرتے۔

(2) تم نصیحت قبول کرتے تو اللہ تعالیٰ کی اولاد نہ ٹھہراتے۔ (3) تمہیں کیا ہے کہ تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

سوال 2: کیا تم سبق حاصل نہیں کرتے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ بھی ہے کہ تم اتنی بات بھی نہیں سمجھے کہ اللہ کی اولاد ہوتی تو نرینہ ہوتی۔

﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾

''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے؟'' (156)

سوال 1: ﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے'' قتادہ نے فرمایا کہ کوئی واضح عذر ہے۔ (جامع البیان: 110/23)

(2) کیا تمہارے پاس اپنے دعوے کی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد ہے کی کوئی قوی دلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے آئی ہو یا اس نے اپنی کتاب میں نازل کی ہو جس سے تمہارے دعوے کی خبر ملتی ہو!

سوال 2: کیا تمہارے پاس کوئی صاف دلیل ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال رد شرک کے لیے کیا ہے کہ کیا تمہارے پاس اپنی ملائکہ پرستی کی کوئی دلیل ہے؟

﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

''تو اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو!'' (157)

سوال 1: ﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''تو اپنی کتاب لے آؤ اگر تم سچے ہو!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ﴾ ''تو اپنی کتاب لے آؤ'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنا عذر پیش کرو۔ (جامع البیان)

(2) ﴿اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اگر تم سچے ہو!'' یعنی اگر تم سچے ہو تو اپنے دعوے کی دلیل کے لیے کوئی کتاب پیش کرو۔ اگر اس پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے تو تم بلا دلیل اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہو۔

(3) تمہارے لیے کوئی کتاب کیسے ہو سکتی ہے؟ تم نے تو اپنی کتاب سے کفر کیا ہے۔ جو تمہاری ہدایت کے لیے نازل ہوئی ہے اور وہ قرآن کریم ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہاری افترا پردازی کو قوی دلیل سے باطل کر دیا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 1304)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کتاب لانے کا مطالبہ کس سلسلے میں کیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے کتاب لانے کا مطالبہ ملائکہ پرستی کی جڑ کاٹنے کے لیے کیا۔

(2) اس کا مطلب یہ ہے کہ عقل اس عقیدے کو تسلیم نہیں کرتی کہ اللہ کی کوئی اولاد ہے۔

﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾

’’اورانہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ بنا دیا ہے اور بلا شبہ یقینا جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناوہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں‘‘ (158)

سوال:﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ ’’اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ بنا دیا ہے اور بلا شبہ یقینا جنوں کو معلوم ہے کہ یقیناوہ ضرور حاضر کیے جانے والے ہیں‘‘ مشرکوں نے جنوں کی اللہ تعالیٰ سے رشتے داری سمجھ لی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ﴾ ’’اور انہوں نے اس کے درمیان رشتہ‘‘ یعنی مشرکوں نے بنالیا اللہ تعالیٰ کے درمیان۔

(2)﴿وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا﴾ ’’اور جنوں کے درمیان رشتہ بنا دیا ہے‘‘ اور جنات کے درمیان نسبی تعلق بنا دیا ہے وہ کہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے یہ کہ آیت کریمہ قریش کے تین قبیلوں سلیم، جہینہ اور خزاعہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں مجاہد سے روایت کیا ہے کہ قریش کے امراء ورؤسا کہنے لگے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو ان کی مائیں کون ہیں تو وہ بولے سادات جنات کی بیٹیاں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ﴾ (تفسیر ابن عباس:123/3)

(4)﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ﴾ ’’اور بلا شبہ یقینا جنوں کو معلوم ہے‘‘ یعنی جنات کو معلوم ہے کہ وہی عذاب میں حاضر کیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں آگ سے عذاب دے گا۔ پھر نسبی تعلق والا تو اس تعلق کی وجہ سے عزت کرتا ہے وہ آگ سے عذاب نہیں دیتا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی افتراء پردازی سے خود کو منزہ ثابت کیا۔ (ایسر التفاسیر:1304)

(5) حالانکہ جنات بھی جانتے ہیں کہ وہ جزا وسزا کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فروتر بندے ہیں۔ اگر ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی نسبی رشتہ ہوتا تو ان کی یہ حالت نہ ہوتی۔ (تفسیر سعدی:2286/3)

سوال 2 :مشرکین نے اللہ تعالیٰ اور جنوں کے درمیان کونسی رشتے داری ٹھہرائی تھی؟

جواب:مشرکین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جنات کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کی ہیں جس کے نتیجے میں بیٹیاں پیدا ہوئیں یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ نے جنات کی رشتہ داری کی نفی کیسے کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے غلط عقیدے کو ان کے سامنے کھولا ہے کہ اگر جنات کی رشتہ داری ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دیتا جبکہ جنات جانتے ہیں کہ انہیں اپنے کاموں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

﴿سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ﴾

''اللہ تعالیٰ پاک ہےاُن باتوں سے جو وہ بیان کرتے ہیں'' (159)

سوال 1: ﴿سُبۡحٰنَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہےاُن باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ اولاد سے پاک ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبۡحٰنَ اللّٰہِ﴾ ''اللہ تعالیٰ پاک ہے'' اللہ تعالیٰ جو ان کا رب، ان کا بادشاہ ہے ان تمام اوصاف سے پاک ہے جو مشرک اس سے منسوب کررہے ہیں۔ (2) یعنی اللہ تعالیٰ اولاد اور نسب سے پاک ہے (تفسیر قاسمی: 2286)

﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ﴾

''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیئے گئے بندے'' (160)

سوال: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الۡمُخۡلَصِیۡنَ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے خالص کیئے گئے بندے'' اللہ تعالیٰ سے مخلص بندوں کی نسبت ہی درست ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ﴾ ''مگر اللہ تعالیٰ کے بندے'' اللہ تعالیٰ سے مخلوق کی جو نسبت ہے وہ یہ کہ اس کے بندے ہیں۔

(2) ﴿الۡمُخۡلَصِیۡنَ﴾ ''مخلص کئے گئے'' اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں نے اس کے جو اوصاف بیان کئے ہیں وہی اس کے جلال کے لائق ہیں۔ وہی اسے زیب دیتے ہیں جن کی وجہ سے اس کی پاک دامنی پر حرف نہیں آتا۔ اس کے مخلص بندے اس حق کی پیروی کرتے ہیں جو رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغۡوَیۡتَنِیۡ لَاُزَیِّنَنَّ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاُغۡوِیَنَّہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَکَ مِنۡہُمُ الۡمُخۡلَصِیۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ ہٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسۡتَقِیۡمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنَّ جَہَنَّمَ لَمَوۡعِدُہُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ''اس نے کہا: ''اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے (گناہ) مزین کروں گا، اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔ مگر ان میں تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ راستہ ہے جو مجھ تک سیدھا ہے۔ بے شک میرے بندوں پر تیرے لیے کوئی غلبہ نہیں ہوگا مگر جو گمراہوں میں سے تیرے پیچھے چلیں گے۔ اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر: 39-43)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے مخلص بندوں سے یہاں کون سے بندے مراد ہیں؟

جواب: (1) یہاں اس سے وہ بندے مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلط عقیدہ نہیں رکھتے۔

(2) وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوزخ حرام کردی ہے۔

﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾

''پس یقیناً تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو'' (161)

سوال 1: ﴿فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''پھر یقیناً تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنَّكُمْ﴾ ''پھر یقیناً تم'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرائے ہیں۔

(2) ﴿وَمَا تَعْبُدُوْنَ﴾ ''اور جن کی تم عبادت کرتے ہو'' یعنی تمہارے خودساختہ معبود کسی بارے میں بھی قدرت نہیں رکھتے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے لوگوں اور معبودوں کا اکٹھے تذکرہ کیوں کیا؟

جواب: اس میں بڑی حکمت ہے یعنی معبود اور عبادت گزار دونوں مقام کے اعتبار سے برابر ہیں اور کاموں کے اعتبار سے بھی۔

﴿مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾

''تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو'' (162)

سوال 1: ﴿مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾ ''تم کسی کو فتنے میں ڈالنے والے نہیں ہو'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَنْتُمْ﴾ ''تم نہیں ہو'' یعنی شرک کرنے والے۔

(2) ﴿عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ﴾ ''اس پر فتنے میں ڈالنے والے'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ان کا رب بادشاہ عظیم اور حلیم کامل ان تمام اوصاف سے منزہ اور پاک ہے جو مشرکین اس کے بارے میں بیان کررہے ہیں، جو ان کے کفر و شرک نے اس کے متعلق واجب ٹھہرایا ہے۔ (تفسیر سعدی 2286/3)

رب العزت نے مشرکوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ تمہاری گمراہ کن باتیں وہ مانے گا جو تم سے زیادہ گمراہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے علم میں جہنم کا کوئلہ بننے والا ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۗ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے جنوں اور انسانوں میں سے اکثر کو دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے، ان کے لیے دل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں اور ان کے لیے آنکھیں جن سے وہ دیکھتے نہیں، اور ان کے لیے کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں، یہ لوگ جانوروں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں یہی لوگ غافل ہیں۔'' (الاعراف: 179)

سوال 2: مشرک اور ان کے جھوٹے معبود کن کو گمراہ کرسکتے ہیں؟

جواب: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے ہی جہنم جانے والے ہیں اس وجہ سے وہ کفر اور شرک کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

﴿اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ﴾

''مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے'' (163)

سوال: ﴿اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ﴾ ''مگر وہ جو جہنم میں پہنچنے والا ہے'' مشرکوں کی باتیں ماننے والا دوزخ میں کوئلہ بنے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا مَنْ هُوَ﴾ ''مگر وہ جو'' یعنی جس کا مقدر ہے۔

(2) ﴿صَالِ الْجَحِيْمِ﴾ ''جہنم میں پہنچنے والا ہے'' یعنی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ ﴿وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور بے شک جہنم یقیناً ان سب کے وعدے کی جگہ ہے۔'' (الحجر:43)

﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾

''اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے'' (164)

سوال: ﴿وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''اور ہم (فرشتوں) میں سے ہر ایک کا ایک معلوم مقام ہے'' فرشتوں کی برأت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مِنَّآ﴾ ''اور ہم (فرشتوں) میں سے'' یہ فرشتوں کا قول ہے۔

(2) ﴿اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ﴾ ''ہر ایک کے لیے ایک معلوم مقام ہے'' یعنی آسمان میں ہر فرشتے کا عبادت کا ایک مقام ہے، جس سے کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(3) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آسمان پر چار انگلی کے برابر بھی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی فرشتہ اللہ تعالیٰ کے لیے (اس کے سامنے) اپنی پیشانی رکھے سر بسجود نہ ہو۔ (ترمذی:2312)

(4) یہ فرشتوں کے بارے میں کفار کی بہتان طرازی سے برأت کا بیان ہے، نیز یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور لحہ بھر کے لیے اس کی نافرمانی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کو ایک مقام اور کسی تدبیر کی ذمے داری سونپی ہے وہ اس سے تجاوز کر سکتے ہیں نہ انہیں کسی چیز کا کوئی اختیار ہے۔ (تفسیر سعدی:2287/3)

﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم صف بستہ رہنے والے ہیں'' (165)

سوال 1: ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم صف بستہ رہنے والے ہیں'' فرشتوں کی صف بندی کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِنَّا لَنَحْنُ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم'' فرشتوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت، اطاعت اور خدمت میں۔

(2) ﴿الصَّآفُّوْنَ﴾ ''صف بستہ رہنے والے ہیں'' صفیں باندھتے ہیں۔

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: تم لوگ اس طرح صفیں کیوں نہیں بناتے جس طرح بارگاہِ الٰہی میں فرشتے صف بستہ رہتے ہیں۔ (مسلم:968)

(4) یعنی فرشتے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں صفیں باندھے کھڑے ہیں۔

سوال 2: فرشتوں کی زبان سے ان کی ذات کی حقیقت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) فرشتوں میں سے ہر ایک کی جگہ مقرر ہے۔ (2) فرشتے اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے ہیں۔

(3) فرشتے صف بستہ کھڑے ہیں۔ (4) فرشتے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے والے ہیں۔

﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم تسبیح کرنے والے ہیں'' (166)

سوال 1: ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم تسبیح کرنے والے ہیں'' فرشتے تسبیح کرتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّا لَنَحْنُ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم'' فرشتوں نے کہا کہ ہم اپنی عبادت کی جگہ میں ثنا بیان کرتے ہیں۔ (جامع البیان:115/23)

(2) ﴿الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ ''تسبیح کرنے والے ہیں'' یعنی صفیں باندھ کر ہم اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں اس کی عظمت اور تقدیس کرتے ہیں۔ اس کو تمام برائیوں سے پاک سمجھتے ہیں۔

(3) ﴿الْمُسَبِّحُوْنَ﴾ میں زبان کی تسبیح اور نماز دونوں آجاتے ہیں۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں ہیں جیسے کفار فرشتوں کے بارے میں کہتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے بارے میں عقیدے کو کیسے درست کیا ہے؟

جواب: (1) فرشتے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔ (2) فرشتے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ (3) تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ (4) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں ہیں۔

﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' (167)

سوال1: ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناوہ لوگ کہا کرتے تھے'' یعنی کفار مکہ کہتے ہیں۔

(2) رب العزت نے واضح فرمایا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے کفار مکہ تمنا کرتے تھے کہ ہم میں کوئی نبی ہوتا جو ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام یاد دلاتا، اور وہ واقعات سناتا جو پہلی قوموں پر گزر چکے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1704)

سوال2: کفار کو کس قول کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے؟

جواب: کفار کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس بھی ذکر ہوتا تو ہم بھی منتخب لوگ ہوجاتے۔

﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾

''کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی'' (168)

سوال1: ﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''کہ اگر واقعی ہمارے پاس پہلے لوگوں کی کوئی نصیحت ہوتی'' بعثت نبوی ﷺ سے پہلے قریش کی تمنا کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا﴾ ''کہ اگر واقعی ہمارے پاس ہوتی'' نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے قریش آرزو کرتے تھے کہ ہم میں کوئی نبی ہوتا جو ہمیں پچھلی قوموں کے واقعات سناتا۔

(2) ﴿ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ﴾ ''پہلے لوگوں کی نصیحت'' یعنی پہلی کتابوں میں سے کوئی کتاب ہوتی جیسے تورات اور انجیل ہیں یا کوئی نبی آتا جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس آیا۔ (جامع البیان: 23/117)

سوال2: ذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: ذکر سے مراد کتاب الٰہی یا پیغمبر ہے۔

سوال3: کفار نزول قرآن سے پہلے کیا کہا کرتے تھے؟

جواب: کفار کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس بھی آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوتی تورات وغیرہ جیسی یا کوئی ہمیں بھی نصیحت کرتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے خالص بندے بن جاتے۔

﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص کیے گئے بندے ہوتے!'' (169)

سوال 1: ﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے!'' ہم اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی عبادت کو خالص کرتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ﴾ ''تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے!'' اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ مشرکین اس تمنا کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس بھی کتابیں آتیں جیسے پہلے لوگوں پر کتابیں آئی تھیں تو ہم خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ بلکہ ہم حقیقی مخلص ہوتے۔ وہ اس بارے میں جھوٹ بولتے ہیں ان کے پاس سب سے افضل کتاب آئی، مگر انہوں نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حق کے مقابلے میں تکبر کا رویہ رکھے ہوئے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2288,2287/3)

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا﴾ ''اور انہوں نے اپنی پختہ قسمیں کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ یقیناً اگر اُن کے پاس کوئی خبردار کرنے والا آیا تو وہ یقیناً ضرور ہر اُمت سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوں گے، پھر جب ایک خبردار کرنے والا اُن کے پاس آیا تو اُس نے اُن کے دور بھاگنے کے سوا کوئی اضافہ نہیں کیا۔'' (فاطر: 42)

(3) یعنی نبی ﷺ کی بعثت سے پہلے تو یہ کہتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کتابیں آتیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے ہوتے پھر جب نبی ﷺ آگئے تو انہوں نے کفر کیا۔

سوال 2: مخلص بندوں سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب: اس سے مراد چنے ہوئے لوگ ہیں۔

﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾

''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' (170)

سوال: ﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَفَرُوْا بِهٖ﴾ ''تو اُنہوں نے اس کا انکار کیا'' یعنی مشرکوں نے اس کتاب کا انکار کر دیا جو محمد ﷺ لے کر آئے

اور وہ قرآن ہے۔

(2)﴿فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''سو جلد ہی وہ جان لیں گے'' یعنی اگر وہ توبہ نہیں کریں گے ایمان نہیں لائیں گے اس کی توحید پر ایمان نہیں رکھیں گے تو اپنے کفر کا انجام دیکھ لیں گے۔

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے صادر ہی ہو چکا'' (171)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے لیے ہمارا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا'' رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہمارا فیصلہ پہلے ہی ہو چکا'' کلمہ سے مراد وہ سنت الٰہی ہے جو اپنے رسولوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمادی ہیں۔ ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول ضرور غالب رہیں گے، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا ہے، زبردست ہے۔'' (المجادلہ:21)

سوال 2: رسولوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کون سا وعدہ صادر ہو چکا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ وہ یقیناً مدد کیے جائیں گے۔

﴿اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾

''یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی'' (172)

سوال: ﴿اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾ ''یقیناً وہ وہی ہیں جن کو مدد دی جائے گی'' رسولوں اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّهُمْ﴾ ''یقیناً وہ وہی ہیں'' یعنی رسول اور مسلمان۔

(2)﴿لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ﴾ ''جن کو مدد دی جائے گی'' یعنی دنیا اور آخرت میں رسولوں اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی۔

﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾

''اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے'' (173)

سوال: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ''اور بے شک ہمارا لشکر ہی یقیناً غالب آنے والا ہے'' میدان ہمارے ہی ہاتھ رہے گا،

آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا﴾ ’’اور بے شک ہمارا لشکر ہی‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والے اور اس کی فلاح یافتہ فوج۔

(2)﴿لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ ’’یقیناً غالب آنے والا ہے‘‘ وہ دنیا میں غالب رہیں گے۔

(3) انجام کار غلبہ ہمارا ہی ہے۔ بالآخر میدان ہمارے ہی ہاتھ ہوگا۔

﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

’’چنانچہ آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں‘‘ (174)

سوال: ﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ’’چنانچہ آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں‘‘ ان کی ایذاؤں پر صبر کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾ ’’چنانچہ ان سے منہ موڑ لیں‘‘ یعنی ان سے اعراض کریں اور ان کی ایذاؤں پر صبر کریں، بہت جلد آپ ﷺ کا غلبہ ہونے والا ہے، آپ ہی کا اقتدار ہوگا۔ (2)﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾ ’’ایک وقت تک‘‘ یعنی قلیل مدت تک انتظار کریں۔

(3) ان سے اعراض کریں یہاں تک کہ آپ کو قتال کا حکم دیا جائے۔

(4) مقررہ وقت فتح مکہ تک تھا پھر سب نے رسول اللہ ﷺ کو تسلیم کر لیا اور سارا عرب مسلمان ہو گیا۔

﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾

’’اور انہیں آپ دیکھتے رہیں پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے‘‘ (175)

سوال: ﴿وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾ ’’اور انہیں آپ دیکھتے رہیں پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے‘‘ وہ جلد ہی بدترین انجام دیکھنے والے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَّاَبْصِرْهُمْ﴾ ’’اور انہیں آپ دیکھتے رہیں‘‘ یعنی انہیں دیکھو کیسا ان پر عذاب نازل ہوا۔ (زاد المسیر: 315/6)

(2) آپ ﷺ انہیں ڈھیل دے دیں پھر دیکھیں ان پر آپ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے کیسے کیسے عذاب نازل ہوتے ہیں۔

(3)﴿فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾ ’’پھر جلد ہی یہ خود بھی دیکھ لیں گے‘‘ رب العزت نے دھمکی دی کہ وہ جلد ہی اپنا بدترین انجام دیکھنے والے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1705/2)

﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾

''توکیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' (176)

سوال 1: ﴿اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''توکیا وہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگتے ہیں؟'' وہ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں، آیات کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَبِعَذَابِنَا﴾ ''توکیا وہ ہمارے عذاب کو'' جبیر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کفار بولے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں وہ ہمیں دکھائیں اور اس کو جلدی لے آئیں اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ اسے شیخین نے صحیح قرار دیا ہے۔ (تفسیر ابن عباس:124/3)

(2) ﴿يَسْتَعْجِلُوْنَ﴾ ''وہ جلدی مانگتے ہیں'' یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب کے لیے جلدی ہے، کیونکہ یقین نہیں رکھتے۔ رب العزت نے آگاہ فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے کی وجہ سے یہ عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ ذرا سوچیں تو سہی ان کی رغبت عذاب میں ہے۔

(3) مانگنے والے نے عذاب مانگا ہے تو کیوں؟ ﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ (۱) لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ (۲)﴾ ''سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کا سوال کیا ہے۔ کافروں کے لیے، اس کو ہٹانے والا کوئی نہیں'' (المعارج:2،1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا کہ یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ اس لیے فرمایا کہ یہ اللہ کی نافرمانی کر کے اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾

''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بہت بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' (177)

سوال 1: ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا تو اُن کی صبح بڑی بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' مشرکین کو عذاب کی وعید دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ﴾ ''پھر جب وہ اُن کے صحن میں اُترے گا'' یعنی جب عذاب ان کے صحنوں میں، ان کے علاقوں میں اترے گا۔

(2) ﴿فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ﴾ ''تو اُن کی صبح بڑی بُری ہوگی جن کو ڈرایا گیا تھا'' وہ دن، وہ تاریخ، وہ وقت اور وہ ساعت ان کے حق میں بدترین ثابت ہوگی اس وقت ہلاکت اور تباہی چھا رہی ہوگی۔

(3) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی طرف روانہ ہوئے آپ وہاں رات کے وقت پہنچے (اور آپ کا معمول مبارک تھا کہ) آپ جب کسی قوم کے پاس رات کو پہنچتے تو (صبح ہونے کا انتظار کرتے رہتے اور) جب تک صبح نہ ہو جاتی حملہ نہ کرتے، بہرحال

جب صبح ہوئی تو یہودی پھاوڑے اور ٹوکریاں لے کر نکلے۔انہوں نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے،محمد!اللہ کی قسم محمد!اپنے لشکر سمیت۔نبی ﷺ نے فرمایا:اللہ اکبر!خیبر(آج)تباہ وبرباد ہونے والا ہے۔ہم لوگ جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ہوتے ہیں ان کی صبح(بہت)بری ہوتی ہے۔(بخاری:2945)

سوال 2:عذاب کے اترنے کے بارے میں کیا وضاحت کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جب عذاب آئے گا تو ان لوگوں کی صبح بہت بری ہوگی جنہیں ڈرایا گیا۔

﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾

''اور آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''(178)

سوال 1:﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ﴾''اور آپ ایک وقت تک اُن سے منہ موڑ لیں''کی وضاحت کریں

جواب:(1)﴿وَتَوَلَّ عَنْهُمْ﴾''اور اُن سے منہ موڑ لیں''یعنی ان سے ایک وقت تک اعراض کریں۔

(2)﴿حَتّٰى حِيْنٍ﴾''ایک وقت تک''یعنی ایک مدت تک صبر کرلیں۔بہت جلد آپ ﷺ کا غلبہ ہونے والا ہے۔

سوال 2:اللہ تعالیٰ نے کافروں کے بارے میں کیا فیصلہ دیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے فیصلہ دیا ہے کہ ان سے کچھ عرصے کے لیے کنارہ کشی اختیار کرلیں۔

﴿وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾

''اور دیکھتے رہیں،پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''(179)

سوال 1:﴿وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''اور دیکھتے رہیں۔پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''پھر وہ بدترین انجام دیکھیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَّاَبْصِرْ﴾''اور دیکھتے رہیں''یعنی آپ ﷺ انہیں ڈھیل دے دیں اور دیکھیں کہ ان پر کیسے کیسے عذاب ٹوٹنے والے ہیں۔(2)آپ ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے یہ کتنے دردناک انجام کو پہنچنے والے ہیں۔

(3)﴿فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ﴾''پس جلد ہی وہ خود بھی دیکھ لیں گے''رب العزت نے ڈانٹ کر دھمکی دی ہے کہ جلد ہی بدترین انجام دیکھ لو گے۔

سوال 2:کس چیز کو دیکھتے رہنے کے لیے کہا گیا ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ کے دنیا کے عذاب کو،اللہ تعالیٰ کے آخرت کے عذاب کو۔آپ بھی دیکھیں وہ بھی دیکھ لیں گے۔

﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾

''پاک ہے ان باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں'' (180)

سوال 1: ﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾ ''پاک ہے ان باتوں سے آپ کا رب، عزت کا رب، جو لوگ بیان کرتے ہیں'' رب العزت مشرکوں کی خرافات سے منزہ اور بلند و بالا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿سُبۡحٰنَ رَبِّكَ﴾ ''پاک ہے آپ کا رب'' رب العزت نے اپنی مدح بیان فرمائی ہے اور تنزیہہ اپنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارا رب مشرکوں کی خرافات سے منزہ اور بلند و بالا ہے۔

(2) ﴿رَبِّ الۡعِزَّةِ﴾ ''عزت کا رب'' تمہارا رب ہر چیز پر غالب ہے، وہ کمال درجہ کا غلبہ رکھتا ہے، وہ قوت والا ہے۔

(3) ﴿عَمَّا يَصِفُوۡنَ﴾ ''اُن باتوں سے جو لوگ بیان کرتے ہیں'' جو مشرک بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور ملائکہ اس کی بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اس سے کہ اس کی کوئی اولاد ہو۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ هُمۡ يُنۡشِرُوۡنَ (۲۱) لَوۡ كَانَ فِيۡهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا يَصِفُوۡنَ (۲۲)﴾ ''یا اُنہوں نے زمین سے معبود بنا رکھے ہیں کہ وہ کسی کو زندہ کریں گے؟ اگر ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو ان دونوں میں ضرور فساد برپا ہو جاتا۔ سو عرش کا رب اللہ تعالیٰ پاک ہے اُن سے جو وہ بیان کرتے ہیں۔'' (الانبیاء: 22،21)

(5) ﴿اَمۡ لَهُمۡ اِلٰهٌ غَيۡرُ اللّٰهِ ؕ سُبۡحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشۡرِكُوۡنَ﴾ ''یا ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود ہے؟ پاک ہے اللہ تعالیٰ اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔'' (الطور: 43)

(6) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا، چند کلمات ایسے ہیں کہ جو کوئی انہیں اپنی مجلس سے اٹھتے ہوئے تین بار پڑھ لے تو یہ اس کے لیے (مجلس کے گناہوں کا) کفارہ بن جائیں گے اور جو کوئی انہیں اپنی اسی مجلس کے دوران میں پڑھ لے، وہ مجلس خواہ خیر کی ہو یا ذکر کی تو یہ اس کے لیے ایسے ہوں گے جیسے کسی تحریر کو مہر بند کر دیا گیا ہو (یعنی اس کے لیے اس کا اجر اور گناہوں کا کفارہ ہونا محفوظ ہوگا۔ وہ کلمات یہ ہیں) ﴿سُبۡحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمۡدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنۡتَ اَسۡتَغۡفِرُكَ وَاَتُوۡبُ اِلَيۡكَ﴾ ''اے اللہ! تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ، (میں گواہی دیتا ہوں کہ) تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں۔'' (ابوداؤد: 4857)

سوال 2: رب کس چیز سے پاک ہے؟

جواب: رب ہر اس چیز سے پاک ہے جو مشرکین بیان کرتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک ہے وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کسی

کا محتاج نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ اسے شریک کی ضرورت ہے۔

﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾

''اور سلام ہے رسولوں پر'' (181)

سوال 1: ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور سلام ہے رسولوں پر'' انبیاء کو سلامتی کی جو بشارت ہے، آیت کی روشنی میں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ﴾ ''اور سلام ہے رسولوں پر'' دنیا اور آخرت میں پیغمبروں پر سلامتی ہی سلامتی ہو، کیونکہ رب کے بارے میں ان کے اقوال و افعال شرک سے سلامتی والے اور صحیح و برحق تھے۔

(2) اور سلام ہے رسولوں پر کیونکہ وہ گناہوں اور تمام آفات سے سلامت ہیں اور جن اوصاف سے مشرکین نے زمین اور آسمانوں کے خالق کو موصوف کیا ہے ان سے سلامت ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2288/3)

سوال 2: رسولوں پر کس وجہ سے سلام ہے؟

جواب: رسولوں پر اس لیے سلام ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا کو پہنچایا۔

﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے'' (182)

سوال 1: ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے'' حمد و ستائش صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو سارے جہانوں کا رب ہے'' یعنی حمد و ستائش کی تمام اقسام صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ یعنی تمام صفات کاملہ و عظیم، وہ تمام افعال جن کے ذریعے سے اس نے اس کائنات کی تربیت کی، ان کو لامحدود نعمتوں سے نوازا، ان سے بہت سی مصیبتوں کو دور کیا، اور اس نے ان کی تمام حرکات و سکنات اور ان کے تمام احوال میں ان کی تدبیر کی وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ وہ ہر نقص سے پاک اور ہر کمال کی بنا پر قابل تعریف ہے۔ اپنے بندوں کے نزدیک محبوب اور سزاوار تعظیم ہے۔ اس کے تمام رسول گناہ سے محفوظ ہیں۔ اور جو کوئی انبیاء و رسل کی اتباع کرتا ہے، وہ دنیا و آخرت میں سلامتی کا مستحق ہے۔ اور ان کے دشمنوں کے لیے دنیا و آخرت میں ہلاکت ہے۔ (تفسیر سعدی: 2289,2288/3)

(2) بڑائیاں ہر حال میں دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ چونکہ تسبیح میں کمیوں اور برائیوں سے برأت پائی جاتی ہے۔ جس کو

ثبوت کمال لازم ہے۔جیسے حمد کمال والی صفتوں پر دلالت کرتی ہے۔اور عیوب ونقائص سے پاکی کو لازم ہے اسی لیے تسبیح اور حمد کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔قرآن میں اکثر جگہ دونوں کا بیان ایک ساتھ ہی آیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کی صفات کامل اور اس کے افعال عدل پر مبنی اور فضیلت والے ہیں اس لیے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔جیسا کہ اس کی ذات کے لائق ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کا شکر کیوں ادا کرنا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کے احسانات کی وجہ سے۔(2) اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے، کتابیں بھیجیں پھر رسولوں نے پیغام پہنچایا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور اہل ایمان کو بچالیا۔

ایاتها ۸۸ ｜ ۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ ｜ ركوعاتها ۵

سوال 1: سورۃ ص کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: سورۃ ص مکی سورۃ ہے اس میں 5 رکوع اور 88 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورۃ کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورۃ کا نمبر 38 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے بھی اس کا نمبر 38 ہے۔

رکوع نمبر 10

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾

''ص۔نصیحت والے قرآن کی قسم!''(1)

سوال 1: ﴿صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ ''ص۔نصیحت والے قرآن کی قسم!'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿صٓ﴾ حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

(2) ﴿وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ﴾ ''نصیحت والے قرآن کی قسم!'' رب العزت نے قرآن حکیم کی قسم کھائی ہے کہ یہ سراسر نصیحت اور یاددہانی ہے۔

(3) یعنی یہ وہ قرآن ہے جس میں انسان کے لیے دنیا اور آخرت کے فائدے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾ ''بلاشبہ یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں تمہارا ذکر ہے تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' (الانبیاء:10)

(4) قرآن بندوں کو یاددہانی کرواتا ہے ہر اس چیز کی جو انہیں ضرورت ہے جس کے وہ محتاج ہیں۔

(5) یعنی جو قدر عظیم اور شرف کا حامل ہے۔ جو بندوں کو ہر اس چیز کی یاددہانی کراتا ہے جس کے وہ محتاج ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال کا علم، احکام شرعیہ کا علم اور قیامت اور جزا وسزا کا علم۔ قرآن انہیں ان کے دین کے اصول وفروع کا علم عطا کرتا ہے۔ جس چیز پر قسم کھائی گئی ہے یہاں اس کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی گئی ہے اور جس پر قسم کھائی گئی ہے دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں اور وہ ہے قرآن، جو اس وصف جلیل سے موصوف ہے۔ جب قرآن اس وصف سے موصوف ہے تو معلوم ہوا کہ بندوں کے لیے اس کی ضرورت ہر ضرورت سے بڑھ کر ہے اور بندوں پر فرض ہے کہ وہ ایمان اور تصدیق کے ساتھ اس کو قبول کریں۔ اس سے ان امور کا استنباط کریں جن سے نصیحت حاصل کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو ہدایت سے نوازا، اس کو اس کی طرف راہ دکھادی۔ (تفسیر سعدی 2290,2289/3)

سوال 2: ذی الذکر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ہے نصیحت والا جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے نصیحت ہے۔ (2) اس سے مراد ہے شان اور مرتبے والا۔

سوال 3: نصیحتوں بھرے قرآن مجید کی قسم کیوں کھائی گئی؟

جواب: کفار مکہ رسول ﷺ اللہ کا مذاق اُڑا رہے تھے آپ کو شاعر جادوگر اور جھوٹا قرار دے رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یہ ثابت کیا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اُن پر یہ عظمتوں والا، نصیحت بھرا قرآن نازل ہوا ہے۔

﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾

''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' (2)

سوال: ﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' کافر قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ ''بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا'' یعنی کافروں نے قرآن کا اور اس ہستی کا انکار کر دیا ہے جس پر قرآن نازل ہوا۔

(2) ﴿فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ﴾ ''سخت تکبر اور مخالفت میں ہیں'' قرآن کے انکار کی وجہ ان کا غرور، تکبر، ضد اور مخالفت ہے۔

(3) قرآن نصیحت والی کتاب ہے اس سے وہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ جو مان لے اس کے لیے نصیحت اور

عبرت ہے۔ جو انکار کردے وہ اس قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ وہ اس کے مخالف ہیں اور خود کو اونچا سمجھتے ہیں۔

﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾

''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا'' (3)

سوال1:﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ ''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا'' مخالفت کی وجہ سے پچھلی قومیں ہلاک کر دی گئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''اُن سے پہلے ہم نے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا'' یعنی قریش جنہوں نے محمد ﷺ اور قرآن کو جھٹلایا اور بہت سی قومیں ہلاک ہوئیں۔ (جامع البیان:23/124)

(2)﴿فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ﴾ ''تو اُنہوں نے پکارا اور وہ بچنے کا وقت نہیں تھا'' رب العزت نے واضح فرمایا کہ جب ان کی ہلاکت کے وقت نے آ گھیرا تو چیختے چلاتے اور عذاب کو لوٹانے کی التجائیں کرتے رہ گئے لیکن وہ عذاب کو دور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ اس لیے کفار کو ضد اور تکبر سے بچنا چاہیے۔

(3)﴿لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْۤا اِلٰى مَاۤ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''بھاگو مت! اور واپس جاؤ اُس عیش کے سامان کی طرف جو تمہیں دیا گیا تھا اور اپنے گھروں میں تاکہ تم سے پوچھا جائے۔'' (الانبیاء:13)

(4)﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ﴾ ''پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ہم نے اُن کا انکار کیا جسے ہم اُس کے ساتھ شریک بناتے تھے۔'' (غافر:84)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے پہلے کی بہت سی امتوں کو کیوں تباہ کر ڈالا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے پہلی امتوں کو ان کے کفر اور جھٹلانے کی وجہ سے تباہ کر ڈالا۔

﴿وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾

''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے اور کافروں نے کہا
کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے'' (4)

سوال:﴿وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے'' بعثت رسول پر تعجب کی

وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ''اور اُن لوگوں کو تعجب ہوا کہ اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُن ہی میں سے آیا ہے'' یعنی جھٹلانے والوں کو تعجب ہے کہ ان کے پاس ایک تنبیہ کرنے والا ان ہی میں سے آ گیا تا کہ وہ اس سے حق کا علم حاصل کریں اور اس کی اتباع کریں۔انہوں نے تعجب کیا جو تعجب کا مقام نہیں ہے۔

(2)﴿وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ﴾ ''اور کافروں نے کہا کہ یہ جادوگر ہے، بڑا جھوٹا ہے'' اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرنے والوں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے تو خارق عادت معجزے کیوں نہیں آتے؟ یہ تو جھوٹا جادوگر ہے۔

سوال 2: انسانوں میں سے رسول بھیجنے میں کیا حکمت ہے؟

جواب: رسول انسانوں میں سے ہوتا ہے تو اس کی زندگی دوسروں کے لیے نمونہ بنتی ہے۔قوم اور رسول کے درمیان رابطے پہلے سے موجود ہوتے ہیں اس لئے لوگ رسول کے طرز عمل کو اپنا سکتے ہیں۔وہ سمجھتے ہیں کہ رسول ہمارے جیسا انسان ہے۔

سوال 3: کافروں نے رسول اللہ ﷺ کو جھوٹا، جادوگر کیوں قرار دیا؟

جواب:(1) کافروں نے رسول کو جھوٹا، جادوگر اس لئے قرار دیا کہ وہ اپنے جیسے انسان کی رسالت کا تصور نہیں کر سکتے تھے۔

(2) یہ بات وہ اس لئے بھی کرتے تھے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے نفرت کرنے لگیں۔

(3) یہ بات وہ اس لئے بھی کرتے تھے تا کہ وہ سچائی کو لوگوں کی نظروں میں مشکوک بنا دیں۔

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾

''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے''(5)

سوال 1:﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟ اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے'' توحید پر حیرت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا﴾ ''کیا اُس نے سارے معبودوں کی جگہ ایک معبود بنا دیا؟'' جب نبی ﷺ نے ان سے کہا:﴿لا اله الا الله﴾ کہو فلاح پاؤ گے یعنی اللہ تعالیٰ ہی واحد معبود ہے۔اس کے سوا کوئی عبادت کا حق نہیں رکھتا تو مشرکوں کو حیرت ہوئی کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنانے سے کیوں روکتا ہے اور اکیلے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص کا حکم کیوں دیتا ہے۔

(2)﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً بڑی عجیب بات ہے'' مشرکوں کو توحید پر حیرت ہوئی کیونکہ وہ شرک کے عادی تھے۔انہوں نے باپ دادا سے بت پرستی سیکھی تھی اس لیے توحید کی دعوت انہیں عجیب لگی اور کہنے لگے یہ نئی بات ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''کیا لوگوں کے لیے ایک عجیب بات ہوگئی ہے کہ ہم نے ان ہی میں سے ایک آدمی کو وحی کی کہ آپ لوگوں کو ڈرا دو اور بشارت دے دو اُن لوگوں کو جو ایمان لائے کہ یقیناً اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچا مرتبہ ہے۔ کافروں نے کہا بے شک یہ ضرور کھلا جادو گر ہے۔'' (یونس:2)

سوال 2: مشرکین مکہ کے لئے کیا بات تعجب انگیز تھی؟

جواب: مشرکین مکہ کے لئے یہ بات تعجب انگیز تھی کہ:

(1) ایک اللہ ساری کائنات کا نظام چلانے والا ہے۔ (2) ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ (3) ایک اللہ ہی نذرونیاز کا مستحق ہے۔

(4) ایک اللہ ہی معبود ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾

''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو، بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے'' (6)

سوال: ﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ښ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾ ''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو، بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے'' تم اپنے دین پر جمے رہو کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ﴾ ''اور اُن میں سے سردار یہ کہتے ہوئے نکل گئے'' یعنی قوم کے بڑے لوگ شرک پر آمادہ کرتے ہوئے کہنے لگے۔

(2) ﴿اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ﴾ ''کہ چلو اور اپنے معبودوں پر قائم رہو'' وہ ابو طالب کے گھر میں جمع تھے انہوں نے نبی ﷺ سے سنا تھا ﴿لا الٰہ الا اللہ﴾ تب انہوں نے کہا چلو اور اپنے معبودوں کی عبادت پر ڈٹے رہو۔ اپنے دین پر جمے رہو اور محمد ﷺ کی دعوت قبول نہ کرو۔

(3) ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ يُّرَادُ﴾ ''بلاشبہ یقیناً یہ ایسی بات ہے جس کا ارادہ کیا جاتا ہے'' یعنی یہ بتوں کی عبادت سے روکنا کسی اور ہی مقصد کے لیے ہے۔

(4) یعنی اس بارے میں اس کا مقصد اور نیت درست نہیں۔ یہ شبہ احمقوں کے ذہن ہی میں جگہ پاسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی حق یا باطل

چیز کی دعوت دیتا ہے تو اس کی نیت میں جرح وقدح کرتے ہوئے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی نیت اور اس کا عمل اسی کے لیے ہے۔ اس کی دعوت میں جرح وقدح کرتے ہوئے اس کو رد کیا جا سکتا ہے جو اس کا فساد واضح کر کے اس کا ابطال کر سکیں اور ان کا مقصد تو صرف یہ بتانا تھا کہ محمد (ﷺ) صرف اس لیے دعوت دیتے ہیں کہ وہ تمہارے سردار، تمہارے بڑے اور تمہارے قائد بن جائیں۔ (تفسیر سعدی:2291/3)

﴿مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۖۚ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ﴾

''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا، یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' (7)

سوال 1: ﴿مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ ۖۚ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ﴾ ''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا، یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' توحید کا مطالبہ تو نیا ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا سَمِعۡنَا بِهٰذَا فِى الۡمِلَّةِ الۡاٰخِرَةِ﴾ ''ہم نے یہ پچھلے مذہب میں نہیں سنا'' یعنی محمد ﷺ جس دین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور توحید کا مطالبہ کرتے ہیں یہ تو نئی بات ہے۔ ہم نے پچھلے دین یعنی آبائی دین یا عیسائیت میں تو یہ بات نہیں پائی۔

(2) ﴿اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا اخۡتِلَاقٌ﴾ ''یہ کچھ نہیں مگر ایک من گھڑت بات ہے'' ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو اس پر عمل کرتے نہیں دیکھا یہ تو جھوٹ اور من گھڑت ہے۔ یہ قرآن سچا ہوتا تو عیسائی اس کی سچائی کے بارے میں ضرور بتاتے۔ اس راستے پر چلتے رہو جس پر تمہارے آباء چلتے رہے وہی سچا راستہ ہے اور محمد ﷺ کی دعوت خود ساختہ اور جھوٹ ہے۔

سوال 2: توحید کو مشرکوں نے من گھڑت کیوں قرار دیا؟

جواب: توحید کو مشرکوں نے اس لئے من گھڑت قرار دیا کہ عیسائیت میں بھی ان کے خیال میں اللہ کے ساتھ ماں اور بیٹے کو یا روح القدس اور بیٹے کو شریک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ تثلیث من گھڑت تھا جس کو سند قرار دے کر وہ اصل دین کو من گھڑت قرار دے رہے تھے۔

﴿ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِىۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ﴾

''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں بلکہ اُنھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' (8)

سوال: ﴿ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا ؕ بَلۡ هُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ ذِكۡرِىۡ ۚ بَلۡ لَّمَّا يَذُوۡقُوۡا عَذَابِ﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟ بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں بلکہ اُنھوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' محمد ﷺ ہی پر قرآن کیوں نازل ہوا؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ءَاُنۡزِلَ عَلَيۡهِ الذِّكۡرُ مِنۡۢ بَيۡنِنَا﴾ ''کیا ہمارے درمیان میں صرف اُس شخص پر ذکر نازل کیا گیا؟'' یعنی یہ عجیب بات

ہے کہ نہ تو وہ ہم سے بڑا ہے نہ زیادہ قابل احترام پھر محمد ﷺ پر قرآن کیوں اترا؟ کیا کوئی اور اس قابل نہ تھا۔

(2) یعنی محمد ﷺ کو ہم پر کون سی فضیلت حاصل ہے کہ اس پر قرآن اترا بلکہ وہ تو ملامت اور مذمت کا مستحق ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۭ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اُتارا گیا؟ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی معیشت کو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیا ہے اور ہم نے ایک دوسرے پر ان کے درجے بلند کیے ہیں تاکہ ان کا بعض، بعض کو تابع بنالے اور آپ کے رب کی رحمت اس سے بھی بہتر ہے جو وہ لوگ جمع کرتے ہیں۔'' (الزخرف:32,31)

(3) یہ باطل شبہ ہے۔ اس میں قرآن کو، رسول کی دعوت کو رد کرنے کی کیا دلیل ہے؟

(4) ﴿بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ﴾ ''بلکہ یہ میری نصیحت سے شک میں ہیں'' یعنی وہ وحی اور قرآن کی طرف سے شک میں ہیں۔

(5) ان کے پاس کوئی علم اور دلیل نہیں جب وہ شک میں مبتلا ہو کر اس پر راضی ہوگئے، ان کے پاس واضح اور صریح حق آ گیا اور وہ اپنے شک پر قائم رہے، تب انہوں نے کسی دلیل کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق کو ٹھکرانے کے لیے یہ تمام باتیں کیں۔ ان کی یہ تمام باتیں بہتان طرازی کے زمرے میں آتی ہیں۔ (تفسیر سعدی:3/2292,2291)

(6) ﴿بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ﴾ ''بلکہ اُنہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا'' رب العزت نے لوگوں کو عذاب کی وعید سناتے ہوئے فرمایا: انہیں ایسی باتیں کرنے کی مہلت مل گئی کیونکہ ابھی انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ نہیں چکھا اگر عذاب نازل ہوتا تو کبھی جرأت نہ ہوتی۔

﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾

''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟'' (9)

سوال 1: ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾ ''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟'' کیا وہ رب کے خزانوں کے مالک ہیں؟ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ﴾ ''یا آپ کے رب کی رحمت کے خزانے اُن کے پاس ہیں'' یعنی کیا وہ رب کے خزانوں کے مالک ہیں کہ وہ فیصلے کریں جسے چاہیں عطا کر دیں، جس سے چاہیں روک دیں؟

(2) اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ان کے قبضے میں نہیں ہے کہ وہ نزول قرآن کے معاملے میں دخل اندازی کرسکیں۔

(3)﴿الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ﴾ ”جو سب پر غالب، بہت عطا کرنے والا ہے؟“ یعنی وہ رب جو سب پر غالب ہے جو خوب دینے والا ہے جس کے آگے سب حقیر ہیں۔ وہ ایسا فیاض ہے جس کو جو چاہے عطا کر دے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ ”اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جہاں وہ اپنی رسالت رکھتا ہے۔“ (الانعام:124)

(5)﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ﴿٥٣﴾ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ﴿٥٤﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ﴿٥٥﴾﴾ ”یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔ یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے تو یقینا ہم نے اولادِ ابراہیم کو کتاب و حکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا ہے۔ پھر ان میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا اور ان میں کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے۔“ (النساء:53-55)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کس مقصد کے لئے کیا ہے کہ کیا ان کے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں؟

جواب: (1) یہ سوال رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر اعتراض کو غلط ثابت کرنے کے لئے کیا گیا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ سوال اس لئے کیا ہے کہ اگر تو یہ رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہیں تو جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہے نہ دیں۔ لیکن اگر رب کی رحمت کے خزانوں کا وہ خود مالک ہے تو پھر وہ جس کو چاہے نبوت کی رحمت عطا کر دے پھر انہیں انکار کیوں ہے؟

﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ﴾

”یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں“ (10)

سوال: ﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ﴾ ”یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں“ اللہ بادشاہ ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ”یا آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں کے درمیان کی بادشاہی اُن کے پاس ہے؟ یعنی یہ تو بتاؤ کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی ملکیت میں ہے۔ کیا زمین و آسمان کی بادشاہی ان کے پاس ہے کہ جو چاہیں کریں۔

(2)﴿فَلْيَرْتَقُوْا فِى الْاَسْبَابِ﴾ ”تو ضرور وہ سیڑھیوں میں چڑھ جائیں“ یعنی اگر ان کے پاس قدرت، قوت اور اختیار ہے تو رسیوں

کے ذریعے ساتویں آسمان تک چڑھ جائیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رحمت نبی ﷺ پر نازل ہو رہی ہے اس کو بند کروا دیں۔

﴿جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ﴾

''یہ تو جتھوں میں سے ایک جتھہ ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' (11)

سوال 1: ﴿جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ﴾ ''یہ تو جتھوں میں سے ایک جتھہ ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' یہ جماعت شکست کھا جائے گی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿جُندٌ﴾ ''ایک جتھہ ہے'' یعنی یہ معمولی سا لشکر، چھوٹی سی جماعت ہے۔ جو جھٹلانے پر تلی ہوئی ہے۔ جو غرور اور مخالفت پر تلے رہتے ہیں۔

(2) ﴿مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ﴾ ''یہ تو جتھوں میں سے ہے جو یہاں شکست کھانے والا ہے'' یہ شکست خوردہ بڑے لشکروں میں سے ایک معمولی لشکر تباہ و برباد، مغلوب اور ذلیل ہو جائے گا۔ ان کا باطل کے لیے تعاون کرنے کا مقصد کبھی پورا نہیں ہوگا۔ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو پچھلی جھٹلانے والی قوموں کا ہوا جیسا کہ فرمایا: ﴿أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ (٤٤) سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (٤٥) بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ (٤٦)﴾ ''یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لے کر رہنے والی جماعت ہیں؟ جلد ہی اُس جماعت کو شکست دی جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوں گے۔ بلکہ قیامت اُن کے وعدے کا وقت ہے اور قیامت زیادہ بڑی آفت اور زیادہ تلخ ہے۔'' (القمر: 44-46)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کی مدد اور کافروں کی شکست کے لئے کیا وعدہ کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ بھی لشکروں میں سے چھوٹا سا لشکر ہے جو شکست پایا ہوا ہے۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے لشکر کو حقیر کیوں ثابت کیا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفار کے لشکر کو اس لئے حقیر ثابت کیا گیا تا کہ

(1) آپ ﷺ ان سے خوف نہ کھائیں۔

(2) ان کی کوئی پرواہ نہ کریں کیونکہ شکست ان کا مقدر ہے۔

سوال 4: یہاں کفار کی کس شکست کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے؟

جواب: کفار کی شکست سے مراد فتح مکہ یا جنگ بدر میں ہونے والی عبرتناک شکست ہو سکتی ہے۔

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ﴾

''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا'' (12)

سوال1: ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴾ ''اُن سے پہلے قومِ نوح اور عاد اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا'' سرکش قوموں نے جھٹلا دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ ﴾ ''اُن سے پہلے جھٹلایا'' مشرکین عرب سے پہلے کی قوموں نے بھی جھٹلایا تھا۔ رسول ﷺ کی مخالفت کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تھا۔ پچھلی قومیں تم سے طاقت، مال اور اولاد میں بڑھ کر تھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو کچھ بھی ان کے کام نہ آیا۔

(2) ﴿ قَوْمُ نُوْحٍ ﴾ ''قومِ نوح'' سیدنا نوح علیہ السلام جھٹلائے گئے تو رب العزت نے ان کی قوم کو پانی میں غرق کر دیا۔

(3) ﴿ وَّعَادٌ ﴾ ''اور عاد'' قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ایک تیز ہوا کے طوفان نے انہیں کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح چھوڑ دیا۔

(4) ﴿ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴾ ''اور میخوں والے فرعون نے جھٹلایا'' یعنی جو بہت بڑی فوج اور ہولناک قوت کا مالک تھا۔ رب العزت نے اسے اور اس کے لشکروں کو سمندر میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔

سوال2: فرعون کو میخوں والا کیوں کہا گیا؟

جواب: (1) فرعون جب کسی پر غضب کا اظہار کرتا تھا تو اس کے ہاتھوں، پاؤں اور سر میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔

(2) میخوں سے کسی چیز کو مضبوط کیا جاتا ہے اسی طرح فرعون کے لشکر اور اس کے پیروکار سلطنت کی قوت اور مضبوطی کا باعث تھے۔

﴿ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴾

''اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے۔ یہی جتھے تھے'' (13)

سوال: ﴿ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴾ ''اور ثمود نے اور قومِ لوط نے اور ایکہ والوں نے۔ یہی جتھے تھے'' سرکش قوموں نے جھٹلایا اور برباد کی گئیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ وَثَمُوْدُ ﴾ ''اور ثمود نے'' ثمود کی طرف سیدنا صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا جب قوم نے جھٹلا دیا تو ایک چنگھاڑ نے ان کے دل سینوں میں پھاڑ دیے۔

(2) ﴿ وَقَوْمُ لُوْطٍ ﴾ ''اور قومِ لوط نے'' قوم لوط نے جھٹلایا تو رب العزت نے ان پر پتھراؤ کروایا، گویا کہ انہیں رجم کر دیا گیا پھر ان پر بحر مردار کے پانی کو چڑھا دیا گیا۔

(3) ﴿ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ﴾ ''اور ایکہ والوں نے'' اصحاب الایکہ سے سیدنا شعیب علیہ السلام کی قوم اور مدین کے اطراف کے باشندے مراد

ہیں۔ ایکہ والوں نے سیدنا شعیب علیہ السلام جھٹلایا تو ایک چھتری والے دن کے عذاب نے انہیں آلیا اور انہیں برباد کر دیا۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَإِنْ كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ (٧٨) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُبِينٍ (٧٩)﴾ ''اور بے شک ایکہ والے یقیناً ظالم تھے۔ پھر ہم نے اُن سے انتقام لیا اور یقیناً یہ دونوں (بستیاں) کھلے راستے پر ہیں۔'' (الحجر: 79,78)

(4) ﴿أُولَٰئِكَ الْأَحْزَابُ﴾ ''یہی جتھے تھے'' جنہوں نے اپنی طاقت، افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان کو حق کو نیچا دکھانے کے لیے جمع کیا، مگر یہ سب کچھ ان کے کسی کام نہ آیا۔ (تفسیر سعدی: 2293/3)

(5) ان سب کے ہلاک کیے جانے کا سبب رسولوں کی تکذیب اور مخالفت تھی۔ اس لیے تم لوگوں کو مخالفت اور جھٹلانے سے بچنا چاہیے۔

﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾

''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' (14)

سوال: ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' رسولوں کی مخالفت نے عذاب کا مستحق بنا دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ﴾ ''اُن سب لوگوں نے ہی رسولوں کو جھٹلایا'' ان میں سے سب کا جرم رسولوں کی تکذیب اور مخالفت تھا۔

(2) ﴿فَحَقَّ عِقَابِ﴾ ''تو میرا عذاب واقع ہو گیا'' یعنی اللہ تعالیٰ کا۔ وہ کونسی چیز ہے جو انہیں پاک اور طاہر رکھ سکتی ہے کہ ان پر وہ عذاب نازل نہ ہو جو گزشتہ قوموں پر نازل ہوا۔ پس یہ لوگ انتظار کریں۔ (تفسیر سعدی: 2293/3)

(3) صحیح مسلم کے حوالہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بدر کی لڑائی میں ہے کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے سردار مشرکین مکہ جو مارے گئے ان کے نام پہلے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور اللہ کے رسول نے صحابہ کو بتلا دیئے تھے اس روایت میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے لوگوں کے نام اور جس جس جگہ پر ان کی لاشوں کا پڑا رہنا ایک رات پہلے فرمایا تھا صبح کو لڑائی ختم ہو جانے کے بعد وہی حال ہم نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ (مسلم، غزوہ بدر)

رکوع نمبر 11

﴿وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾

''اور یہ لوگ بس ایک دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا'' (15)

سوال: ﴿وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ ''اور یہ لوگ بس ایک دھماکے کا انتظار کر رہے ہیں جس

میں کوئی وقفہ نہ ہوگا" کافروں کو صور پھونکنے کا انتظار ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ﴾ "اور یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں" یعنی مشرک اور کافر انتظار کر رہے ہیں۔

(2)﴿اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً﴾ "بس ایک دھماکے کا" یعنی صور پھونکنے کے منتظر ہیں جو مقررہ وقت پر پھونکا جائے گا۔ بس ایک زور کی چنگھاڑ ہوگی۔

(3)﴿مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ "جس میں کوئی وقفہ نہ ہوگا" فواق دراصل دودھ دوہتے وقت گائے کا ایک دفعہ تھن نچوڑنے اور دوسری دفعہ وہی تھن نچوڑنے کے درمیان کے وقفہ کو کہتے ہیں۔ اور اس سے مراد انتہائی قلیل مدت لی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جب یہ دھماکہ یا کڑکا ہوگا تو یہ اس وقت تک مسلسل ہوتا رہے گا جب تک سارے مجرم ڈھیر نہ ہو جائیں اور اس میں معمولی سا وقفہ بھی نہ ہوگا۔ اور دوسرا مطلب یہ کہ انہیں ہلاک کرنے کے لئے ایک کڑکا ہی کافی ہوگا دوسری نوبت یا حاجت ہی پیش نہ آئے گی۔ (تیسیر القرآن:3/730)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْ لَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ "اور وہ آپ سے جلد عذاب مانگتے ہیں۔ اور اگر ایک مدت مقررہ نہ ہوتی تو اُن پر عذاب آ ہی جاتا۔ اور وہ اُن پر اچانک آئے گا اور وہ شعور بھی نہ رکھتے ہوں گے" (العنکبوت:53)

(5) جب رب العزت سیدنا اسرافیل عَلَيْهِ السَّلَام کو صور پھونکنے کا حکم دیں گے تو سب بے ہوش ہو جائیں گے اور آسمان والوں اور زمین والوں میں سے کوئی زندہ نہ رہے گا۔

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾

"اور اُنہوں نے کہا: "اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے" (16)

سوال:﴿وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ﴾ "اور اُنہوں نے کہا: "اے ہمارے رب! حساب کے دن سے پہلے ہی ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے" حق کو جھٹلانے والے عذاب کے لیے جلدی کا شور مچا رہے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَقَالُوْا﴾ "اور اُنہوں نے کہا" حق کو جھٹلانے والے عذاب کے لیے جلدی کا شور مچاتے ہوئے کہتے ہیں۔

(2)﴿رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا﴾ "اے ہمارے رب! ہمارا حصہ ہمیں جلدی دے دے" یعنی وہ اپنے اوپر بددعائیں کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ہمارے حصے کا عذاب ہمیں جلدی دے دے، مثلاً انہوں نے کہا:﴿وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ

عِنۡدِكَ فَاَمۡطِرۡ عَلَيۡنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائۡتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيۡمٍ﴾ ''اور جب اُنہوں نے کہا: ''اے اللہ! اگر یہ واقعی تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش برسا یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لے آ۔'' (الانفال:32)

(3)﴿قَبۡلَ يَوۡمِ الۡحِسَابِ﴾ ''حساب کے دن سے پہلے ہی'' کافر قیامت کے آنے کو ناممکن سمجھتے تھے اور مذاق کے طور پر کہتے تھے کہ یوم حساب آنے سے پہلے پہلے ہمیں ہمارا حصہ یعنی ہمارے اعمال کے مطابق اچھی یا بُری سزا دے دے۔

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ﴾ ''مانگنے والے نے واقع ہونے والا عذاب مانگا ہے۔'' (المعارج:1)

(5)﴿يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيۡطَةٌۢ بِالۡكٰفِرِيۡنَ﴾ ''لوگ تم سے جلد عذاب مانگتے ہیں۔ اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرنے والی ہے'' (العنکبوت:54)

﴿اِصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾

''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا،

یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' (17)

سوال 1:﴿اِصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا، یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' سیدنا داوٗد علیہ السلام قوت والے، رجوع کرنے والے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ﴾ ''جو کچھ وہ کہتے ہیں آپ اُس پر صبر کریں'' اللہ رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ پہلے انبیاء اور مرسلین کی طرح صبر کریں۔

(2) ان کی باتوں پر نہ غم کریں، نہ دل تنگ کریں۔ ان کی باتیں حق کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتیں، وہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا:﴿فَاصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّكَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا﴾ ''چنانچہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں آپ ان پر صبر کریں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کریں سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے۔'' (طٰہٰ:130)

(3)﴿وَاذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِ﴾ ''اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کریں جو بڑی قوت والا تھا'' قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد علیہ السلام کو عبادت کی قوت اور اسلام میں سمجھ عطا فرمائی تھی۔ (جامع البیان:139/23)

(4) یعنی اللہ تعالیٰ کے دین میں قوت دی تھی۔ (ایسر التفاسیر:1310)

(5) جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے قلب و بدن میں عظیم طاقت رکھتے تھے۔ (تفسیر سعدی:2294/3)

(6) لفظی معنی ہاتھوں والا ہے۔ اور تقریباً ہر زبان میں ایسے لفظ بول کر قوت اور طاقت مراد لی جاتی ہے۔ صاحب قوت سے مراد جسمانی قوت بھی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ آپ سے متعلق منقول ہے کہ بچپن میں جب آپ بکریوں کا ریوڑ چرایا کرتے تھے تو جب کوئی درندہ ان پر حملہ آور ہوتا آپ اس کے ایک جبڑے کو پکڑ کر دوسرے کو اس زور سے کھینچتے تھے کہ اسے چیر دیتے تھے پھر یہ بھی آپ کی جسمانی قوت ہی تھی کہ آپ نے میدان کارزار میں جالوت کو مار ڈالا تھا۔ اور فوجی اور سیاسی قوت بھی مراد ہوسکتی ہے کہ آپ نے گرد و پیش کی مشرک قوموں کو شکست دے کر ایک مضبوط اسلامی سلطنت قائم کر دی تھی۔ (تیسیر القرآن:731/3)

(7) ﴿اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''یقیناوہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' یعنی تمام امور اور حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (الاساس فی التفسیر:4772/2) (8) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: گناہوں سے رجوع کرنے والے تھے۔ (جامع البیان:140/23)

(9) قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔ (جامع البیان:140/23)

(10) ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ﴿اَوَّابٌ﴾ کثرت سے توبہ کرنے والا ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔ (جامع البیان:140/23)

(11) یعنی وہ تمام امور میں انابت، محبت، تعبد، خوف، امید، کثرتِ گریہ زاری اور کثرتِ دعا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے تھے۔ اگر عبادت میں کوئی خلل واقع ہو جاتا، تو اس خلل کو دور کر کے سچی توبہ کے ساتھ اس کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔ (تفسیر سعدی:2294/3)

(12) سیدنا داؤد علیہ السلام بڑے قوی علم و عمل والے تھے آپ عبادت میں بڑے چست تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو عبادت میں بے حد مستعد بنایا تھا اور دین کی سمجھ دی تھی۔ آپ علیہ السلام نے رات کا 1/3 حصہ (ایک تہائی) عبادت کے لیے مقرر کر لیا تھا اور ایک دن کا ناغہ کر کے برابر روزے رکھتے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نماز سیدنا داؤد علیہ السلام کی نماز اور سب سے زیادہ محبوب روزے سیدنا داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں۔ وہ نصف رات سوتے پھر اٹھ کر رات کا تہائی حصہ قیام کرتے پھر اس کے چھٹے حصے میں سو جاتے۔ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے اور جنگ میں فرار نہ ہوتے تھے۔ (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء) (مختصر ابن کثیر:1710/2)

سوال 2: رسول اللہ کو کن باتوں پر صبر کرنے کے لیے کہا گیا؟

جواب: (1) رسول اللہ کو جادوگر، جھوٹا، شاعر، دیوانہ، کاہن کہنے پر صبر کرنے کے لیے کہا گیا۔

(2) اس بات پر صبر کہ یہ ہے وہ شخص جس پر ذکر نازل ہوا۔

سوال 3: رسول اللہ کو صبر کرنے کے لیے رسولوں کی مثالیں کیوں دی گئیں؟

جواب: صبر سارے رسولوں کی زندگی کا کام رہا ہے۔

﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾

''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے'' (18)

سوال: ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے'' سیدنا داود علیہ السلام کی صبح وشام اور چاشت کی نماز کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ﴾ ''بے شک ہم نے اُس کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا'' سیدنا داود علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے انعام کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف شدید رغبت رکھتے تھے جیسا کہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے۔

(2) یہ ان کی اپنے رب کی طرف انابت اور اس کی عبادت ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ پہاڑوں کو مسخر کر دیا جو آپ کی معیت میں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے تھے۔ (تفسیر سعدی: 2294/3)

(3) ﴿يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ﴾ ''کہ وہ صبح وشام تسبیح کرتے تھے''، تسبیح کے لیے دو اوقات کا تعین ان میں عبادت کی فضیلت کو ظاہر کرتا ہے۔

(4) سیدہ اُم ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن چاشت کی آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں چاشت کے وقت نماز ہے۔ ثبوت میں یہ آیت پڑھی۔ پہلے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ چاشت کی نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیدنا ابن حارث رضی اللہ عنہ آپ کو سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا کے پاس لے گئے اور کہا کہ آپ نے جو حدیث اشراق کی نماز کے بارے میں مجھے سنائی تھی انہیں سنا دیجئے۔ کہنے لگیں فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے پردے کا انتظام کر کے پردہ میں ایک لگن پانی رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کر کے گھر کے ایک گوشہ میں پانی چھڑک کر آٹھ رکعتیں پڑھیں جن کے قیام، قعود، رکوع اور سجدے سب برابر تھے۔ پھر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ میں نے سارا قرآن پڑھا مگر مجھے اس میں چاشت کی نماز نہیں ملی تھی، آج مل گئی۔ پھر یہ آیت پڑھی میں کہا کرتا تھا قرآن میں اشراق کی نماز کہاں ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ اشراق کی نماز ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1710/2)

﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾

''اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے'' (19)

سوال: ﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''اور پرندے جمع کیے گئے، سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے'' پرندے سیدنا داود علیہ السلام کے ساتھ تسبیح خواں تھے کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً﴾ ''اور پرندے جمع کیے گئے'' رب العزت نے پرندوں کو بھی سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا تھا۔

(2) پہاڑ اور پرندے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ﴾ ''اے پہاڑو! اُس کے اور پرندوں کے ساتھ تسبیح کرو۔'' (سبا:10)

(3) جب سیدنا داؤد علیہ السلام اپنی سحر انگیز، دل کش آواز میں زبور پڑھتے تو فضا میں اڑتے ہوئے پرندے بھی ٹھہر جاتے اور پہاڑوں کا بھی یہی حال تھا۔

(4)﴿كُلٌّ لَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''سب کے سب اس کے لیے رجوع کرنے والے تھے'' یعنی پہاڑ اور پرندے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے۔

(5) سیدنا داؤد علیہ السلام کا حسن ترتیل پرندوں کو تعجب میں مبتلا کرتا تھا تو انسانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا۔

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾

''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو دی'' (20)

سوال1:﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ ''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی اور اسے ہم نے حکمت اور فیصلہ کن گفتگو دی'' کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ﴾ ''اور ہم نے اس کی سلطنت مضبوط کی تھی'' رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی بادشاہت کو استحکام عطا فرمایا تھا۔

(2) آپ کو جو اسباب، افرادی قوت اور دنیاوی ساز و سامان عطا کیا اس کے ذریعے سے ہم نے ان کی مملکت کو طاقت ور بنایا۔ (تفسیر سعدی:2294/3)

(3) آپ کے ملک میں تمام شاہی ضروریات کی چیزیں مہیا کر دی گئیں تھیں۔ آپ دنیا کے تمام بادشاہوں میں زبردست بادشاہ تھے۔ روزانہ چار ہزار یا 32 ہزار پہرے دار پہرہ دیا کرتے تھے۔ اور ایک ایک سال ان کی باری نہیں آتی تھی (مختصر ابن کثیر:1711/2)

(4)﴿وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ﴾ ''اور اسے ہم نے حکمت دی'' رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام پر اپنے احسانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے انہیں حکمت یعنی فہم، صحیح بات کی سوجھ بوجھ، عقل عظیم علم اللہ تعالیٰ کی کتاب کی پیروی اور نبوت عطا کی تھی۔

(5) حکمت یعنی علم کامل اور عمل کی مضبوطی عطا کی تھی۔

(6)﴿وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾ ''اور فیصلہ کن گفتگو دی'' یعنی بات کا فیصلہ (سکھایا) یعنی لوگوں کے باہمی جھگڑوں میں فیصلہ کن بات کہنے کا ملکہ بخشا تھا۔ (تفسیر سعدی:2294/3) (7) یعنی حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ (تفسیر قرطبی:120/8)

(8) یعنی بصیرت اور بہترین فیصلے کرنے کی صلاحیت اور اپنے اپنے کلام میں شافی بیان والے تھے۔(ایسر التفاسیر:1310)

(9) سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو رب العزت نے فیصلہ کن بات کرنے کی توفیق دی تھی۔ وہ فیصلے کرنے میں بڑے معروف تھے۔

(10) رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک تو اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہو اور وہ اس دولت کو راہ حق میں خرچ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو اور ایک اس شخص کے بارے میں جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (کی دولت) سے نوازا ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلہ کرتا ہو اور (لوگوں کو) اس حکمت کی تعلیم دیتا ہو۔ (بخاری:73)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی سلطنت کو کیسے مضبوط کر دیا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے تمام مادی اور روحانی اسباب فراہم کر دیئے تھے۔

(2) سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی سلطنت کی مضبوطی کا سبب وہ حکومتی پالیسی تھی جو حکمت اور ٹھوس فکر پر مبنی تھی۔

(3) سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے فیصلے دو ٹوک ہوتے تھے۔

(4) سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی حکومت میں صداقت، قوت، حکمت اور نبوت جمع ہو گئی تھی۔ اس لیے سلطنت انتہائی مضبوط ہو گئی۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو مضبوط حکومت کے لیے کون سی دو نعمتوں سے نوازا تھا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کو حکمت عطا کی تھی یعنی بصیرت اور سمجھ عطا کی تھی۔

(2) سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کی فصل الخطاب یعنی استدلال اور بیان کی قوت اور مقدمات کے فیصلے کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی۔

﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾

''اور کیا آپ کو جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے'' (21)

سوال 1: ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ ''اور کیا آپ کو جھگڑنے والوں کی خبر پہنچی ہے؟ جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے'' کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَهَلْ اَتٰىكَ﴾ ''اور کیا آپ کو پہنچی ہے'' یعنی اے ہمارے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ کے پاس خبر آئی ہے؟

(2) ﴿نَبَؤُا الْخَصْمِ﴾ ''جھگڑنے والوں کی خبر'' خصم بمعنی دعویدار، مدعی اور مدعا علیہ، دونوں میں سے کوئی ایک فریق مخالف خواہ ایک فرد ہو یا زیادہ ہوں نیز ایسا جھگڑا یا مقدمہ بھی جس میں فریقین کے حقوق زیر بحث ہوں۔ (تیسیر القرآن:3/732)

(3) ﴿اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ﴾ ''جب وہ دیوار پھاند کر عبادت خانے میں آ گئے'' یعنی دو شخص جب سیدنا داوٗد عَلَیْہِ السَّلَام کے عبادت کرنے کی جگہ میں اجازت لیے بغیر دیوار پھاند کر داخل ہوئے۔ وہ ان کی آمد سے گھبرا گئے۔

سوال 2: جھگڑنے والوں کی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام اپنے وقت کا ایک حصہ مملکت کے کاموں کے لیے وقف کرتے تھے۔ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام کے سامنے مقدمات پیش ہوتے تھے۔ آپ علیہ السلام ان کا فیصلہ کرتے تھے لیکن آپ علیہ السلام کچھ وقت تنہائی میں گزارتے اور اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ تنہائی میں کسی کو ان کے پاس آنے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک دن دو افراد دیوار پھاند کران کی خلوت گاہ میں گھس آئے اور سیدنا داؤد علیہ السلام پریشان ہو گئے۔ ان دونوں نے آپ کو تسلی دی کہ ڈریں نہیں۔

سوال 3: محراب سے کیا مراد ہے؟

جواب: محراب سے مراد کمرۂ عبادت ہے جس میں سیدنا داؤد علیہ السلام سب سے الگ ہو کر یکسوئی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔

سوال 4: جھگڑنے والے دیوار پھاند کر کیوں آئے تھے؟

جواب: سیدنا داؤد علیہ السلام کے دروازے پر پہرے دار ہوتے تھے تا کہ اندر آ کر کوئی ان کی عبادت میں خلل نہ ڈالے۔ اس وجہ سے جھگڑا کرنے والے دیوار پھاند کر پیچھے سے آ گئے۔

﴿إِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ۚ خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاهۡدِنَآ إِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾

"جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا انہوں نے کہا: "ڈریے نہیں، ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور سیدھی راہ کی طرف ہماری رہنمائی کریں" (22)

سوال: ﴿إِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ قَالُوۡا لَا تَخَفۡ ۚ خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاهۡدِنَآ إِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾ "جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا انہوں نے کہا: "ڈریے نہیں، ہم دو جھگڑنے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے، سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں اور بے انصافی نہ کریں اور سیدھی راہ کی طرف ہماری راہ نمائی کریں" ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کر دیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِذۡ دَخَلُوۡا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنۡهُمۡ﴾ "جب وہ داؤد کے پاس داخل ہوئے تو وہ اُن سے گھبرا گیا" جب وہ عبادت خانے میں داخل ہوئے تو ان کے بلا اجازت آنے سے سیدنا داؤد علیہ السلام فطری طور پر گھبرا گئے اور ڈر گئے کہ شاید کسی برے ارادے سے داخل ہوئے ہیں۔

(2)﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ﴾ ''انہوں نے کہا: ''ڈریے نہیں، ہم دو جھگڑنے والے ہیں'' انہوں نے کہا آپ ہم سے خوف نہ کھائیں ہم تو دو جھگڑنے والے ہیں جو آپ سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

(3)﴿بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ﴾ ''ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے'' یعنی ہم میں سے ایک نے دوسرے پر ظلم کیا اور زیادتی کا ارتکاب کیا ہے۔

(4)﴿فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ﴾ ''سو آپ ہمارے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں'' آپ ہمارے درمیان حق اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔

(5)﴿وَلَا تُشْطِطْ﴾ ''اور بے انصافی نہ کریں'' ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ حق سے نہ ہٹیں۔ (جامع البیان:146/23)

(6) یعنی آپ ہمارے معاملے میں عدل کے ساتھ فیصلہ کریں۔

(7)﴿وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ﴾ ''اور سیدھی راہ کی طرف ہماری راہ نمائی کریں'' یعنی آپ ہماری سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کردیں اور حق سے نہ ہٹیں۔ سیدنا داود علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کا مقصد واضح حق ہے۔

﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾

''یقیناً یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو اور اُس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا'' (23)

سوال: ﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ﴾ ''یقیناً یہ میرا بھائی ہے، اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے۔ تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو اور اُس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا'' میرے بھائی نے مجھے گفتگو میں دبا لیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اِنَّ هٰذَآ اَخِيْ﴾ ''یقیناً یہ میرا بھائی ہے'' وہب بن منبہ رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ میرا دینی بھائی ہے۔ (جامع البیان:146/23)

(2) یعنی اس نے دین، نسب یا دوستی کی اخوت کا ذکر کیا جو تقاضا کرتی ہے کہ زیادتی نہ کی جائے۔ اس بھائی سے زیادتی کا صادر ہونا غیر کی زیادتی سے بڑھ کر تکلیف دہ ہے۔ (تفسیر سعدی:2296/3)

(3)﴿لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً﴾ ''اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں'' یعنی اس کے پاس کثیر مال ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کیا جس پر اسے شکر ادا کرنا چاہیے اور قناعت کرنی چاہیے۔

(4)﴿وَّلِیَ نَعۡجَةٌ وَّاحِدَةٌ﴾ ''اور میرے پاس صرف ایک دُنبی ہے'' یعنی میرے پاس جو دنبی ہے میرا بھائی وہ بھی مجھ سے لے لینا چاہتا ہے۔
(5)﴿فَقَالَ اَکۡفِلۡنِیۡهَا﴾ ''تو اُس نے کہا کہ اُس کو بھی میرے حوالے کر دو'' یعنی میرا بھائی مجھ سے کہتا ہے کہ اس دنبی کو بھی میری کفالت میں دے دے۔(6)﴿وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ﴾ ''اور اس نے گفتگو میں مجھے دبا لیا'' میرا بھائی گفتگو میں مجھ پر غالب آ گیا ہے اب یہ میری دنبی بھی مجھ سے لے لے گا۔

﴿قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا هُمۡ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾

''داوٗد نے کہا: ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' اور داوٗد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اُس نے رجوع کیا'' (24)

سوال 1:﴿قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا هُمۡ﴾ ''داوٗد نے کہا: ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں سوائے اُن کے جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' مل جل کر رہنے والے ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے رہتے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''داوٗد نے کہا'' سیدنا داؤد علیہ السلام نے فیصلہ کرنے کے لیے توجہ سے بات سنی اور فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔
(2)﴿لَقَدۡ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعۡجَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهٖ﴾ ''اس شخص نے تمہاری دُنبی کو اپنی دُنبیوں میں ملانے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے'' یعنی تمہاری دنبی کا مطالبہ کر کے اس نے تم پر ظلم کیا ہے۔
(3)﴿وَاِنَّ كَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ﴾ ''اور بلاشبہ باہم شراکت داروں میں سے اکثر یقیناً ایک دوسرے پر زیادتیاں کرتے ہیں'' خلطاء خلیط کی جمع ہے۔ اور خلیط کا معنی جزوی شریک کار ہے۔ یعنی ایسی کاروباری شراکت جس میں شریک کام کاج کے کچھ پہلوؤں میں تو آپس میں شریک ہوں اور کچھ پہلوؤں میں آزاد ہوں۔ مثلاً زید اور بکر دونوں کے پاس الگ الگ ریوڑ ہے جو ان کی

اپنی اپنی ملکیت ہے لیکن ان کی حفاظت کے لئے جگہ مشترکہ طور پر کرایہ پر لے رکھی ہے۔ چرواہے کومل کر معاوضہ ادا کرتے ہیں۔ تو ایسے شریک ایک دوسرے کے خلیط کہلاتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:3/733) (4) یعنی اکثر شریک ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہی رہتے ہیں۔

(5)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے'' یعنی ایمان اور تقویٰ والے ان زیادتیوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایمان اور عمل صالح ہی ظلم سے باز رکھتے ہیں۔

(6)﴿وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ﴾ ''اور ایسے لوگ بہت کم ہیں'' ایسے لوگ کم ہوتے ہیں یعنی صالح لوگ ہر دور میں ہی ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ﴾ ''اور میرے بندوں میں سے کم ہی شکر گزار ہیں۔'' (سبا:13)

(7) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو سنا جو دعا کر رہا تھا اے اللہ! مجھے اپنے قلیل بندوں میں شامل کر دے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ کیسی دعا ہے! تو اس نے جواباً کہا: میں نے اس آیت کا ارادہ کیا ہے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ﴾ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمر! لوگ تجھ سے بھی زیادہ سمجھدار ہیں۔

سوال 2: ایمان لاکر نیک عمل کرنے والے کیسے زیادتی کرنے سے بچے رہتے ہیں؟

جواب: (1) ایمان کی وجہ سے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے اور نیک عمل کرنے کی وجہ سے کسی پر زیادتی کرنا اور دوسروں کا مال کھا جانا ان کے مزاج کے خلاف ہوتا ہے۔ (2) ایمان والے دینے والے ہوتے ہیں لینے والے نہیں لیکن بلند کردار لوگ کم ہوتے ہیں۔

سوال 3: ﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾ ''اور داؤد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور رکوع کرتا ہوا گر گیا اور اُس نے رجوع کیا'' سیدنا داؤد علیہ السلام سمجھ گئے اور سجدے میں گر گئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ﴾ ''اور داؤد سمجھ گیا کہ یقیناً ہم نے اُس کا امتحان لیا ہے'' سیدنا داؤد علیہ السلام ان دونوں شریکوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے سمجھ گئے کہ رب العزت نے ان کی آزمائش کے لیے یہ مقدمہ بنا کر ان کے سامنے رکھا ہے۔

(2)﴿فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ﴾ ''چنانچہ اُس نے اپنے رب سے بخشش مانگی'' سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنی لغزش پر رب العزت سے توبہ کی اور بخشش طلب کی۔

(3)﴿وَخَرَّ رَاكِعًا﴾ اور رکوع کرتا ہوا گر گیا'' معافی طلب کرتے ہوئے آہ و بکا سے سجدے میں گر پڑے۔ یہاں رکوع سے سجدہ مراد ہے۔

(4)﴿وَّاَنَابَ﴾ ''اور اُس نے رجوع کیا'' سیدنا داؤد علیہ السلام نے رب العزت سے سچی توبہ کی، آہ و بکا کے ذریعے معافی طلب کی اور عبادت کے ذریعے اس کی طرف رجوع کیا۔

(5) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ ص میں (مذکورہ آیت پر) سجدہ کرتے دیکھا ہے۔ (بخاری:3422)

(6) مجاہد رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اس سورت (ص) میں سجدہ کرنے کی دلیل کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے (سورۃ الانعام) یہ نہیں پڑھا: ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾ "اور اس کی نسل میں سے داؤد کو، اور سلیمان کو، یہی (انبیاء) ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی۔ چنانچہ آپ بھی ان کی راہ ہدایت پر چلیں" تو سیدنا داؤد علیہ السلام بھی ان میں سے تھے جن کی اتباع کا حکم رسول اللہ ﷺ کو تھا، چونکہ (اس سورت میں یہ ذکر ہے کہ) سیدنا داؤد علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے بھی سجدہ کیا تھا۔ (بخاری: 4807) سجدہ تلاوت کی دعا: ﴿سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ﴾ "میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے۔"

(7) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سورۂ ص لکھ رہا ہوں۔ تو میں جب آیت سجدہ تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ قلم، دوات اور میرے آس پاس کی دیگر تمام چیزوں نے سجدہ کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ خواب رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو اس کے بعد آپ ﷺ اس آیت کی تلاوت کے وقت برابر سجدہ کرتے رہے۔ (مسند احمد: 11747)

﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

"سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے" (25)

سوال 1: ﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ۭ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ "سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقیناً قرب کا مقام اور اچھا ٹھکانہ ہے" سیدنا داؤد علیہ السلام کو قرب اور اعلیٰ مقام کی بشارت کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ﴾ "سو ہم نے اُسے وہ بخش دیا" قرآن مجید اور حدیث رسول اس بارے میں خاموش ہیں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ہمیں بھی اس بارے میں خاموش رہنا چاہیے۔ یعنی اس غلطی سے ان کے تقرب اور مرتبہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ صرف تھوڑی سی تنبیہ کر دی گئی ہے۔ کیونکہ مقربین کی چھوٹی سی غلطی بھی بڑی سمجھی جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن: 733/3)

(2) جس راوی نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کیا کہ آپ اوریا کا قتل ہو جانا ہی چاہتے تھے تاکہ اس کی بیوی سے نکاح کر لیں اور اسی لئے انہوں نے بار بار میدان جنگ میں بھیجا یہ سراسر جھوٹ اور پیغمبر پر تہمت تراشی ہے اور آپ اس تہمت سے پاک تھے۔ قرآنی الفاظ سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ السلام نے اپنے لئے وہ بات یعنی غیر عورت سے نکاح کی خواہش کی جو ان کو حاصل نہ تھی باوجودیکہ ان کو اس جیسی ننانوے (عورتیں) حاصل تھیں اس پر تنبیہ کرنے کے لئے اللہ نے مقدمہ کی شکل دے کر فرشتوں کو بھیجا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام فوراً متنبہ ہو گئے اور انہوں نے توبہ استغفار کی۔ (تفسیر مظہری: 72/10)

(3)﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''اور بلاشبہ ہمارے پاس اُس کے لیے یقینا قرب کا مقام اوراچھا ٹھکانہ ہے'' رب العزت نے بشارت دی کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام کا ہمارے یہاں خاص مرتبہ ہے یعنی اعلیٰ مرتبہ اور قرب کا مقام اوراچھا انجام ہے۔

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناعادل لوگ اللہ تعالیٰ کے پاس نور کے ممبروں پر ہوں گے، رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب (اور ذہن نشین رہے کہ) اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ عادل وہ ہیں جو اپنے فیصلوں میں، اپنے اہل وعیال میں اور جن کے وہ مالک ہوں ان میں عدل وانصاف کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب:4721)

سوال 2: سیدنا داوٗد علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمتوں کا ذکر کیا وہ کون کون سی رحمتیں ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا مرتبہ عطا کیا۔ (3) اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے لیے اچھا ٹھکانہ ہے۔

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

''اے داوٗد! یقیناہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی یقینا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے'' (26)

سوال 1: ﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اے داوٗد! یقینا ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی'' اے داوٗد لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ﴾ ''اے داوٗد! یقینا ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے'' رب العزت نے سیدنا داوٗد علیہ السلام کو بشارت دیتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں اور دینی اور دنیاوی احکامات نافذ کریں۔

(2)﴿فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ﴾ ''سو آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو'' یعنی لوگوں میں اس حق کے مطابق فیصلہ کریں جو

اللہ تعالیٰ کے پاس سے آیا ہے اور کتاب وسنت سے انچ بھر سے نہ ہٹیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹک جائیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:2/1713)

(3) لہٰذا لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کیجئے۔ یعنی عدل وانصاف کے ساتھ اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک واجب کا علم اور واقعہ کا علم نہ ہو اور حق کو نافذ کرنے کی قدرت نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:3/2297)

(4)﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى﴾ ''اور خواہشاتِ نفس کی پیروی نہ کرو'' یعنی کسی دوستی، رشتہ داری یا کسی فریق کی مخالفت یا ناراض ہونے کی وجہ سے آپ حق سے نہ ہٹ جائیں۔ انسان جب اپنے رجحانات کا جائزہ نہیں لیتا تو اپنی ذہن سازی کے مطابق چلتے چلتے عدل سے ظلم کی زمین پر جا پہنچتا ہے۔ اس لیے رب العزت نے خواہشات کی اتباع سے، رجحانات کے پیچھے چلنے سے روکا ہے۔

(5)﴿فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''کہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکا دیں گی'' یعنی آپ نے خواہشات رجحانات، قرابت داروں، دوستیوں، دشمنیوں اور مخالفتوں کو بنیاد بنایا تو آپ اللہ تعالیٰ کے راستے سے ہٹ جائیں گے۔

سوال 2:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں، اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے'' حساب کے دن کو بھولنے والے گمراہوں کے لیے سخت عذاب ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''یقیناً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکتے ہیں'' جو لوگ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کا راستہ گم کر دیتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔

(2)﴿لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾ ''اُن کے لیے سخت عذاب ہے اس لیے کہ وہ حساب کے دن کو بھول گئے'' ان کے لیے یوم الحساب کو بھول جانے، اس کی طرف سے غافل رہنے کی وجہ سے سخت عذاب ہے۔

(3) رب العزت نے سخت عذاب کا ڈراوا اور دھمکی دی ان لوگوں کو جو حق کے مطابق فیصلے کرنے سے محروم رہتے ہیں کیونکہ وہ خواہشات کی پیروی کر کے اللہ تعالیٰ کے راستے سے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ حساب کتاب کو یاد رکھتے۔ ان کے دل میں رب العزت کے آگے جواب دہی کا خوف ہوتا تو خواہشاتِ نفس کبھی ظلم اور ناانصافی کی طرف مائل نہ کر سکتیں۔

(4) وہ یوم الحساب کو بھول گئے انہوں نے ایمان کو چھوڑا اس پر عمل کرنے کو چھوڑا اور عام لوگوں کی طرح ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی:8/140)

رکوع نمبر 12

﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾

’’اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا سو جنھوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے‘‘ (27)

سوال 1: ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ’’اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا سو جنھوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے‘‘ دنیا پیدا کرنے میں حکمت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ’’اور ہم نے آسمان کو اور زمین کو اور دونوں کے درمیان کو بے مقصد پیدا نہیں کیا‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو حکمت سے پیدا کیا ہے، ان کو بے مقصد نہیں بنایا۔ اس نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ ’’اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں‘‘ (الذاریات:56)

(2) رب العزت نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے۔ ان کو یوں ہی بے مقصد نہیں بنایا۔

(3) جیسا کہ فرمایا: ﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ ’’تو پھر کیا تم نے یہ گمان کیا کہ بلاشبہ ہم نے تمہیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور بلاشبہ تمہیں ہماری طرف واپس نہیں لوٹایا جائے گا؟‘‘ (المومنون:115) اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ اور حق کی خاطر تخلیق فرمایا ہے، ان کو اس لیے تخلیق فرمایا تاکہ بندوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کامل علم، کامل قدرت اور لامحدود قوت کا مالک ہے اور وہی اکیلا معبود ہے اور وہ معبود نہیں ہیں جو زمین وآسمان میں ایک ذرہ بھی تخلیق نہیں کر سکتے۔ حیات بعد الموت حق ہے اور قیامت کے روز اللہ نیکوکاروں اور بدکاروں کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ کوئی جاہل شخص اللہ تعالیٰ کی حکمت کے بارے میں یہ گمان نہ کرے کہ وہ اپنے فیصلے میں نیک اور بد کے ساتھ مساوی سلوک کرے گا۔ (تفسیر سعدی:2298/3)

(4) ﴿ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ’’یہ اُن لوگوں کا گمان ہے جنھوں نے کفر کیا‘‘ کافر زندگی بعد موت کے قائل نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے قائم ہے۔

(5) ﴿فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ﴾ ’’سو جنھوں نے کفر کیا اُن کے لیے آگ کی ہلاکت ہے‘‘ رب العزت نے فرمایا ان کے لئے جہنم کی آگ تیار ہے۔ وہ انہیں پوری طرح عذاب میں مبتلا کرے گی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں کو اس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔

سوال 3: کافروں کا زمین وآسمان کی پیدائش کے بارے میں کیا خیال ہے؟

جواب: کافروں کے خیال میں زمین وآسمان اوران کے درمیان جو کچھ ہے وہ سب باطل پر قائم ہے یعنی بے مقصد، خود بخود ہر چیز بن گئی ہے۔خود مختار ہے، نہ پیدائش کا کوئی مقصد ہے نہ اس کے اختتام کا کوئی پتہ ہے۔

سوال4: کافروں کے لیے کیا سزا ہے؟

جواب: کافروں کے لیے آگ کا عذاب ہے

﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ﴾

”کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟“ (28)

سوال1: ﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ۫ اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ﴾ ”کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح کر دیں؟ کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟“ دو طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ”کیا ہم اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے“ رب العزت نے فرمایا کیا ہم ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کے ان کی تصدیق کی اور وہ عمل کیے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اوران کاموں سے رک گئے جن سے رب العزت نے روکا۔

(2) ﴿کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ”زمین میں فساد پھیلانے والوں کی طرح؟“ انھیں ان لوگوں کے برابر کر دیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔اس کی نافرمانیاں کرتے ہیں اوراس کے اوامر ونواہی کی مخالفت کرتے ہیں۔ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت اور حکم کے شایانِ شان نہیں۔

(3) انسانی عقل بھی اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ متقی اور فاجر کو ایک برابر کر دیا جائے۔﴿اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ کَالۡفُجَّارِ﴾ ”کیا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں جیسا کر دیں؟“ یعنی کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرنے والا اوراس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکنے والا ہو اور دوسری طرف فاجر جو نہ تو رب کی ملاقات کا یقین رکھتا ہے، نہ جزا سزا کا۔دونوں طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے۔

(4) دنیا میں تو فرماں برداروں اور نافرمانوں دونوں کو رزق دیا جاتا ہے۔اکثر باتوں میں برابری ہے لیکن ایسے جہان کی ضرورت ہے جہاں

یہ برابری قائم نہ رہے جہاں فرماں برداروں کونعمتوں اور بہاروں میں رکھا جائے اور نافرمانوں کوشعلے مارنے والی آگ میں۔رب العزت نے فرمایا﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾﴾''یقینا اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے لیے اُن کے رب کے پاس نعمتوں والی جنتیں ہیں۔تو کیا ہم فرماں برداروں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟تمہیں کیا ہے،تم کیسے فیصلہ کرتے ہو؟''

سوال 2: کیا اللہ تعالیٰ کے یہاں نیک اور مفسد،متقی اور فاجر برابر ہوسکتے ہیں؟

جواب: انسانی عقل بھی اس بات کوتسلیم نہیں کرتی کہ دوطرح کے لوگوں کا انجام ایک جیسا ہو۔جب ایک طرح کی حقیقت کومان لینے والا شخص ہواور دوسری طرف حقیقت کاانکار کرنے والاتو دونوں کارویہ برابر کاتسلیم نہیں کیا جاسکتا۔جب ایک طرف اپنے اختیار سے ایک شخص نیکی کارویہ اختیار کرنے والا ہواور دوسرا برائی کارویہ اختیار کرنے والا ہو دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔جب ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے بےخوف انسان ہوجو بےقید ہوکر جوچاہے بولے،جوچاہے کام کرے دونوں رویوں کے اعتبار سے ایک جیسے نہیں توعمل کے اعتبار سے کیسے ایک جیسے ہوسکتے ہیں۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پرغوروفکر کریں اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''(29)

سوال 1: ﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تاکہ لوگ اُس کی آیات پرغوروفکر کریں اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں''قرآن کی نصیحتوں سے سبق لیں،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ﴾''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کوہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے''رب العزت نے فرمایا کہ یہ برکت والی کتاب،قرآن مجید آپ ﷺ پرہم نے نازل کیا ہے۔

(2) دنیا وآخرت میں اس کی کثیر برکتیں ہیں۔(اضواء البیان:6/344)

(3) اس میں اشارہ ہے کہ قرآن حق کی میزان ہے(الاساس فی التفسیر:8/4777)

(4) یہ کتاب جوہم نے تم پرنازل کی ہے بابرکت ہے۔جوخیر کثیر اور علم بسیط کی حامل ہے۔اس کے اندر ہدایت،ہر بیماری کی شفا اور نور ہے جس سے گمراہی کی تاریکیوں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔اس کے اندر ہروہ حکم موجود ہے،جس کے مکلفین محتاج ہیں اور اس کے اندر ہر مطلوب کے لیے

قطعی دلائل موجود ہیں۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو تخلیق فرمایا ہے۔ اس وقت سے لے کر اس کتاب سے زیادہ کوئی جلیل القدر کتاب نہیں آئی (تفسیر سعدی:2298/3)

(5) رب العزت نے برکت والی کتاب کے بارے میں فرمایا ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ﴾ ''اور یہ ایک کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بڑی بابرکت ہے، اُس (کتاب) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہے۔'' (الانعام:92)

(6) ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ﴾ ''اور یہ ایک بابرکت کتاب جس کو ہم نے نازل کیا ہے چنانچہ تم اس کی پیروی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔'' (الانعام:155)

(7) ﴿لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ﴾ ''تاکہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں'' تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے دلائل پر غور وفکر کریں اور جو کچھ اس نے اپنی شریعت میں سے مشروع کیا ہے اس سے وہ نصیحت حاصل اور اس پر عمل کریں۔ (جامع البیان:156/23)

(8) یہ معانی القرآن کی معرفت کے وجوب کی دلیل ہے۔ سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: قرآن حکیم کی آیات میں تدبر اس کی اتباع کرنا ہے۔ (تفسیر منیر:214/12)

(9) یعنی اس کتاب جلیل کو نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں، اس کے علم کا استنباط کریں اور اس کے اسرار وحکم میں غور وفکر کریں۔ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں تدبر کرنے کی ترغیب دیتی ہے اور اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن کریم میں تدبر اور غور وفکر کرنا سب سے افضل عمل ہے، نیز یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ قراءت جو تدبر و تفکر پر مشتمل ہو اس تلاوت سے کہیں افضل ہے جو بہت تیزی سے کی جاری ہو، مگر اس سے متذکرہ بالا مقصد حاصل نہ ہو رہا ہو۔ (تفسیر سعدی:2299,2298/3)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ اَمۡ عَلٰى قُلُوۡبٍ اَقۡفَالُهَا﴾ ''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر ان کے تالے ہیں؟'' (محمد:24)

(11) ﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ‌ؕ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا﴾ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے۔'' (النساء:82)

(12) ﴿اَفَلَمۡ يَدَّبَّرُوا الۡقَوۡلَ اَمۡ جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ﴾ ''تو کیا اُن لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آئی ہے جو ان کے پہلے باپ دادا کے پاس نہیں آئی تھی؟'' (المؤمنون:68)

(13) ﴿وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ﴾ ''اور تاکہ عقل والے اُس سے نصیحت حاصل کریں'' تاکہ ارباب دانش اس کی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن مجید سے ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق نصیحت حاصل کرتا ہے۔

(14) سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس نے قرآن کے الفاظ حفظ کر لیے اور قرآن پر عمل نہیں کیا اس نے قرآن میں تدبر و غور بھی

نہیں کیا لوگ کہتے ہیں، ہم نے پورا قرآن پڑھ لیا لیکن قرآن کی ایک نصیحت یا قرآن کے ایک حکم کا نمونہ ان میں نظر نہیں آتا۔ اصل غور وخوض اور نصیحت وعبرت عمل ہے۔ (تفسیر ابن کثیر:4/398)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی کتاب کیوں نازل کی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کی بابرکت کتاب اس نے اس لیے نازل کی تاکہ لوگ اس کی آیات پر غور وفکر کریں، عقل والے اس سے نصیحت قبول کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی آیات پر غور وفکر کرنے والے کتاب سے کیا حاصل کرتے ہیں؟

جواب: کتاب سے شعور کی سچائی، عمل کی سچائی پا لیتے ہیں۔

سوال 4: کتاب سے عقل والے کیسے نصیحت حاصل کرتے ہیں؟

جواب: کتاب سے عقل والے غور وفکر کر کے نصیحت حاصل کرتے ہیں۔

سوال 5: کتاب کی برکت کیا ہے؟

جواب: (1) کتاب پر ہر عقل رکھنے والا غور وفکر کر سکتا ہے اور کروڑوں، اربوں انسان ہیں ہر ایک کے غور وفکر کے مطابق اس کو کتاب کا فہم ملتا ہے۔ جتنا جتنا کسی کا کتاب اللہ سے تعلق بڑھتا ہے اس پر اتنے ہی حکمت کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ ہر ایک کے علم، حکمت، اور فہم میں اضافہ کتاب کے بابرکت ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(2) اس کتاب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے انسان کے اندر خوف خدا میں اضافہ ہوتا ہے جتنا اس خوف میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی انسان کے عمل میں بہتری آتی ہے اور وہ معاشرے کا اتنا ہی مفید رکن ثابت ہوتا ہے۔ معاشرے کے لیے بہترین شخصیات کی تیاری، ان کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کتاب کی برکتوں میں سے ہے۔

(3) اس کتاب کا نظام قائم کرنے کی صورت میں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ قدموں تلے سے بھی رزق ابلے گا اور آسمان سے بھی برکتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

کتاب ہر اعتبار سے بابرکت ہے۔ الحمدللہ۔

﴿وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾

''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، بہترین بندہ تھا، بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' (30)

سوال 1: ﴿وَوَهَبۡنَا لِدَاوٗدَ سُلَيۡمٰنَ ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا، بہترین بندہ تھا، بلاشبہ

وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمٰنَ﴾ ''اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا'' رب العزت نے سیدنا داؤد علیہ السلام کو سیدنا سلیمان علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا جیسا کہ فرمایا ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوُدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ﴾ ''اور داؤد کا وارث سلیمان ہوا اور اُس نے کہا: ''اے لوگو! ہمیں پرندوں کی زبانیں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی چیزیں عطا کی گئی ہیں بلا شبہ یہ یقینا کھلا فضل ہے۔'' (النمل:16)

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام نبی اور بادشاہ تھے۔

(3) ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ ''بہترین بندہ تھا'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا بیان فرمائی ہے۔ حقیقتاً ان کے اندر وہ سارے اوصاف موجود تھے جو مدح وثنا کا مستحق بناتے ہیں۔

(4) یعنی وہ اپنے تمام احوال میں، تعبد، انابت، محبت، ذکر ودعا، آہ زاری، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی کوشش کرنے اور اس کی رضا کو ہر چیز پر مقدم رکھنے میں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف نہایت کثرت سے رجوع کرنے والے تھے۔ (تفسیر سعدی:2300/3)

(5) ﴿اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''بلاشبہ وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے اور توبہ کرنے والے تھے۔ (تفسیر قاسمی:166/14)

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا وہ اللہ کے مطیع اور کثرت سے نماز ادا کرنے والے تھے۔ ان کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ (جامع البیان:157/23)

سوال: 2 سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ یہاں کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب: (1) سیدنا سلیمان علیہ السلام کا تذکرہ یہاں ان کی بندگی اور رب کی طرف رجوع کرنے کے حوالے سے کیا گیا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام عظیم سلطنت کے حکمران تھے مگر اللہ تعالیٰ کے ایسے غلام تھے جن کے بارے میں رب نے فرمایا: نعم العبد'' کیا ہی اچھا بندہ۔'' یعنی بندگی کی بہترین مثال۔ (3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے رجوع الی اللہ کو مواقع کے لحاظ سے سامنے رکھا گیا تا کہ انسان رجوع الی اللہ کر سکیں۔

﴿اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ﴾

''جب شام کے وقت اُس کے سامنے تیز رو، عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے'' (31)

سوال 1: ﴿اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ﴾ ''جب شام کے وقت اُس کے سامنے تیز رو، عمدہ گھوڑے پیش کیے

گئے"سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں تیز رفتار گھوڑے پیش کئے گئے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور حکومت میں ان کے معائنے کے لئے تیسرے پہر ایک پاؤں اٹھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے۔

(2) جب ان کی خدمت میں خوب تربیت یافتہ، تیز رفتار گھوڑے پیش کیے گئے، جن کا وصف یہ تھا کہ جب وہ کھڑے ہوتے تو ایک پاؤں زمین سے اٹھائے رکھتے۔ان کو پیش کیے جانے کا منظر نہایت ہی خوبصورت، خوش کن اور تعجب انگیز تھا، خاص طور پر ان لوگوں کے لیے جنہیں ان گھوڑوں کی ضرورت تھی، مثلاً بادشاہ وغیرہ۔(تفسیر سعدی:2300/3)

(3) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک یا خیبر کے سفر سے واپس آئے تو میرے طاقچے کے آگے پردہ پڑا ہوا تھا کہ ناگاہ تیز ہوا کے جھونکے سے پردے کا کنارہ ہٹ گیا۔وہاں سامنے میرے کھلونے اور گڑیاں نظر آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، یہ میری گڑیاں ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں کپڑے کا گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میں ان کے درمیان یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ میں نے کہا، یہ گھوڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اور اس کے اوپر کیا ہے؟ میں نے کہا،اس کے دو پر ہیں۔آپ نے کہا۔کیا گھوڑے کے بھی پر ہوتے ہیں؟ کہتی ہیں کہ میں نے کہا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا نہیں کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے کے پر تھے۔کہتی ہیں، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ میں نے آپ کی داڑھیں دیکھیں۔(ابوداؤد:3932)

سوال2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش کیے گئے گھوڑوں کی دو صفات کا تذکرہ کیا گیا ان کی وضاحت کریں؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کی صفت الصافات ایسے گھوڑوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو تین ٹانگوں پر کھڑے ہوں یعنی ہر دم تیار رہنے والے گھوڑے الجیاد یہ جواد کی جمع ہے۔یہ تیز رو گھوڑوں کے لیے استعمال ہونے والی صفت ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے اچھے سدھے ہوئے اور قیمتی تھے۔

﴿فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾

"تو اُس نے کہا:"یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے محبوب رکھا ہے۔" یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے" (32)

سوال1:﴿فَقَالَ اِنِّیْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ تو اُس نے کہا:"یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو اپنے رب کی یاد کی وجہ سے محبوب رکھا ہے" یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے" گھوڑوں کی مصروفیت نے نماز عصر اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ﴾ تو اُس نے کہا: ''یقیناً میں نے اس مال کی محبت کو محبوب رکھا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں معائنے کے لئے گھوڑے پیش ہوتے رہے حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا گھوڑوں کی محبت اور مصروفیت نے ان کو نماز عصر اور ذکر الٰہی سے غافل کر دیا۔

(2) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنی کوتاہی پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا میں نے مال سے یعنی گھوڑوں سے محبت کو اپنے رب کے ذکر اور نماز پر ترجیح دی ہے۔

(3)﴿عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ ۚ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ ''اپنے رب کی یاد کی وجہ سے، یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں اوجھل ہو گئے'' یعنی گھوڑوں کی مصروفیت نے مجھے اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیا یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے دن سورج ڈوبنے کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کفار قریش کو برا بھلا کہتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے اللہ کے رسول! میں تو عصر کی نماز بھی ادا نہیں کر سکا، حتیٰ کہ سورج غروب ہونے والا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی اب تک ادا نہیں کر سکا۔ چنانچہ ہم بطحان میں گئے، وہاں وضو کیا اور سورج کے غروب ہونے کے بعد عصر کی نماز ادا کی اور پھر مغرب پڑھی۔ (بخاری:596)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے کس مقصد کے لیے پال رکھے تھے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے عمدہ، اصل اور تیز رو گھوڑے جہاد کے لیے پال رکھے تھے۔

سوال 3: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑوں کے بارے میں یہ کب کہا کہ میں نے مال کی محبت رب کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے؟

جواب: یہ بات سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تب کی جب گھوڑے ان کے سامنے معائنے کے لیے پیش کیے گئے۔

سوال 4: رب کی یاد کی وجہ سے مال کی محبت کیسے اختیار کی جاتی ہے؟

جواب: (1) مال کی محبت تب رب کی یاد بن جاتی ہے جب مال کو رب کے راستے میں لگانا مطلوب ہو۔ (2) جب مال کی وجہ سے دین کی سربلندی کے کام ہوں۔ (3) جب مال کی وجہ سے جہاد فی سبیل اللہ کے کام ہوں۔ (4) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے مال کی محبت یعنی گھوڑوں سے جہاد فی سبیل اللہ کی وجہ سے محبت رکھی تھی۔ اس وجہ سے گھوڑے رب کی یاد کا ذریعہ بن گئے تھے۔

سوال 5: حتیٰ توارت بالحجاب سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد یہ ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کے معائنے کے دوران اتنے گم ہو گئے کہ سورج مغرب میں چھپ گیا اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے وہ غافل رہے۔ جو کہ عصر کے وقت کا ذکر یا نماز تھی۔ اس کی تلافی کے لیے انہوں نے سارے گھوڑے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کر ڈالے۔ امام شوکانی اور حافظ ابن کثیر نے اس کو ترجیح دی ہے۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ گھوڑوں سے محبت اللہ کی یاد کی وجہ سے اختیار کی ہے۔ حتّٰی کہ وہ گھوڑے دوڑتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے پھر انہیں دوبارہ طلب کیا اور محبت سے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ یہاں تورات کا مرجع گھوڑے ہیں۔ امام ابن جریر طبری نے دوسری تفسیر کو ترجیح دی ہے اور یہی درست لگتی ہے۔ (واللہ اعلم)

﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾

"اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ" چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا" (33)

سوال 1: ﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ "اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ" چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا مسح سوق و اعناق، کی تفسیر آیت کی روشنی میں بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿رُدُّوْهَا عَلَيَّ﴾ "اُنہیں میرے پاس واپس لاؤ" سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم پر گھوڑے واپس لائے گئے۔

(2) ﴿فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ﴾ "چنانچہ وہ اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا" تو سیدنا سلیمان علیہ السلام نے تلوار کے ساتھ ان کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹنا شروع کر دیں۔ (تفسیر سعدی: 2300/3)

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ علیہ السلام ان کی پیشانیوں اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں یہی قول صحیح ہے قتل کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بلاوجہ کسی جان کو مار ڈالنا اور اللہ تعالیٰ کا مال ضائع کرنا محض اس بنا پر کہ ان کے معائنہ سے نماز جاتی رہی، روا نہیں۔ اس طرح بے گناہوں کا قتل جائز نہیں۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی شرع میں ہی یہ چیز جائز ہو۔ خصوصاً اس صورت میں کہ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا کیا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو گھوڑوں سے بہتر سواری عطا فرمائی یعنی ہوا کو آپ علیہ السلام کا تابعدار بنا دیا جو آپ علیہ السلام کو آسانی سے جہاں چاہتے لے جاتی تھی (مختصر ابن کثیر: 1715/2)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ کیوں پھیرنے لگے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام نے گھوڑے رب کی محبت میں پسند کیے تھے اپنی شان دکھانے کے لیے نہیں اس وجہ سے اللہ کی عظمت کے اعتراف کے طور پر گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔

سوال 3: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے واقعہ سے ان کی عبودیت، بندگی اور اوّاب ہونے کا پتہ کیسے چلتا ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کا گھوڑے پالنا اور گھوڑوں سے محبت کرنا عام انسانوں سے مختلف تھا۔ عام انسان جو کام اپنی شان کے لیے کرتے ہیں سیدنا سلیمان علیہ السلام وہ کام رب کی شان کے لیے کرتے تھے۔ گھوڑوں کا پالنا، ان کی دوڑیں لگوانا، ان کا معائنہ کرنا انسان کے اندر غرور اور تکبر کی ہوا بھر سکتا ہے خاص طور پر جس کے پاس حکومت اور اقتدار ہو وہ دشمن سے مقابلے کے لیے جب بہترین انتظام

رکھتا ہو تو اسے اپنی قوت پر مان ہونے لگتا ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام اس موقع پر رب کی قوت کو یاد کرنے لگتے ہیں یہی بندگی اور یہی رجوع الی اللہ ہے کہ انسان ہر چیز کا رخ اپنے رب کی طرف پھیر دے۔

﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی اور ہم نے اُس کی کُرسی پر ایک جسم لا کر ڈال دیا پھر اُس نے رجوع کیا'' (34)

سوال 1: ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی اور ہم نے اُس کی کُرسی پر ایک جسم لا کر ڈال دیا پھر اُس نے رجوع کیا'' سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے سلیمان کی بھی آزمائش کی'' رب العزت نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو حکومت اور ملک دے کر آزمایا۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بار سیدنا سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے یوں کہا کہ آج رات میں اپنی سو بیویوں یا (فرمایا) ننانوے بیویوں کے پاس ضرور گھوم کر آؤں گا (یعنی سب سے صحبت کروں گا) اور ہر ایک عورت ایک بیٹا پیدا کرے گی جو شہسوار بن کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ ان کے ایک رفیق نے کہا، ان شاء اللہ کہیے، تاہم سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ان شاء اللہ نہ کہا، تو ان عورتوں میں سے صرف ایک کو حمل ٹھہرا اور اس سے بھی ادھورا بیٹا پیدا ہوا۔ اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہتے تو سب عورتوں کے بیٹے ہوتے جو شہسوار بن کر جہاد کرتے۔ (بخاری: 2819)

(3) یعنی ہم نے سیدنا سلیمان علیہ السلام سے ان کا اقتدار لے کر اس خلل کے سبب سے ان کو آزمایا، جس کا طبیعت بشری تقاضا کرتی ہے۔ ﴿وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا﴾ ''اور ان کی کرسی پر ایک جسد ڈال دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے قضا و قدر کے ذریعے سے مقدر کر دیا کہ ایک شیطان سیدنا سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر آپ علیہ السلام کی آزمائش کے عرصے کے دوران میں بیٹھے اور آپ کی سلطنت میں تصرف کرے۔ فاضل مفسر کا بیان اسرائیلی روایات ہی سے ماخوذ ہے جن سے مفسرین نے اپنی پوری تفسیر میں بجا طور پر اجتناب کیا ہے۔ پتا نہیں فاضل مؤلف نے یہاں اس پر اعتماد کر کے کیوں یہ بات لکھ دی ہے۔ یہ آزمائش کیا تھی؟ کرسی پر ڈالا گیا جسم کس چیز کا تھا؟ اور اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی کوئی تفصیل قرآن کریم یا حدیث میں نہیں ملتی۔ اس لیے امام ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے میں اس پر خاموشی ہی بہتر ہے۔ (تفسیر سعدی: 2300/3)

(4) ﴿ثُمَّ اَنَابَ﴾ ''پھر اُس نے رجوع کیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، توبہ کی۔ وہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف

رجوع کرنے والے تھے غفلت کی حالت میں بھی شکرادا کرتے تھے۔ آزمائش میں بھی اسی کی طرف رجوع کرتے تھے۔

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کیا تھی؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کے بارے میں ہمیں قرآن مجید یہ خبر دیتا ہے کہ ایک جسم کو کرسی پر لاڈالا گیا۔

سوال 3: یہ جسم کس چیز کا تھا اور اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب: اس بارے میں کوئی تفصیل قرآن مجید یا حدیث میں نہیں ملتی۔

سوال 4: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو کیسے آزمایا گیا؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو امور مملکت کے بارے میں آزمایا گیا۔

سوال 5: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا مقصد کیا تھا؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی آزمائش کا مقصد انہیں لغزشوں سے بچانا تھا۔

﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾

''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے'' (35)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ﴾ ''اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے'' بے نظیر بادشاہت کی دعا کی وضاحت، آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنۢبَغِي لِأَحَدٍ مِّنۢ بَعْدِيٓ﴾ ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے رب سے بخشش مانگی اور ایسی بادشاہت جو بے مثال، بے نظیر ہے۔ رب العزت نے دعا قبول کر لی وران کی سلطنت انہیں واپس کر دی اور اقتدار اور سلطنت میں مزید اضافہ فرما دیا۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بعد ایسا اقتدار کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ شیاطین ان کے لیے مسخر کر دیے جو ان کے حکم سے سمندر میں غوطہ خوری کر کے موتی نکال کر لاتے تھے کوئی ان کی نافرمانی کرتا تو اسے زنجیروں میں جکڑتے تھے۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: گزشتہ رات اچانک ایک سرکش جن میرے سامنے آیا۔ یا ایسا ہی کوئی

اور کلمہ آپ نے ارشاد فرمایا، پھر فرمایا: وہ میری نماز میں خلل ڈالنا چاہتا تھا،لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے ستونوں میں سے کسی ستون سے باندھ دوں، تاکہ صبح تم سب لوگ اسے دیکھ لو۔لیکن پھر مجھے اپنے بھائی سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا یاد آ گئی: ﴿رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ اُس نے کہا: ''اے میرے رب! مجھے بخش دے اور مجھے ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو، یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے۔'' (ص:35)

(تو اس دعا کے یاد آتے ہی میں نے اسے چھوڑ دیا) الغرض، اللہ تعالیٰ نے اسے نامراد کر کے لوٹا دیا۔ (بخاری:461)

(4) ﴿اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ ''یقیناً تُو بہت عطا کرنے والا ہے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام نے جب رب سے دعا کی تو الوہاب کا توسل اختیار کیا کہ تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

سوال 2: آزمائش کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کیا کیا؟

جواب: (1) سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنے رب کی طرف رجوع کر لیا۔ (2) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی۔ (3) انہوں نے رب سے دعا کی۔

سوال 3: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا کہ ''مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو'' کیا مطلب ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام ایسی با اختیار بادشاہت چاہتے تھے کہ وہ بادشاہت ان کے سوا کسی کے پاس نہ ہو۔ یعنی حکومت چلانے کے لیے ایسی قوتیں عطا کر دے جس کی کوئی مثال نہ ہو۔

سوال 4: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا کس مقصد کے لیے تھی؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام کی یہ دعا اللہ تعالیٰ کے دین کے غلبے کے لیے تھی۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت الوہاب کا کیسے شعور دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا سے جو مغفرت اور بادشاہت کے لیے تھی، اپنے وہاب یعنی بڑے ہی دینے والے کا شعور دلایا ہے۔ (2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی دعا کہ ایسی بادشاہت دے جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والا ہے۔ وہ یقیناً الوہاب ہے۔

﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾

''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' (36)

سوال 1: ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا جو اُس کے حکم

سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' ہوا کو سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع کر دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ﴾ ''تو ہم نے اُس کے لیے ہوا کو تابع کر دیا'' رب العزت نے سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے ہوا تابع کر دی۔

(2) ﴿تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ﴾ ''جو اُس کے حکم سے نرمی سے چلتی تھی، جدھر وہ پہنچنا چاہتا تھا'' ہوا ان کے اشاروں پر چلتی تھی جہاں چاہتے تھے وہاں پہنچا دیتی تھی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی دعا کیسے قبول کی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی بادشاہت دی جس میں ہوا بھی ان کے ماتحت تھی۔

سوال 3: ہوا کے مسخر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہوا کا نرمی سے چلنا ہے۔

سوال 4: مسخر ہونے سے کیا مراد نہیں ہے؟

جواب: مسخر ہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ ہوا اللہ تعالیٰ کے ارادے سے باہر آ گئی ہو۔

سوال 5: مسخر ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو چیز کسی کے لیے مسخر کر دی ہے اس شخص کا حکم اور کام اللہ تعالیٰ کے ارادے کے موافق ہو جائے تو ایسی حالت میں مسخر کردہ چیزیں بندے کے حکم کے ساتھ چلتی نظر آتی ہیں۔

سوال 6: ہوا کے نرمی سے چلنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے لیے ہوا مسخر کر دی گئی تھی وہ جدھر چاہتے تھے ہوا ادھر چلتی تھی۔ کبھی تند ہوتی تھی کبھی نرم لیکن سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کی چاہت کے مطابق چلتی تھی۔

﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ﴾

''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور'' (37)

سوال 1: ﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ﴾ ''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار اور ماہر غوطہ خور'' شیاطین کو سیدنا سلیمان عَلَیْہِ السَّلَام کے تابع کر دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ﴾ ''اور شیاطین کو بھی ہر قسم کے معمار'' شیاطین ان کے حکم کے مطابق محلات اور حیرت انگیز عمارتیں تعمیر کرتے تھے، مسجدیں، خیمے اور حوض بناتے تھے۔ بڑے بڑے لگن اور بھاری دیگیں بنا کر حیرت میں ڈال دیتے تھے۔

(2)﴿وَّغَوَّاصٍ﴾ ''اور ماہر غوطہ خور'' قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شیاطین ان کے لیے سمندر سے زیورات نکال کرلاتے تھے۔ (جامع البیان:166/23)

(3)شیاطین یعنی جنات میں سے کچھ غوطہ خور تھے جو سمندر سے موتی، جواہرات اور قیمتی چیزیں نکال کرلاتے تھے۔

سوال 2: شیاطین کو سیدنا سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کیا تھا وہ ان سے کیا کام لیتے تھے؟

جواب: سیدنا سلیمان علیہ السلام شیاطین سے تعمیر کا کام لیتے تھے۔ سمندر میں یہ ان کے لیے غوطے لگاتے تھے اور جو سیدنا سلیمان علیہ السلام چاہتے وہ نکال کرلاتے تھے۔

﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾

''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' (38)

سوال 1: ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' نافرمان جنوں کو زنجیروں میں جکڑتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ﴾ ''اور دوسروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے تھے'' سیدنا سلیمان علیہ السلام سرکش اور نافرمان جنوں کو جو یا تو کام نہیں کرتے تھے یا کام میں خرابی پیدا کرتے تھے۔ انہیں زنجیروں، طوقوں اور بیڑیوں میں جکڑتے تھے۔

سوال 2: سرکش جنوں کو زنجیروں میں کیوں جکڑا جاتا تھا؟

جواب: سرکش جنات کو بیڑیوں اور زنجیروں میں اس لیے جکڑا جاتا تھا تاکہ وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے حکم سے منہ نہ موڑیں۔

سوال 3: سرکش جنات کے قید ہونے سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کے اقتدار کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت میں امن و امان کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو قید کرنے اور پکڑنے کی پوری قدرت انہیں دے رکھی تھی۔

(3) سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دور میں مجرم اکیلے یا اجتماعی طور پر پکڑ کر زنجیروں میں اور بیڑیوں میں قید کر دیئے جاتے تھے۔

﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

''یہ ہماری عطا ہے سو احسان کرو یا روک رکھو، کوئی حساب نہیں ہے'' (39)

سوال 1: ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یہ ہماری عطا ہے سو احسان کرو یا روک رکھو، کوئی حساب نہیں ہے'' انوکھی بادشاہت تمہیں عطا کر دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا عَطَآؤُنَا﴾ ''یہ ہماری عطا ہے'' رب العزت نے فرمایا یہ انوکھی بادشاہت ہے جو ہم نے تمہیں عطا کر دی۔

(2)﴿فَامۡنُنۡ﴾''سواحسان کرو''جس کو چاہو دو، اس پر احسان کرو۔

(3)﴿اَوۡ اَمۡسِكۡ﴾''یا روک رکھو''جس کو چاہو نہ دو، روک لو۔

(4)﴿بِغَيۡرِ حِسَابٍ﴾''کوئی حساب نہیں ہے''جو چاہو کرو یا نہ کرو تمہارے لیے جائز ہے اور جو فیصلہ کرو ٹھیک ہے تم سے کوئی حساب لینے والا نہیں (مختصر ابن کثیر:1716/2)

(5)رب العزت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے کامل عدل اور بہترین فیصلوں کے بارے میں خوب جانتے تھے آخرت میں بھی انہیں خیر کثیر سے نوازا جائے گا۔

(6)ایک طرف اللہ تعالیٰ کے احسانات کا یہ حال تھا کہ بے حساب مال و دولت دے کر فرمایا کہ جیسے چاہو خرچ کرو آپ سے کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ دوسری طرف سیدنا سلیمان علیہ السلام کا یہ حال تھا کہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیتے تھے بلکہ اپنے والد بزرگوار کی طرح اپنی کمائی سے کھاتے تھے۔ سیدنا داؤد علیہ السلام تو زرہیں بنایا کرتے تھے اور آپ تانبے کی مصنوعات تیار کرتے تھے۔ (تیسیر القرآن:738/3)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دولت کی تقسیم کے پورے اختیارات دے رکھے تھے۔ اس سے ان کی بادشاہت کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: (1) دولت کی تقسیم کے پورے اختیارات سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی عظیم بادشاہت کا پتہ چلتا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی حکومت کے بارے میں یہ وضاحت بھی کر دی کہ جس سے وہ چاہیں دولت کو روک لیں اور جسے چاہیں دے دیں۔ اس پر کوئی حساب کتاب نہیں یعنی بے پناہ اختیارات عطا کر دیئے گئے۔

﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ﴾

''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے''(40)

سوال 1:﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ﴾''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے اور بہترین ٹھکانہ ہے''سیدنا سلیمان علیہ السلام مقربین میں سے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى﴾''اور بلاشبہ اُس کا ہمارے یہاں یقیناً بڑا قُرب ہے''سیدنا سلیمان علیہ السلام کو رب نے اپنا مقرب بنایا انہیں مختلف طرح کے عظیم الشان انعامات سے نوازا۔

(2)﴿وَحُسۡنَ مَاٰبٍ﴾''اور بہترین ٹھکانہ ہے''سیدنا سلیمان علیہ السلام کو آخرت میں بہترین انجام تک پہنچایا جائے گا اور خیر کثیر سے نوازا

جائے گا۔﴿نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ﴾یاارحم الرحمین !ہمیں بھی اوابین میں شامل فرمالے۔(آمین)

سوال 2: سیدنا سلیمان علیہ السلام کے واقعے میں کیا فوائداور حکمتیں ہیں بیان کریں؟

سیدنا سلیمان علیہ السلام کے قصے سے مندرجہ ذیل فوائداور حکمتیں مستفاد ہوتی ہیں:(1)اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد مصطفی ﷺ کے سامنے آپ سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ آپ ﷺ کی ہمت بندھاتا رہے اور آپ کو اطمینان قلب حاصل ہو۔اللہ تعالیٰ ان کی عبادت، ان کے صبر کی شدت اوران کی انابت کاذکرفرماتا ہے تاکہ آپ ﷺ میں آگے بڑھنے اوراللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کاشوق اوراپنی قوم کی اذیت رسانی پرصبر کاجذبہ پیدا ہو۔بنابریں اس مقام پرجب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی قوم کی اذیت رسانی، آپ ﷺ کے اورآپ ﷺ کی دعوت کے بارے میں ان کی بدکلامی کاذکرکیاتوآپ ﷺ کوصبرکرنے کاحکم دیااورساتھ ہی تلقین کی کہ آپ اس کے بندے سیدناداؤد علیہ السلام کویادکرکے اس سے تسلی حاصل کریں۔

(2)اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت میں استعمال ہونے والی قوت قلب اورقوت بدن کوپسند کرتا ہے اوراس کی مدح کرتا ہے، کیونکہ قوت کے ذریعے سے اطاعت الٰہی کے آثار، اس کی خوبی اوراس کی جوکثرت حاصل ہوتی ہے وہ کمزوری اورعدم قوت سے حاصل نہیں ہوتی، نیز آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے۔کہ بندے کوچاہیے کہ وہ اسباب قوت کے حصول کی کوشش کرتا رہے اورنفس کوکمزورکرنے والی بےکاری اورسستی کی طرف مائل ہونے سے بچے۔

(3)تمام امورمیں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اللہ تعالیٰ کے انبیاءاوراس کی خاص مخلوق کاوصف ہے، جیساکہ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کی بناپرسیدناداؤد علیہ السلام اورسیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا کی ہے۔اقتداءکرنے والوں کوچاہیے کہ ان کی اقتداءکریں اوراہل سلوک ان کی راہ پرگامزن ہوں۔﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰٮهُمُ اقۡتَدِهۡ﴾''یہی لوگ ہیں جن کواللہ تعالیٰ نے ہدایت دی تھی سوآپ بھی ان کی ہدایت کی پیروی کریں۔'' (الانعام:90)

(4)ان آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سیدناداؤد علیہ السلام کوبہت خوبصورت آواز سے نوازا تھاجس کے سبب سے ٹھوس پہاڑاورپرندے جھوم اٹھتے تھے۔جب آپ صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے توپرندے اورپہاڑ بھی آپ کے ساتھ تسبیح بیان کرتے۔

(5)اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پرسب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے علم نافع عطا کرے، اسے دانائی اورلوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کی صلاحیت سے سرفرازکرے، جیساکہ اس نے اپنے بندے سیدناداؤد علیہ السلام کوان صلاحیتوں سے نوازا تھا۔

(6)جب کبھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں اوراس کے انبیاءورسل سے کوئی خلل واقع ہوتا ہے تواللہ تعالیٰ انہیں آزمائش اورابتلاءمیں مبتلاکرتا ہے جس سے یہ خلل زائل ہوجاتا ہے۔اوروہ پہلے حال سے بھی زیادہ کامل حال کی طرف لوٹ آتے ہیں جیساکہ سیدناداؤد علیہ السلام اور

سیدنا سلیمان علیہ السلام کو آزمائش پیش آئی۔

(7) انبیاء ومرسلین اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں خطا سے پاک اور معصوم ہوتے ہیں، کیونکہ اس وصف کے بغیر رسالت کا مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن کبھی کبھی طبیعت بشری کے تقاضوں کی بنا پر کسی معصیت کا ارتکاب ہوجاتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے فوراً اس کا تدارک کر دیتا ہے۔

(8) آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا داوٗد علیہ السلام اپنے غالب احوال میں، اپنے رب کی عبادت کے لیے اپنے محراب میں گوشہ نشین رہتے تھے، اسی لیے دونوں جھگڑنے والے اشخاص کو دیوار پھاند کر محراب میں آنا پڑا، کیونکہ سیدنا داوٗد علیہ السلام مقدمات آنے کے باوجود اپنا تمام وقت لوگوں کے لیے صرف نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنے لیے کچھ وقت مقرر کیا ہوا تھا جس میں خلوت نشین ہوکر اپنے رب کی عبادت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے تھے۔ یہ عبادت تمام امور میں اخلاص کے لیے ان کی مدد کرتی تھی۔

(9) سیدنا داوٗد علیہ السلام کے قصے سے مستنبط ہوتا ہے کہ حکام کے پاس حاضر ہونے میں ادب کو استعمال میں لایا جائے، کیونکہ مذکورہ بالا دونوں اشخاص جب اپنا جھگڑا لے کر سیدنا داوٗد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عام دروازے اور اس راستے سے آپ کے پاس نہیں گئے جو عام طور پر استعمال میں آتا تھا، اس لیے سیدنا داوٗد علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ یہ چیز آپ پر نہایت گراں گزری، ان کے خیال میں یہ صورت حال آپ کے لائق نہ تھی۔

(10) جھگڑے کے کسی فریق کی طرف سوئے ادبی اور اس کا ناگوار رویہ حاکم کو حق کے مطابق فیصلہ کرنے سے نہ روکے۔

(11) ان آیات مبارکہ سے سیدنا داوٗد علیہ السلام کے کمال حلم کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ جب مذکورہ بالا دونوں شخص آپ علیہ السلام کی اجازت طلب کیے بغیر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، حالانکہ آپ وقت کے بادشاہ تھے۔ تو آپ ان سے ناراض ہوئے نہ ان کو جھڑکا اور نہ انہیں کوئی زجر وتوبیخ ہی کی۔

(12) آیات کریمہ سے مستفاد ہوتا ہے کہ مظلوم کے لیے ظالم کو اس قسم کے الفاظ سے مخاطب کرنا جائز ہے۔ تو نے مجھ پر ظلم کیا۔ اے ظالم! اے مجھ پر زیادتی کرنے والے! وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا ﴿خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ﴾ ''ہم دو جھگڑے والے ہیں، ہم نے ایک دوسرے پر زیادتی کی ہے۔'' (ص:22)

(13) کوئی آدمی خواہ وہ کتنا ہی جلیل القدر اور صاحب علم کیوں نہ ہو، جب کوئی شخص خیر خواہی کرتے ہوئے اس کو نصیحت کرے تو اسے ناراض ہونا چاہیے نہ یہ نصیحت اس کو ناگوار گزرنی چاہیے، بلکہ شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کرلینا چاہیے، کیونکہ مقدمے کے فریقین نے سیدنا داوٗد علیہ السلام کو نصیحت کی تو آپ نے برا مانا نہ ناراض ہوئے اور نہ اس چیز نے آپ کو راہ حق سے ہٹایا، بلکہ آپ نے صریح حق کے ساتھ فیصلہ کیا۔

(14) اس قصے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عزیز واقارب اور دوستوں کا باہمی اختلاط، دنیاوی اور مالی تعلقات کی کثرت ان کے درمیان

عداوت اور ایک دوسرے پر زیادتی کی موجب بنتی ہے، نیز یہ کہ اس قسم کی صورت حال سے صرف تقویٰ اور ایمان و عمل پر صبر ہی کے ذریعے سے بچا جاسکتا ہے اور یہی چیز لوگوں میں سب سے کم پائی جاتی ہے۔

(15) ان آیات کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استغفار اور عبادت، خاص طور پر نماز گناہوں کو مٹا دیتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کی لغزش کی بخشش کو آپ کے استغفار اور سجود پر مترتب فرمایا۔

(16) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کو اکرام وتکریم، اپنے قرب اور بہترین ثواب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے بارے میں یہ نہ سمجھا جائے کہ ان کے ساتھ جو کچھ پیش آیا، اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے درجے میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلص بندوں پر کامل لطف وکرم ہے کہ جب وہ ان کی لغزشوں کو بخش دیتا ہے اور ان کے گناہوں کے اثرات کو زائل کر دیتا ہے تو ان پر مترتب ہونے والے تمام آثار کو بھی زائل کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ ان اثرات کو بھی مٹا دیتا ہے جو مخلوق کے دلوں میں واقع ہوتے ہیں، کیونکہ جب مخلوق کو ان کے گناہ کا علم ہوتا ہے تو ان کے دلوں میں ان کا درجہ کم ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں اس اثر کو زائل کر دیتا ہے اور کریم وغفار کے لیے ایسا کرنا کوئی مشکل امر نہیں۔

(17) لوگوں کے درمیان فیصلے کرنا ایک دینی منصب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور خاص بندوں کو مقرر فرمایا ہے، جسے یہ ذمہ داری سونپی جائے اسے حق کے ساتھ اور خواہشات نفس سے الگ ہو کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ حق کے ساتھ فیصلے کرنا امور شرعیہ کے علم، محکوم بہ مقدمے کی صورت کے علم اور اس کو حکم شرعی میں داخل کرنے کی کیفیت کے علم کا تقاضا کرتا ہے، لہٰذا جو شخص ان میں سے کسی ایک کے علم سے بے بہرہ ہے وہ فیصلہ کرنے کے منصب کا اہل نہیں۔ اسے فیصلہ کرنے کے لیے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

(18) حاکم کو چاہیے کہ وہ خواہش نفس سے بچے اور اس سے کنارہ کش رہے، کیونکہ نفس خواہشات سے خالی نہیں ہوتا، بالکلیہ وہ اپنے نفس سے مجاہدہ کرے تاکہ حق ہی اس کا مقصود ومطلوب ہو۔ فیصلہ کرتے وقت مقدمے کے فریقین میں سے کسی کے لیے محبت یا کسی کے لیے ناراضی دل سے نکال دے۔

(19) سیدنا سلیمان علیہ السلام سیدنا داؤد علیہ السلام کے فضائل ہی میں سے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا سیدنا داود علیہ السلام پر احسان تھا کہ اس نے آپ علیہ السلام کو سلیمان علیہ السلام سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے پر سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ اسے صالح اولاد عطا کرے اور اگر اولاد عالم فاضل ہو تو یہ نور علیٰ نور ہے۔

(20) ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی مدح وثنا ہے، چنانچہ فرمایا ﴿نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ﴾ ''بہت اچھا بندہ اور نہایت کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔''

(21) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لیے خیر کثیر اور ان پر احسان ہے کہ وہ انہیں صالح اعمال اور مکارم اخلاق کی توفیق سے

سرفراز کرتا ہے، پھر ان اخلاق واعمال کی بنا پر ان کی مدح وثنا کرتا ہے، حالانکہ وہ خود ہی عطا کرنے والا ہے۔

(22) ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر ترجیح دیتے تھے۔

(23) ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جو بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنے اندر مشغول کر لے وہ مذموم اور منحوس ہے۔ بندۂ مومن کو چاہیے کہ وہ اس سے علیحدہ ہو جائے اور اس چیز کی طرف توجہ دے جو اس کے لیے زیادہ فائدہ مند ہے۔

(24) ان آیات کریمہ سے یہ مشہور قاعدہ مستفاد ہوتا ہے کہ ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز ترک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر عوض عطا کرتا ہے''۔ چنانچہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقدم رکھتے ہوئے، سدھائے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کو ذبح کر دیا، جو نفوس کو بہت محبوب ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر عوض عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے نرم رفتار ہوا کو مسخر کر دیا، جو آپ کے حکم سے اسی سمت میں جس کا آپ قصد وارادہ کرتے، صبح کے وقت ایک مہینے کی راہ تک اور شام کے وقت ایک مہینے کی راہ تک چلتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو ایسے کام کرتے تھے جنھیں کرنے پر انسان قادر نہ تھے۔

(25) سیدنا سلیمان علیہ السلام ایک بادشاہ اور نبی تھے جو اپنی من مرضی کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے عدل وانصاف کے سوا کسی چیز کا ارادہ نہ کیا۔ نبی عبد کا ارادہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہوتا ہے اس کا ہر فعل وترک صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے نبی ﷺ کا حال تھا اور یہ کامل ترین حال ہے۔ (تفسیر سعدی: 2301/3-2305)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کو نبوت اور بادشاہت کے علاوہ کیا اعزاز بخشا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لیے بڑا تقرب کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ ان کے لیے بڑا اچھا ٹھکانہ ہے یعنی دنیا کے جاہ ومرتبہ کے علاوہ آخرت میں قرب خاص اور مقام خاص حاصل ہوگا۔

رکوع نمبر 13

﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴾

''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو! جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے شیطان نے بڑا دکھ اور عذاب پہنچایا ہے'' (41)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ﴾ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو! جب اُس نے اپنے رب کو پکارا کہ یقیناً مجھے شیطان نے بڑا دکھ اور عذاب پہنچایا ہے'' سیدنا ایوب علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ﴾ ''اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو'' اے نبی ﷺ! ہماری نصیحت والی کتاب میں ہمارے

بندے سیدنا ایوب علیہ السلام کو یاد کرو۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کی مدح ہے کہ وہ کس قدر صبر کرنے والے جانثار بندے تھے۔ جب انہیں بیماری آئی تو انہوں نے اپنے رب سے شکوہ نہیں کیا۔ اس کے سوا انہوں نے کسی کا سہارا نہیں لیا۔

(2)﴿اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ﴾ ''جب اُس نے اپنے رب کو پکارا'' یاد کرو جب سیدنا ایوب علیہ السلام نے عاجزی سے اپنے رب کو پکار کر کہا کہ مجھے بیماری نے گھیر لیا ہے اور تو سب سے شفیق اور مہربان ہے۔

(3) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیائے کرام علیہ السلام پر آتی ہے، پھر ان پر جو (ان کے بعد) زیادہ نیک لوگ ہوں پھر ان پر جو ان سے کم درجے کے ہوں۔ (مستدرک حاکم:120)

(4) یعنی شیطان نے مجھے مشقت انگیز اور نہایت تکلیف دہ عذاب میں ڈال دیا ہے۔ شیطان کو آپ کے جسد پر تسلط حاصل ہو گیا اس نے پھونک ماری تو جسم پر پھوڑے بن گئے پھر ان سے پیپ بہنے لگی اور اس کے بعد معاملہ بہت سخت ہو گیا اور اسی طرح ان کا مال اور ان کے اہل وعیال بھی ہلاک ہو گئے۔ (تفسیر سعدی:2306/3)

(5) ہر مسلمان کے عقیدہ میں یہ بات شامل اور اس کے ایمان بالغیب کا ایک جزء ہے کہ رنج ہو یا راحت، برائی ہو یا بھلائی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اس مشیت کا انحصار بھی بعض دفعہ انسان کے اپنے قصور یا شیطانی وساوس سے کسی نہ کسی درجہ میں ضرور ہوتا ہے۔ اور قرآن کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن امور میں کوئی پہلو شر، ایذا یا کسی صحیح مقصد کے فوت ہو جانے کا ہو ان کو اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ادب کے نقطہ نظر کی خاطر کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسے اپنے نفس یا شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ جیسے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مرض کو اپنی طرف منسوب کیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یوشع بن نون نے مچھلی کے سمندر میں چلے جانے کی بات کو شیطان کی طرف منسوب کیا، اسی طرح ایوب علیہ السلام بھی اپنی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صحیح طور پر عبادت گزاری سے قاصر رہے تھے تو اس قصور کا باعث شیطانی وساوس کو قرار دیا ہو۔ (تیسیر القرآن:739/3)

سوال 2: سیدنا ایوب علیہ السلام کس خاص صفت کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام اپنے صبر کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

سوال 3: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنے رب سے کب دعا کی؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیماری اور اہل ومال کی تباہی کے ذریعہ آزمایا حتیٰ کہ اُن کی ایک بیوی اُن کے ساتھ رہ گئی جو اُن کی خدمت بھی کرتی تھی اور ان کے لئے رزق کا انتظام بھی کرتی تھی ایک طویل عرصے کی بیماری اور مالی مشکلات کے بعد اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

سوال 4: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دو تکلیفوں کا ذکر کیا ﴿بِنُصْبٍ اور عَذَابٍ﴾ ان کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿بِنُصۡبٍ﴾ سے مراد جسمانی تکلیف ہے۔(2)﴿عَذَابٍ﴾ سے مراد مالی تکلیف ہے۔

سوال 5: سیدنا ایوب علیہ السلام نے جسمانی اور مالی تکلیفوں کی نسبت شیطان کی طرف کیوں کی جب کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے؟

جواب:(1) سیدنا ایوب علیہ السلام نے یہ نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی کہ ممکن ہے کہ شیطان کے وسوسوں کی وجہ سے کوئی ایسا کام نہ ہوا ہو جس کی وجہ سے یہ آزمائش ہو۔(2) سیدنا ایوب علیہ السلام نے ممکن ہے کہ ادب کے تقاضوں کی وجہ سے شر کی نسبت شیطان کی طرف کی ہو۔

﴿اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾

''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے''(42)

سوال 1:﴿اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ ۚ هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ ''اپنا پاؤں مارو، یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے'' رب العزت نے سیدنا ایوب ﷺ کے لئے چشمہ جاری کر دیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اُرۡكُضۡ بِرِجۡلِكَ﴾ ''اپنا پاؤں مارو'' رب العزت نے آسمان سے فرشتے کو بھیجا جس نے کہا: زمین پر ایڑی ماریں۔ (2)﴿هٰذَا مُغۡتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ﴾ ''یہ نہانے اور پینے کا ٹھنڈا پانی ہے'' جونہی سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی ناتواں ایڑی ماری۔ رب العزت نے اس جگہ ایک چشمہ جاری کر دیا اور فرمایا چشمے کا پانی پیو اور اس سے غسل کرو آپ کی تکلیف دور ہو جائے گی۔ انہوں نے صاف شفاف پانی پیا تو وہ اکسیر ثابت ہوا۔ نہائے تو جسمانی بیماری اور تکلیف دور ہو گئی۔ اللہ شافی نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو شفا عطا فرمائی۔ الحمد اللہ

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اہل و مال کی کمی کو کیسے پورا فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے سے زیادہ مال اور اولاد عطا فرمائے یہ پہلے کے مقابلے میں دوگنا تھے۔

﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾

''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل و عیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت ہے اور عقل مندوں کے لیے نصیحت''(43)

سوال 1:﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ رَحۡمَةً مِّنَّا وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾ ''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل و عیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی، ہماری طرف سے رحمت ہے اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے'' صبر کا اجر، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اَهۡلَهٗ وَمِثۡلَهُمۡ مَّعَهُمۡ﴾ ''اور ہم نے اُسے اُس کے اہل وعیال عطا کر دیے اور اُن کے ساتھ اُن جیسے اور بھی'' رب العزت نے صبر کا بہترین اجر دنیا میں بھی عطا فرمایا انہیں ان کی ساری اولاد عطا فرمادی اور اتنے ہی بچے اور بھی دے دیے۔

(2)﴿رَحۡمَةً مِّنَّا﴾ ''ہماری طرف سے رحمت ہے'' رب العزت کی جانب سے سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام پر رحمت تھی کیونکہ انہوں نے صبر کیا۔ انہیں دنیا اور آخرت میں بہترین اجر عطا فرمایا۔

(3)﴿وَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾ ''اور عقل مندوں کے لیے نصیحت ہے'' تاکہ عقل مند لوگ سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام کی حالت سے نصیحت اور عبرت پکڑیں اور انہیں معلوم ہو جائے کہ جو کوئی مصیبت میں صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیاوی اور اخروی ثواب سے نوازتا ہے اور جب وہ دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2306)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام کو جو دوبارہ مال عطا کیا اُس کے مقاصد کیا تھے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مال دو مقاصد کے لئے عطا کیا۔(2) اپنی خاص رحمت کے اظہار کے لئے۔(3) عقل مند لوگوں کے نصیحت حاصل کرنے کے لئے۔

سوال 3: رحمت کے اظہار کا انسان کے شعور پر کیا اثر ہوتا ہے؟

جواب:(1) انسان جب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مشاہدہ کرتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ اس رحمت کے حصار میں آجائے۔

(2) انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔

سوال 4: عقل مند لوگوں کے لئے سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام کے واقعے میں کیا نصیحت ہے؟

جواب:(1) سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام کے واقعے میں نصیحت ہے۔(2) مصائب اور مشکلات میں صبر کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے۔

(3) صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ مصائب اور شدائد کے بعد پہلے سے دوگنا عطا کرتے ہیں۔

﴿وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾

''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو پھر اُس سے مارو اور قسم نہ توڑو، یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' (44)

سوال 1:﴿وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو پھر اُس سے مارو اور قسم نہ توڑو، یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا، کیا بہترین بندہ تھا، یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا'' سیدنا ایوب عَلَیۡہِ السَّلَام نے بیوی کو سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1) سیدنا ایوب علیہ السلام ایک دفعہ اپنی بیوی سے ناراض ہو گئے تھے۔انہوں نے اپنے بالوں کی لٹ فروخت کر کے کھانا مہیا کیا تھا۔ جب سیدنا ایوب علیہ السلام کو پتا چلا تو وہ بہت ناراض ہوئے اور قسم کھائی کہ جب اللہ تعالیٰ انہیں صحت عطا فرمائے گا تو وہ انہیں سو کوڑے ماریں گے۔

(2) سیدنا ایوب علیہ السلام کی بیوی ان کی ہمدرد اور غم گسار تھیں ان کے ساتھ یہ طرز عمل مناسب نہ تھا لیکن وہ قسم کھا چکے تھے رب العزت نے قسم سے نکلنے کا راستہ بنایا۔

(3)﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا﴾ ''اور اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو''یعنی ہم نے آپ کو بہت بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے سے آزمایا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کیا۔(تفسیر سعدی:2306/3)

(4) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو قسم پوری کرنے کے لئے یہ صورت سیدنا ایوب علیہ السلام کے ساتھ خاص رکھتے ہیں۔لیکن امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں سیدنا عطا رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے اتفاق کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اب بھی کوئی ایسا حلف کرے تو اس کو ایسا ہی کرنے کی اجازت ہے۔(تفسیر کمالین جلالین:396,395/5)

(5)﴿إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا﴾ ''یقیناً ہم نے اُسے صابر پایا''رب العزت نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی مدح بیان فرمائی کہ انہیں بڑی بیماری اور تکلیف کے ذریعے آزمایا گیا۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کر لیا، نہ جزع فزع کیا نہ شکوہ۔

(6)﴿نِعْمَ الْعَبْدُ﴾ ''کیا بہترین بندہ تھا''رب العزت نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی ثنا بیان کی ہے کہ وہ خوشحالی اور بدحالی میں تندرستی اور بیماری میں، خوشی اور مصیبت میں عبودیت کے مراتب کی تکمیل کرنے والے تھے۔

(7)﴿إِنَّهُ أَوَّابٌ﴾ ''یقیناً وہ بہت رجوع کرنے والا تھا''یعنی آپ علیہ السلام اپنے دینی اور دنیاوی مطالب میں اللہ تعالیٰ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے، اپنے رب کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے، اس کو بہت زیادہ پکارنے والے، اس سے محبت اور اس کی عبادت کرنے والے تھے۔(تفسیر سعدی:2306/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کو تنکوں کا ایک مٹھا لے کر مارنے کے لئے کیوں کہا؟

جواب:(1) سیدنا ایوب علیہ السلام نے اپنی بیماری کے دوران خدمت گار بیوی سے ناراض ہو کر سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی صحت یاب ہو کر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا سو تنکوں والی جھاڑو کا مٹھا لے کر مار دو تو تمہاری قسم پوری ہو جائے گی۔

(2) اللہ تعالیٰ نے سو کوڑوں کو سو تنکوں سے اس لئے بھی بدل دیا تھا تا کہ وہ اپنی قسم پوری کریں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ایوب علیہ السلام کی تعریف کن صفات کی وجہ سے کی ہے؟

جواب:(1) صابر بندے تھے۔(2) بہت اچھے بندے تھے۔(3) اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

سوال 4: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف کب رجوع کیا؟

جواب: سیدنا ایوب علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی طرف تب رجوع کیا جب لوگ مایوس ہو جاتے ہیں یہ صبر اور بندگی کی صفات کی وجہ سے ممکن ہوا۔

﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾

’’اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے‘‘(45)

سوال1:﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾’’اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو جو قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے‘‘عبادت گزار انبیاء کے بارے میں وضاحت سے بیان کریں؟

جواب:(1)﴿وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ﴾’’اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کرو‘‘رب العزت نے نیک اور عبادت گزار، صابر انبیاء کو یاد کرنے کا حکم دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا، اس کی عبادت کو خالص کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام خلیل ہیں۔ سیدنا اسحٰق علیہ السلام سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اور سیدنا یعقوب علیہ السلام ان کے پوتے ہیں۔

(2)﴿اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ﴾’’جو قوت عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے‘‘یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی اطاعت کی بڑی قوت رکھتے تھے اور بصیرت والے اور عقل والے تھے۔(جامع البیان:174/23)

(3)وہ عبادت، اللہ تعالیٰ کے معرفت کے افکار میں قوت رکھتے تھے۔ کاشانی رحمہ اللہ نے کہا: عمل اور علم والے تھے۔(تفسیر قاسمی:178/1)

(4)یعنی نیک عمل والے، مفید علم والے، عبادت میں چست، کامل بصیرت رکھنے والے، قوت والے، دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے، حق والی نگاہ رکھنے والے اور نیکیوں میں سبقت کرنے والے مراد ہیں۔(مختصر ابن کثیر:1719/2)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کی کیا خصوصیات بتائی ہیں؟

جواب: وہ قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے تھے۔

سوال3:’’قوتِ عمل رکھنے والے اور بصیرت رکھنے والے‘‘ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)اس سے مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بڑی قوت رکھنے والے تھے۔(2)اس سے یہ مراد ہے کہ وہ اعلیٰ بصیرت میں بڑی قوت رکھتے تھے۔(3)یہ وہ لوگ ہیں جو نصرت دین میں قوت رکھتے تھے۔(4)﴿الْاَيْدِيْ﴾سے مراد اگر نعم ہو تو اس سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص کام ہے۔(5)یہ لوگ احسان کرنے والے ہیں۔

﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾

’’یقیناً ہم نے اُنہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے‘‘(46)

سوال 1: ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ﴾ ''یقیناً ہم نے اُنہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا جو اصل گھر کی یاد ہے'' آخرت کے گھر کی یاد سے انہیں خالص کیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ﴾ ''یقیناً ہم نے اُنہیں ایک خاص صفت کے ساتھ منتخب کیا تھا'' رب العزت نے فرمایا کہ ہم نے انہیں خالص صفت کے ساتھ خاص کیا۔

(2) ﴿ذِكْرَى الدَّارِ﴾ ''جو اصل گھر کی یاد ہے'' آخرت کی یاد ہے۔ یعنی ہم نے آخرت کی یاد ان کے دلوں میں جاگزیں کر دی، عمل صالح کو ان کے وقت کا مصرف، اخلاص اور مراقبے کو ان کا دائمی وصف بنا دیا۔ ہم نے ان کو اس طرح آخرت کی یاد بنا دیا کہ نصیحت پکڑنے والا ان کے احوال سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنے والا عبرت حاصل کرتا ہے اور یہ بہترین طریقے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ (تفسیر سعدی: 2307/3)

(3) سیدنا نسفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انہیں ہم نے اپنے لئے خالص کر لیا تھا۔ وہ لوگوں کو آخرت کی یاد دلاتے تھے اور وہ دنیا سے بے رغبتی رکھتے تھے یا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آخرت کا ذکر کثرت سے کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے تھے اور دنیا کا ذکر بھول جاتے تھے۔ سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: انہیں ہم نے ایسا بنایا کہ وہ آخرت کے لئے عمل کرتے تھے۔ (الاساس فی التفسیر: 4784/8)

(4) مالک بن دینار رحمہ اللہ نے یہ مطلب بیان کیا کہ ہم نے ان کے دلوں سے دنیا کی محبت اور یاد نکال دی اور آخرت کی یاد و محبت کے لئے ان کو مخصوص کر دیا۔ مقاتل رحمہ اللہ نے کہا وہ لوگوں کو آخرت کی طرف بلاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف آجانے کی دعوت دیتے تھے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: آخرت کا ڈر رکھنے کے لئے انکو مخصوص کر لیا گیا تھا۔ سیدنا ابن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: یہاں مضاف محذوف ہے یعنی ہم نے آخرت کی بہترین چیزوں کی یاد کے لئے ان کو مخصوص کر لیا تھا۔ (تفسیر مظہری: 86/10)

(5) انبیاء علیہم السلام کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے برابر خدا کو اور آخرت کو یاد رکھنے والا کوئی نہیں اسی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کو سب سے ممتاز مرتبہ حاصل ہے۔ (تفسیر عثمانی: 480/2)

(6) یعنی آخرت کی یاد رکھنا ہی وہ نسخہ کیمیا ہے جو انسان کو اللہ کا برگزیدہ بنا دیتا ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں نے اس دنیا کو بس ایک مسافر خانہ کی طرح سمجھا اور آخرت کا گھر ہی ہمیشہ ان کا مطمع نظر رہا۔ (تیسیر القرآن: 741/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو کس چیز کے لئے چن لیا تھا؟

جواب اللہ تعالیٰ نے ان کو آخرت کی یاد کے لئے چن لیا تھا۔

سوال 3: آخرت کی یاد سے کیا مراد ہے؟

جواب: آخرت کی یاد سے مراد یہ ہے کہ آخرت کا معاملہ ہر وقت ان کے تصور میں رہتا تھا۔ ہر وقت آخرت کے معاملے میں جینا تقویٰ کی بنیاد ہے۔

سوال 4: آخرت کی یاد کے لئے چنے ہوئے لوگ کیا کرتے تھے؟

جواب: آخرت کی یاد کے لئے چنے ہوئے لوگ انسانوں کو آخرت کے لئے بلاتے تھے۔

﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾

''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' (47)

سوال 1: ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' بہترین چُنے ہوئے لوگ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور بلاشبہ وہ ہمارے نزدیک یقیناً بہترین برگزیدہ بندوں میں سے تھا'' یعنی ہم نے انہیں بہترین مخلوق میں سے چن لیا۔ (2) وہ اللہ تعالیٰ کے ولی بہترین اور چنے ہوئے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 1719/2)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام، سیدنا اسحاق علیہ السلام اور سیدنا یعقوب علیہ السلام کی تعریف کن الفاظ میں کی ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا چنے ہوئے لوگ تھے یعنی برگزیدہ اور بڑے خاص لوگ تھے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے دوسری تعریف کی کہ بہترین لوگ تھے۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ اور بہترین قرار دے کر ان شخصیات کا تعارف کیوں کروایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے صفات اس لئے سامنے رکھی ہیں تاکہ لوگ ان کو نمونہ بنائیں۔

﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾

''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے'' (48)

سوال 1: ﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ﴾ ''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے'' نیک لوگوں کو یاد کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ﴾ ''اور اسماعیل اور یسع اور ذوالکفل کو یاد کرو'' رب العزت نے نیک لوگوں کو یاد کرنے کا حکم دیا۔

(2) سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام تو معروف ہیں اور ان کا ذکر قرآن میں بہت جگہ آیا ہے۔ الیسع سیدنا الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ تھے ان کا سلسلہ نسب چوتھی پشت پر جا کر سیدنا یوسف علیہ السلام سے جاملتا ہے۔ بعد میں آپ کو نبوت بھی عطا ہوئی تھی۔ آپ کا حلقہ تبلیغ شام کا علاقہ تھا۔ اور ذوالکفل ان کے خلیفہ کا لقب ہے نام نہیں۔ اور ذوالکفل کا معنی صاحب نصیب ہے۔ آپ کا نام بشیر ہے اور سیدنا ایوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔

آپ الیسع کے خلیفہ تھے بعد میں نبی ہوئے شام کا علاقہ ہی آپ کی تبلیغ کا مرکز رہا۔عمالقہ شاہ وقت بنی اسرائیل کا سخت دشمن تھا۔آپ نے اس سے بنی اسرائیل کو آزاد کرایا پھر وہ بادشاہ بھی مسلمان ہو گیا اور حکومت آپ کے سپرد کی جس کے نتیجہ میں شام کے علاقہ میں پھر ایک دفعہ اسلام خوب پھیلا۔(تیسیر القرآن:124/3)

(3)﴿وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ﴾ ''اور وہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے'' رب العزت نے انبیاء کی مدح فرمائی ہے کہ وہ بہترین اخلاق اور عمل صالح کے حامل چنے ہوئے نیک لوگ تھے۔

(4) یعنی ان انبیائے کرام کو احسن طریقے سے یاد کیجئے اور بہترین طریقے سے ان کی مدح وثنا کیجئے، کیونکہ یہ سب بہترین لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں سے چن لیا، ان کو کامل ترین احوال، بہترین اعمال واخلاق، قابل تعریف اوصاف اور درست خصائل کا حامل بنایا۔ (تفسیر سعدی:2308,2307/3)

سوال 2: ذوالکفل کون تھے؟

جواب: ذوالکفل کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی تھے یا نہیں۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں نبیوں کے ساتھ ذکر یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نبی تھے۔

سوال 3: اخیار کسے کہتے ہیں؟

جواب: اخیار خیر کو کہتے ہیں اور یہ بہتری اور بھلائی کو کہتے ہیں۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام، الیسع اور ذوالکفل کی کیا تعریف کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان سب کو بہترین لوگ قرار دیا ہے۔

﴿هٰذَا ذِكْرٌ ۭ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾

''یہ ایک نصیحت ہے اور یقیناً متقیوں کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے'' (49)

سوال 1: ﴿هٰذَا ذِكْرٌ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''یہ ایک نصیحت ہے اور یقیناً متقیوں کے لیے بہترین ٹھکانہ ہے'' خوش نصیب لوگوں کا بہترین انجام ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا ذِكْرٌ﴾ ''یہ ایک نصیحت ہے'' یعنی انبیاء اور مرسلین خوش نصیب ہستیاں ہیں۔ان کے اوصاف کا تذکرہ نصیحت ہے۔

(2) اس نصیحت کرنے والے قرآن کریم میں تاکہ ان کے احوال سے نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کریں، اقتدا کرنے والے ان کے اوصاف حمیدہ کی پیروی کے مشتاق ہوں اور ان کے اوصاف زکیہ اور ثنائے حسن کی معرفت حاصل ہو، جن سے اللہ تعالیٰ نے ان کو

سرفراز فرمایا۔ یہ بھی ذکر کی ایک قسم ہے، یعنی اہل خیر کا تذکرہ، اہل خیر اور اہل شر کی جزا و سزا کا تذکرہ بھی ذکر ہی کی ایک قسم ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2307,2308)

(3)﴿وَاِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ﴾ ''اور یقینا متقیوں کے لیے'' یعنی تمام مومنین اور مومنات کے لئے جو تقوی کی صفت سے متصف ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے ہیں۔

(4)﴿لَحُسْنَ مَاٰبٍ﴾ ''بہترین ٹھکانہ ہے'' ان کے لوٹ جانے کی جگہ بہترین ہے جہاں وہ موت کے بعد جائیں گے۔ وہاں ان کے لئے ایسی نعمتیں ہیں جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا، نہ کانوں نے سنا، نہ کسی کے حاشیہ خیال میں آئیں۔

سوال 2:﴿هٰذَا ذِكْرٌ﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد تذکرہ ہے۔

سوال 3: پرہیزگاروں کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں کیسا مقام ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے اچھا مقام ہے۔

﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾

''ہمیشہ کے باغات ہیں جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' (50)

سوال 1:﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ ''ہمیشہ کے باغات ہیں جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' سدا بہار جنتیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿جَنّٰتِ عَدْنٍ﴾ ''ہمیشہ کے باغات ہیں'' ہمیشہ سرسبز و شاداب رہنے والے سدا بہار باغات۔

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ﴾ ''اور جن کو نیک بخت قرار دیا جائے گا وہ جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جب تک زمین و آسمان قائم ہیں مگر جو آپ کا رب چاہے ایسا عطیہ جو کبھی قطع کیا جانے والا نہیں۔'' (ہود:108)

(3)﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ''(ان سے کہا جائے گا) جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ یہی اَبدی زندگی کا دن ہے۔'' (ق:34)

(4)﴿مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ﴾ ''جن کے دروازے اُن کے لیے پورے کھلے ہوں گے'' جن کے دروازے خوش نصیب لوگوں کے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ جب وہ جنت میں پہنچیں گے تو ان کے لئے دروازے کھل جائیں گے۔

(5) یعنی اہل جنت بلا روک ٹوک اپنے اپنے گھروں میں آجاسکیں گے اور دروازوں کے کھلے ہونے یا رہنے کی تین صورتیں ممکن ہیں: ایک یہ کہ دروازے ہر وقت کھلے رہیں دوسری یہ کہ دروازے بند ہوں مگر جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو وہ ازخود کھل جائیں۔ اور تیسری یہ کہ جب اہل جنت گزرنا چاہیں تو فرشتے فوراً دروازے کھول دیں۔ (تیسیر القرآن:742/3)

(6) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک دروازے کا نام ریان ہے۔ اس میں سے کوئی داخل نہیں ہوگا سوائے روزہ داروں کے۔ (بخاری:3257)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک جوڑا (کسی چیز کا) خرچ کیا تو اسے جنت کے داروغہ بلائیں گے۔ جنت کے ہر دروازے کا داروغہ (اپنی طرف) بلائیگا کہ اے فلاں! اس دروازے سے آ'' اور جو مجاہد ہوا، اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دینے والوں سے ہوا تو اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا اور جو روزے داروں میں سے ہوا تو اسے باب الریان سے پکارا جائے گا۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، اگر کوئی ان دروازوں میں سے کسی ایک دروازے سے بھی بلایا جائے تو کوئی حرج نہیں (بلکہ بڑی بات ہے، تاہم پھر بھی) کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہوگا کہ جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تو انہی میں سے ہوگا۔ (بخاری:1897)

سوال 2: پرہیزگاروں کے لئے کیسی جنت ہے؟

جواب: پرہیزگاروں کے لئے جنت کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(1) جنت عدن یعنی ہمیشگی کی جنت ہے۔ (2) اس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں ان کے استقبال کے لئے جنت تیار ہے۔

﴿مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾

''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' (51)

سوال 1: ﴿مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾ ''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' جو چاہیں گے حاضر پائیں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا﴾ ''وہ اُن میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے'' وہ ایسی نشست گاہوں میں تختوں پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوں گے جو ان کے لئے سجائی گئی ہوں گی۔

(2) ﴿يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ﴾ ''وہ اُن میں بہت سے پھل اور مشروبات طلب کرتے ہوں گے'' جو وہ طلب کریں گے، جو وہ چاہیں گے حاضر پائیں گے۔ ان کے ارادہ کرتے ہی حاضر کر دیا جائے گا۔

(3) یعنی وہ اپنے خدام کو حکم دیں گے کہ وہ ان کی خدمت میں بکثرت پھل اور مشروبات پیش کریں جن کو ان کے نفس پسند کریں گے اور ان کی آنکھیں لذت حاصل کریں گی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ وہاں ان کو کامل نعمت، کامل راحت وطمانیت اور کامل لذت حاصل ہوگی۔ (تفسیر سعدی:2308/3)

سوال 2: جنت میں متقین کی سرگرمیاں کیا ہوں گی؟

جواب: (1) جنت عیش وعشرت کی جگہ ہے متقی وہاں بافراغت تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ (2) طرح طرح کے پھلوں اور شرابوں کی فرمائش کر رہے ہوں گے۔

﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ﴾

''اور اُن کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی'' (52)

سوال 1: ﴿وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ﴾ ''اور اُن کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی ہم عمر عورتیں ہوں گی'' ان کے پاس ہم عمر بیویاں ہوں گی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَعِنْدَهُمْ﴾ ''اور اُن کے پاس'' اہل جنت کے پاس ایسی پاک دامن عورتیں ہوں گی۔

(2) ﴿قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ﴾ ''نگاہیں نیچی رکھنے والی عورتیں'' جو اپنے شوہروں کے سوا کسی کو نگاہ غلط سے نہیں دیکھیں گی۔

(3) یعنی دونوں میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کے حسن وجمال اور ایک دوسرے کے ساتھ محبت کے باعث نظریں جھکائے ہوئے ہوں گے۔ وہ دونوں میاں بیوی کسی اور طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھیں گے، وہ اپنے ساتھی کو بدلنا چاہیں گے نہ اس کے عوض کچھ اور چاہیں گے۔ (4) یعنی وہ میاں بیوی ہم عمر ہوں گے۔ وہ جوانی کے بہترین دور اور انتہائی لذت انگیز عمر میں ہوں گے۔ (تفسیر سعدی:2308/3)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ سے ڈر جانے والوں کے لیے کامیابی کا ایک مقام ہے۔ باغات اور انگور ہیں۔ اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں ہیں۔ اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔'' (النباء:31-34)

(6) ﴿فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿٥٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٥٧﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٥٨﴾﴾ ''اُن میں نیچی نگاہ والی عورتیں ہوں گی، جنہیں اُن سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا تک نہیں۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گویا کہ وہ عورتیں یاقوت اور مرجان ہیں۔'' (الرحمٰن:56-58)

سوال 2: جنتی لوگوں کی بیویاں کیسی ہوں گی؟

جواب: ان کی دو خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

(1) ان کی نگاہیں اپنے شوہروں کے علاوہ کسی اور پر نہ پڑیں گی۔ (2) ہم عمر ہوں گی اور لازوال حسن کی مالک ہوں گی۔

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾

''یہ ہے وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' (53)

سوال 1: ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''یہ ہے وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' نیک لوگوں سے جنت کا وعدہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ ''یہ ہے'' یعنی یہ نعمتیں اور جنت کی سدا بہار رونقیں۔

(2) ﴿مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ﴾ ''وہ چیز جس کا حساب کے دن کے لیے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے'' یعنی تقوی والوں سے جس حقیقت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ زندگی بعد موت میں حساب کتاب ہونے کے بعد ملے گی۔

سوال 2: حساب کتاب کے لیے کن چیزوں کا وعدہ دیا جاتا ہے؟

جواب: (1) ہیشگی کی جنتوں کا۔ (2) عیش و عشرت کی زندگی کا۔ (3) بہترین بیویوں کا۔

﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾

''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا'' (54)

سوال 1: ﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾ ''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے جسے کبھی ختم نہیں ہونا'' جنت کا رزق کبھی ختم نہیں ہوگا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا﴾ ''بلاشبہ یقینا یہی ہمارا رزق ہے'' یعنی وہ رزق جو ہم نے جنت والوں کو عطا کیا ہے۔

(2) ﴿مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ﴾ ''جسے کبھی ختم نہیں ہونا'' کبھی ختم نہیں ہوگا، نہ فنا ہوگا۔ (ایسر التفاسیر: 1319)

(3) یہ رزق کبھی منقطع نہ ہوگا بلکہ وہ دائمی ہوگا اور ہر آن اس میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ یہ سب کچھ رب کریم کے لیے کوئی بڑا کام نہیں ہے جو رؤف و رحیم، محسن و جواد، واسع و غنی، قابل تعریف، لطف عظیم کا حامل، نہایت مہربان بادشاہ، بااختیار، جلیل القدر، جمیل الشان، احسان کرنے والا، بے پناہ فضل اور متواتر کرم کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے جس کی نعمتوں کو شمار کیا جا سکتا ہے نہ اس کے کسی احسان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2309/3)

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور جن لوگوں نے صبر کیا یقینا انہیں

ہم ضرور زیادہ اچھا بدلہ دیں گے اس کا جو وہ عمل کرتے تھے‘‘ (النحل:96)

سوال 2: جنت کے رزق کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا وضاحت کی ہے؟

جواب: (1) جنت کا رزق اور وہاں کی نعمتیں غیر فانی ہوں گی۔ (2) جنت میں جو اعزاز عطا کیا جائے گا دائمی ہوگا۔

﴿هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾

’’یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے‘‘ (55)

سوال 1: ﴿هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ ’’یہ ہے بدلہ، اور بلاشبہ سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے‘‘ بدنصیبوں کا ٹھکانا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ ’’یہ ہے بدلہ‘‘ یعنی اہل خیر کا، نیک لوگوں کا معاملہ تو ہم نے بتادیا کہ انہیں جنتوں میں کبھی ختم نہ ہونے والا رزق ملے گا۔

(2) ﴿وَإِنَّ﴾ ’’اور بلاشبہ‘‘ یعنی حد سے بڑھے ہوئے سرکش لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جاتے ہیں جو رسولوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے ہیں۔

(3) ﴿لَشَرَّ مَاٰبٍ﴾ ’’سرکشوں کا یقیناً بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے‘‘ بدنصیبوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ کیسے کیسے عذاب اس میں برداشت کریں گے۔ یہ دنیا میں ہٹ دھرم تھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت میں انہیں لذت ملتی تھی۔

سوال 2: سرکشوں کے لئے کیسا ٹھکانہ ہے؟

جواب: سرکشوں کے لئے برا ٹھکانہ ہے۔

﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾

’’جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی برا بچھونا ہے‘‘ (56)

سوال 1: ﴿جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ’’جہنم جس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی برا بچھونا ہے‘‘ جہنم بری قیام گاہ ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب (1) ﴿جَهَنَّمَ﴾ ’’جہنم‘‘ سرکشوں کا ٹھکانا جس میں ہر قسم کا عذاب ہوگا، شدید حرارت، شدید ٹھنڈک۔

(2) ﴿يَصْلَوْنَهَا﴾ ’’جس میں وہ داخل ہوں گے‘‘ سرکش جب اس میں داخل ہوں گے تو عذاب انہیں گھیر لے گا۔ اوپر آگ، نیچے آگ۔

(3) ﴿فَبِئْسَ الْمِهَادُ﴾ ’’سو بہت ہی برا بچھونا ہے‘‘ ظالم لوگ اپنے لیے بدترین ٹھکانے کا انتظام کر رہے ہیں۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِينَ﴾ ’’اُن کے لیے جہنم

کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے اور ہم ظالموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔'' (الاعراف:41)

﴿هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾

''بدلہ، سوا سے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ'' (57)

سوال 1: ﴿هٰذَا ۙ فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ وَّغَسَّاقٌ﴾ ''بدلہ، سوا سے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ'' کھولتا پانی اور کچ لہو جہنمیوں کے مشروبات، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿هٰذَا﴾ ''بدلہ'' یعنی یہ بدترین مقام، عذاب، رسوائی اور ہمیشہ کی سزا۔

(2) ﴿فَلۡيَذُوۡقُوۡهُ حَمِيۡمٌ﴾ ''سوا سے وہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی'' یعنی جہنمی انتہائی کھولتا ہوا پانی پئیں گے جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا۔

(3) ﴿وَّغَسَّاقٌ﴾ ''اور پیپ'' بے حد بدبودار، بدترین پینے کی چیز جو پیپ اور کچ لہو پر مشتمل ہوگی۔

(4) سیدنا مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا مقاتل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: جس چیز کی برودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غساق ہے بعض نے کہا یہ ترکی لفظ ہے۔ ترکی زبان میں غساق انتہائی بدبودار چیز کو کہتے ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: غساق کا معنی ہے صباب یعنی سیال، غسقت وہ چیز بہہ گئی۔ اس جگہ مراد ہے وہ پیپ اور کچ لہو جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں کی شرمگاہوں سے بہے گا۔ (تفسیر مظہری:87/10)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَحۡقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوۡقُوۡنَ فِيۡهَا بَرۡدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيۡمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾﴾ ''یقیناً جہنم ہمیشہ سے ایک گھات کی جگہ ہے۔ سرکشوں کے لیے ٹھکانہ ہے۔ جس میں وہ عرصہ دراز تک پڑے رہنے والے ہیں۔ اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کو چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کو۔ مگر کھولتا ہوا پانی اور بہتی پیپ۔ جو پورا پورا بدلہ ہے'' (النبا:21-26)

سوال 2: جہنمیوں کا کھانا کیسا ہوگا؟

جواب: (1) حمیم: گرم کھولتا ہوا پانی جو آنتوں کو کاٹ ڈالے گا۔ (2) غساق: پیپ جہنمیوں کے جسم سے نکلنے والی پیپ اور کچ لہو۔

﴿وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ﴾

''اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں'' (58)

سوال 1: ﴿وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖۤ اَزۡوَاجٌ﴾ ''اور اس شکل کی دوسری اور کئی قسمیں ہیں'' طرح طرح کے عذابوں سے انہیں رسوا کیا جائے گا، وضاحت سے بیان کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاٰخَرُ مِنۡ شَكۡلِهٖ﴾ ''اور اس شکل کی دوسری'' یعنی آخری عذاب پہلے جیسا ہوگا۔

(2)﴿اَزْوَاجٌ﴾ ''کئی قسمیں ہیں'' یعنی قسم قسم کے عذاب جن سے انہیں رسوا کیا جائے گا اور انہیں طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا جائے گا۔

سوال 2: جہنمیوں کے لئے کیا کچھ مہیا کیا جائے گا؟

جواب: جہنمیوں کے لئے پیپ، کچ لہو، اور کھولتے ہوئے پانی جیسے اور عذاب ہوں گے۔

﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾

''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے، اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' (59)

سوال 1: ﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۗ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے، اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں، یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' جہنمی فوج کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ﴾ ''یہ ایک گروہ تمہارے پاس گھسا چلا آنے والا ہے'' ایک جماعت جب جہنم میں داخل ہو گی تو جہنمی سلام کی بجائے لعنت کریں گے اور کہیں گے وہ ایک فوج ہے جو تمہارے پاس آگ میں گھستی چلی آرہی ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٣٩﴾﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''آگ میں داخل ہو جاؤ جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گزر چکے۔'' جب بھی کوئی جماعت داخل ہو گی وہ اپنی ساتھی جماعت پر لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب وہ سب اُس میں آملیں گی تو اُن کی پچھلی اپنے سے پہلی جماعت کے بارے میں کہے گی: ''اے ہمارے رب! یہی لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا چنانچہ آپ اُنہیں آگ کا دوگنا عذاب دیں،'' اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لئے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' اور ان کی پہلی جماعت اپنی پچھلی کے لئے کہے گی: ''پھر تمہیں بھی ہم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں تھی تو تم عذاب کا مزہ چکھو، اس کے بدلے میں جو تم کماتے تھے۔''
(الاعراف:39,38)

(3)﴿لَا مَرْحَبًا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' نہ خوش آمدید ہے، نہ کشادگی، نہ راحت، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو گئے ہو۔

(4)﴿اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ﴾ ''یقیناوہ آگ میں داخل ہونے والے ہیں'' یعنی یہ آگ کے شعلوں اور حرارت میں جلیں گے۔ یہ دوزخ میں جلیں گے۔

سوال2: یہ بات کون کہے گا کا کہ یہ وہ قوم ہے جو تمہارے ساتھ آگ میں جانے والی ہے؟

جواب: (1) یہ بات جہنم کے دربان فرشتے گمراہوں کے لیڈروں اور کافروں کے راہنماؤں سے کہیں گے۔

(2) یہ بات گمراہوں کے لیڈر پیروکاروں کی طرف اشارہ کریں گے۔

سوال3: ﴿لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) مرحبا خیر مقدمی الفاظ جو مہمان کے استقبال کے لئے کہے جاتے ہیں۔ (2) ﴿لَا مَرْحَبًا﴾ سے مراد کوئی استقبالیہ الفاظ نہیں۔

سوال4: ﴿لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ﴾ ''اُنہیں کوئی خوش آمدید نہیں'' کون کہے گا؟

جواب: یہ گمراہوں کے لیڈر جہنم میں داخل ہونے والے گناہ گاروں اور کافروں کے لئے کہیں گے۔

سوال5: خیر مقدم نہ کرنے کا کیا سبب بتایا ہے؟

جواب: اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جہنم میں داخل ہو رہے ہیں اور جس طرح لیڈر عذاب کے مستحق ہیں پیروکار بھی عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔

﴿قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾

''وہ کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' (60)

سوال1: ﴿قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''وہ کہیں گے بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' جہنمیوں کے جھگڑے کی آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' گھسنے والی فوج کہے گی۔

(2) ﴿بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا﴾ ''بلکہ تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں تم ہی اس کو ہمارے آگے لائے ہو'' تمہارے لئے بھی کوئی خوش آمدید، کوئی خیر مقدم نہیں۔ تم ہی تو اس عذاب کو ہمارے سامنے لائے ہو۔ تم نے ہمیں گمراہ کیا اور ہمارے لیے عذاب کا باعث بنے ہو۔

(3) ﴿فَبِئْسَ الْقَرَارُ﴾ ''پس کیا ہی بُری ہے جائے قرار!'' کتنا ہی برا ٹھکانا ہے ہم سب کے لئے۔

(4) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہے کہ جس نے آگ جلائی تو اس میں ٹڈی اور پتنگے گرنے لگیں اور وہ آدمی ان کو روکے اور میں بھی دوزخ کی آگ سے تمہاری کمروں کو تھامے ہوئے ہوں اور تم میرے ہاتھوں سے نکلتے چلے جا رہے ہو۔ (مسلم: 5958)

سوال2: پیروکار اپنے لیڈروں سے کیا کہیں گے؟

جواب: (1) پیروکار کہیں گے تمہارے لئے کوئی خوش آمدید نہیں۔ (2) تم نے کفر اور گمراہی کو ہمارے سامنے خوبصورت بنا کر پیش کیا تھا۔ (2) وہ یہ کہیں گے کہ بڑی بری رہنے کی جگہ ہے۔

﴿قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾

''وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے'' (61)

سوال1: ﴿قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ''وہ کہیں گے کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے'' یا اللہ انہیں دوگنا عذاب دے، آیت کی روشنی میں جہنمیوں کی دعا کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالُوْا﴾ ''وہ کہیں گے'' وہ گمراہ کرنے والے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے۔

(2) ﴿رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ﴾ ''کہ اے ہمارے رب! جو شخص اس کو ہمارے آگے لایا ہے، پس اُس کو آگ میں دوگنا عذاب زیادہ دے'' وہ کہیں گے اے ہمارے رب! جو ہمارے آگے اس برے انجام کو لایا ہے اس کو دہرا عذاب دے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (٦٧) رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (٦٨)﴾ ''اور کہیں گے: ''اے ہمارے رب! یقیناً ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی اطاعت کی تو انہوں نے ہمیں سیدھے راستے سے گمراہ کر دیا۔ اے ہمارے رب! اُنہیں دوہرا عذاب دے اور اُن پر لعنت کر، بہت بڑی لعنت۔'' (الاحزاب: 68،67)

(4) ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ فرمائیں گے: ''ہر ایک کے لیے دوگنا ہے اور لیکن تم نہیں جانتے۔'' (الاعراف: 38)

(5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں آ کر نیک بات (یعنی کتاب وسنت کی بات) جاری کی اس کے لئے اپنے عمل کا بھی ثواب ہے۔ اور جو لوگ اس کے بعد عمل کریں (اس کی دیکھا دیکھی) ان کا بھی ثواب ہے بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا کچھ ثواب گھٹے اور جس نے اسلام میں آ کر بری چال ڈالی (یعنی جس سے کتاب وسنت نے روکا ہے) اس کے اوپر اس کے عمل کا بھی بار ہے اور ان لوگوں کا بھی بار جو اس کے بعد عمل کریں بغیر اس کے کہ ان لوگوں کا بار کچھ گھٹے۔ (مسلم: 2351)

سوال2: ﴿مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا﴾ سے کیا مراد ہے؟

جواب: جس نے ہمارے لیے یہ راستہ نکالا۔

(1)اس سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے ہمیں کفر کی دعوت دی۔(2)اس سے مراد یہ ہے کہ جنہوں نے ہمیں کفر کی طرف بلا کر ہمارے لیے یہ عذاب آگے بھیجا۔

﴿وَقَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّہُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ﴾

''اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے'' (62)

سوال1:﴿وَقَالُوۡا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّہُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ﴾ ''اور وہ کہیں گے کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے''، جہنمی ان کو جہنم میں تلاش کریں گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَالُوۡا﴾ ''اور وہ کہیں گے'' وہ جہنم کے اندر تلاش کرتے ہوئے کہیں گے۔

(2)﴿مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّہُمۡ مِّنَ الۡاَشۡرَارِ﴾ ''کہ ہمیں کیا ہے؟ ہم اُن آدمیوں کو نہیں دیکھتے جنہیں ہم بدترین لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے''، ہم جنہیں برے لوگ سمجھتے تھے، جن کا ہم مذاق اڑاتے تھے جنہیں ہم جہنم کا مستحق سمجھتے تھے وہ ہمیں دوزخ میں دکھائی نہیں دے رہے۔(3)ان کی مراد اہل ایمان ہوں گے جنہیں وہ جہنم میں تلاش کریں گے۔

سوال2: اشرار سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد فقراء اور مومنین ہیں۔

سوال3: کیا فقیری اور ایمان برائی ہیں؟

جواب: یہ ہر دور کے باطل پرستوں کے نزدیک برائی ہے۔

سوال4: کل کن لوگوں کو اشرار کہا جاتا تھا؟

جواب: کل سیدنا خباب رضی اللہ عنہ، سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ، سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اور مومنین وغیرہ کو اشرار کہا جاتا تھا۔

سوال 5: کیا آج بھی لوگ اہل حق کو اشرار کہتے ہیں؟

جواب: آج بھی اہل باطل حق پرستوں کو بنیاد پرست دہشت گرد وغیرہ جیسے القابات سے نوازتے رہتے ہیں۔

سوال6: اہل جہنم حق پرستوں کو جہنم میں کیوں تلاش کریں گے؟

جواب: اہل جہنم حق پرستوں کو دنیا میں برا سمجھتے ہیں وہاں بھی وہ دیکھنا چاہیں گے کہ اُن کا کیا انجام ہوا۔

﴿اَتَّخَذۡنٰہُمۡ سِخۡرِیًّا اَمۡ زَاغَتۡ عَنۡہُمُ الۡاَبۡصَارُ﴾

’’کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟‘‘(63)

سوال1:﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾’’کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟‘‘ وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ﴾’’کیا ہم نے اُن کا مذاق بنایا تھا یا اُن سے ہماری نگاہیں ہٹ گئی ہیں؟‘‘ وہ کہیں گے ہماری نگاہ ان سے چوک گئی ہے یا وہ ہمارے ساتھ ہی کہیں عذاب میں ہیں؟

(2) دوسری بات یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شاید وہ ہمارے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوں مگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل رہ گئے ہوں۔ایک احتمال یہ ہے کہ ان کا اہل ایمان کے بارے میں یہ موقف، دنیا میں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر عقائد میں ڈھل گیا تھا، انہوں نے اہل ایمان کے بارے میں نہایت کثرت سے جہنمی ہونے کا حکم لگایا، وہ ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا اور ان کے دل اسی رنگ میں رنگے گئے تھے۔اسی حال میں انہوں نے متذکرہ بالا الفاظ کہے۔یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا کلام، خلاف واقعہ اور ملمع سازی کے زمرے میں آتا ہے، جیسا کہ وہ دنیا میں ملمع سازی کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ انہوں نے جہنم میں بھی ملمع سازی کی، اسی لیے اہل اعراف اہل جہنم سے کہیں گے:﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ﴾’’کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائیں تھیں کہ اُنہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت نہ پہنچائے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہو گے‘‘(الاعراف:49)(تفسیر سعدی:2311,2310/3)

(4) رب العزت نے فرمایا:﴿اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۰۹) فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓي اَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ (۱۱۰)﴾’’یقینا میرے بندوں میں سے ایک گروہ کہتا تھا کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے لہٰذا تو ہمیں معاف فرمادے اور ہم پر رحم فرما اور تو سب رحم کرنے والوں سے بہتر ہے۔چنانچہ تم نے ان کا مذاق بنایا یہاں تک کہ اُنہوں نے تمہیں میری یاد ہی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسا کرتے تھے‘‘(المؤمنون:110،109)

سوال2: اہل باطل نے کیا حق پرستوں کا مذاق بنا رکھا تھا؟

جواب: اہل باطل نے دنیا میں حق پرستوں کا مذاق بنا رکھا تھا۔

سوال3: ہماری آنکھیں دیکھتی نہیں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے وہ ہمارے ساتھ نہیں اور ہماری نظریں انہیں دیکھ نہیں پا رہیں۔

﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾

''یقیناً اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا حق ہے''(64)

سوال1:﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾''یقیناً اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا حق ہے''دوزخیوں کے جھگڑے کی خبر سچی ہے،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ﴾''یقیناً یہ حق ہے''رب العزت نے اپنی دی ہوئی خبر کے بارے میں تاکیداً فرمایا،کہ سچی خبر ہے جو دوزخیوں کے بارے میں ہے۔

(2)﴿تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ﴾''اہلِ دوزخ کا آپس میں جھگڑنا''دوزخیوں کا جھگڑنا ایک دوسرے پر لعنت کرنا سچ ہے،اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

سوال2:اہل جہنم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب:اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جہنم والے ایک دوسرے سے تکرار بھی کریں گے اور ایک دوسرے کو طعنے بھی دیں گے۔

رکوع نمبر14

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں۔اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے''(65)

سوال1:﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾''آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں،وہ ایک ہے،بڑے دبدبے والا ہے''نبی ﷺ اللہ واحد وقہار کے رسول ہیں،آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب:(1)﴿قُلْ﴾''آپ کہہ دیں''اے رسول ﷺ!آپ جھٹلانے والوں سے کہہ دیجئے۔

(2)﴿اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ﴾''میں تو صرف ایک خبردار کرنے والا ہوں''میں تو صرف برے انجام سے تنبیہ کرنے والا ہوں،میں تمہیں نیکی کی طرف بلاتا ہوں اور برائی اور شر سے روکتا ہوں۔میں تمہیں بھلائی کی رغبت دلاتا ہوں اب جو ہدایت اختیار کرے تو اس کے اپنے لیے بھلائی ہے اور جو گمراہ ہوا اس کے اپنے لیے تباہی ہے۔جیسا کہ فرمایا:﴿نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾''ہم اس کو زیادہ جاننے والے ہیں جو لوگ باتیں بناتے ہیں اور آپ اُن پر کوئی جبر کرنے والے نہیں ہو آپ اس قرآن سے اُس شخص کو نصیحت کردو جو میرے عذاب کے وعدے سے ڈرتا ہے''(ق:45)

(3)﴿وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے، بڑے دبدبے والا ہے'' میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتا ہوں یہ کہ تم لا الہ الا اللہ پر اعتماد رکھو۔ (الاساس فی التفسیر 4804/8)

(4) اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت حق نہیں۔ وہی عبادت کا مستحق ہے۔

(5) اس قطعی دلیل و برہان کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اثبات ہے کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے، کیونکہ غلبہ وحدت کو مستلزم ہے، لہٰذا کبھی بھی یہ ممکن نہیں کہ دو ہستیاں مساوی طور پر غالب ہوں۔ پس وہ ہستی جو تمام کائنات پر غالب وقاہر ہے، وہ ایک ہی ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں، وہی اس بات کی مستحق ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے، جیسا کہ وہ اکیلی غالب ہے۔ (تفسیر سعدی: 2312,2311/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی صفات الواحد اور الغفار کا شعور کیسے دلایا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں یعنی وہ الواحد ہے اس کے سوا کوئی الوہیت کا حق نہیں رکھتا۔

(2) اللہ تعالیٰ القہار ہے غالب ہو کر رہنے والا ہے یعنی وہی الٰہ ہے معبود ہے۔ وہی معبود کے طور پر غالب ہونے والا ہے۔

﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾

''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے، سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' (66)

سوال 1: ﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے، سب پر غالب، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا رب ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ ''وہ آسمانوں اور زمین کا اور اُن دونوں کے درمیان کا رب ہے'' یعنی وہ سارے جہان کا خالق ہے، مالک ہے، متصرف ہے، رب ہے، رازق ہے، پرورش کرنے والا ہر چیز کی تدبیر اور انتظام کرنے والا ہے۔

(2)﴿الْعَزِيْزُ﴾ ''سب پر غالب'' اللہ تعالیٰ کمال درجے کا غلبہ رکھتا ہے۔ اس نے اپنی قوت اور غلبے سے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے۔

(3)﴿الْغَفَّارُ﴾ ''بے حد بخشنے والا ہے'' اس سے پہلی آیت میں اپنی صفت قہاری کا ذکر فرمایا۔ جبکہ مخاطب کافر تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دبا کر رکھنے والا ہے۔ کافر اس کی گرفت سے کسی وقت بھی بچ نہیں سکتے۔ اور اس آیت میں اپنی صفت غفاری کا ذکر فرمایا یعنی جو بندے ایمان لے آئیں اور اس کے بندے بن کر رہیں ان کے گناہوں کو معاف کر دینے والا ہے۔ (تیسیر القرآن: 744/3)

(4) جو کوئی توبہ کر کے گناہوں سے باز آجاتا ہے وہ اس کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ پس یہی وہ ہستی ہے جو ہر اس ہستی کے سوا عبادت اور محبت کیے جانے کی مستحق ہے، جو پیدا کر سکتی ہے نہ رزق دے سکتی ہے، جو نقصان پہنچا سکتی ہے نہ نفع، جسے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار نہیں، جس کے پاس قوت اقتدار ہے نہ اس کے قبضۂ قدرت میں گناہوں کی بخشش ہے۔ (تفسیر سعدی: 2313/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور القہار کا شعور کیسے دلایا گیا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے العزیز اور القہار ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) رب وہ ہے جو بتدریج نشوونما کرنے والا ہے اس نشوونما کے عمل میں کوئی اس پر غالب نہیں وہ غلبہ رکھتا ہے۔

(3) وہ پروان چڑھاتا ہے تدبیر اور انتظام کرتا ہے کوئی اس کے راستے کی رکاوٹ نہیں۔

(4) وہ آسمان کا رب ہے، زمین کا رب ہے اور ان دونوں کے درمیان ہر چیز کا رب ہے۔ وہ ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے وہ العزیز ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے اپنے رب ہونے سے القہار ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(6) جو رب پرورش کرتا ہے۔ نشوونما کرتا ہے بتدریج بڑھاتا رہتا ہے وہ کمی کو مادی طور پر پورا کرتا ہے ایسے ہی وہ انسانوں کی کمیوں اور کوتاہیوں کو معاف کرنے والا ہے یقیناً وہ الغفار ہے۔

﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ﴾

''آپ کہہ دیں کہ وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' (67)

سوال 1: ﴿قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' وہ ایک بڑی خبر ہے آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں ہے'' اے نبی ﷺ! آپ انہیں بتا دیجیے۔

(2) ﴿هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ﴾ ''وہ ایک بہت بڑی خبر ہے'' یعنی میں نے تمہیں حیات بعد الموت، حشر و نشر اور اعمال کی جزا و سزا کے بارے میں جو خبر دی ہے، وہ بہت بڑی خبر ہے اور اس بات کی پوری پوری مستحق ہے کہ اس کے معاملے کو بہت اہم سمجھا جائے اور اس بارے میں غفلت کو جگہ نہ دی جائے۔ (تفسیر سعدی: 2313/3)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿١﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿٢﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿٣﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿٤﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ﴾ ''کس چیز کے بارے میں وہ ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں؟ بڑی خبر کے بارے میں۔ جس کے بارے میں وہ اختلاف کرنے والے ہیں۔ ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے۔ پھر ہرگز نہیں! جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (النبا: 1-5) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، یقیناً قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے۔ جس دن تم اُسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اس سے غافل ہو جائے گی جسے اس نے دودھ

پلایا اور ہر حاملہ اپنا حمل ڈال دے گی اور آپ لوگوں کو مدہوش دیکھیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔" (الحج:2،1)

(5) یعنی آپ ﷺ فرمادیں کہ یہ ایک بڑی شان اور عظمت والی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری راہنمائی کے لیے رسول بنا کر بھیجا مگر افسوس تم اس سے منہ پھیر رہے ہو۔ (مختصر ابن کثیر:1722/2)

سوال 2: بہت بڑی خبر سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد ایسی خبر ہے جس سے آخرت کے عذاب سے ڈرایا جا رہا ہے۔

(2) اس سے مراد ہے کہ تمہیں توحید کی طرف بلایا جا رہا ہے۔

﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾

"جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" (68)

سوال 1: ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ "جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" تم اس سے منہ موڑ رہے ہو آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ﴾ "جس سے تم منہ پھیرنے والے ہو" یعنی تم غور وفکر نہیں کرتے کہ تمہیں میری نبوت کی صداقت کا علم ہو۔ (تفسیر الوسیط:568/3)

(2) یعنی تم اس کی سماعت میں اس کے معانی کو سمجھنے میں رغبت نہیں رکھتے (ایسر التفاسیر:1321)

(3) تم اس سے اعراض کرتے ہو۔ گویا تمہیں حساب کتاب اور ثواب وعذاب کا سامنا کرنا ہی نہیں اگر تمہیں میری بات میں کوئی شک اور میری خبر میں کوئی شبہ ہے تو میں تمہیں کچھ ایسی خبریں دیتا ہوں جن کا مجھے کچھ علم نہ تھا نہ میں نے ان کو کسی کتاب میں پڑھا۔ میری خبریں کسی کمی بیشی کے بغیر صحیح ثابت ہوئی ہیں یہ میری صداقت اور جو کچھ میں تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں اس کی صحت پر سب سے بڑی اور واضح دلیل ہے۔ (تفسیر سعدی:2313/3)

سوال 2: بڑی خبر سے اعراض کرنے کی طرف کیوں توجہ دلائی گئی ہے؟

جواب: بڑی خبر سے اعراض کرنے کی طرف اس لیے توجہ دلائی گئی ہے کہ لوگ اس سے منہ پھیر رہے ہیں جب کہ یہ ایک بڑی حقیقت ہے جس کی خبر دی جا رہی ہے لہٰذا اس پر توجہ دو اور سنجیدگی سے غور کر و اس سے غافل نہ رہو۔

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' (69)

سوال 1: ﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' جب ملاء اعلیٰ میں جھگڑے ہوئے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''مجھے اُس وقت کا کوئی علم نہیں ہے جب سب سے اونچی مجلس کے بارے میں وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے'' یعنی اگر میرے پاس وحی نہ آتی تو مجھے کہاں سے علم ہوتا کہ ملاء اعلیٰ میں سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں جھگڑے ہوئے تھے۔ ابلیس سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کرتا اور سیدنا آدم علیہ السلام پر اپنی فضیلت کا رب کے سامنے اظہار کرتا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 2/1722)

(2) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً﴾ ''اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا: ''یقینا میں زمین میں ایک جانشین بنانے والا ہوں۔'' (البقرۃ: 30)

سوال 2: فرشتوں کی بحث وتکرار سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ گفتگو ہے جو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہوئی تھی۔

﴿اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾

''میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقینا میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں'' (70)

سوال 1: ﴿اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''میری طرف وحی نہیں کی جاتی اس کے سوا کہ یقینا میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کرنے والا ہوں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ﴾ ''میری طرف وحی کی جاتی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے میری جانب وحی کی ہے۔

(2) ﴿اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ﴾ ''اس کے سوا کہ یقینا میں صرف کھلم کھلا خبردار کرنے والا ہوں'' میں واضح طور پر تنبیہ کرنے والا ہوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیغام دینے والا نہیں ہے۔

سوال 2: نبی کی طرف اس کے مقام اور مرتبے کے بارے میں کیا وحی کی جاتی ہے؟

جواب: نبی کی طرف یہ وحی کی جاتی ہے کہ وہ نذیر مبین ہے لہٰذا وہ ''انذار'' یعنی لوگوں کو برے انجام سے ڈرانے کا کام کریں۔

سوال 3: نذیر مبین ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب: نذیر مبین ہونے سے مراد ہے کہ صاف خبردار کرنے والا ہوں۔

سوال4: نذیر مبین کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟

جواب: (1) نذیر مبین کی ذمہ داری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عائد کردہ فرائض سے آگاہ کردے جن کو ادا کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکتا ہے۔

(2) نذیر مبین کی ذمہ داری ہے کہ وہ حرام چیزوں اور نافرمانیوں کے بارے میں آگاہ کردے جن کی وجہ سے لوگ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں اور جن سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾

''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' (71)

سوال1: ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا: ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' فرشتوں سے آدم علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ﴾ ''جب آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا'' یاد کرو جب تمہارے رب نے فرشتوں کو خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

(2) ﴿اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ﴾ ''یقیناً میں مٹی سے انسان پیدا کرنے والا ہوں'' یعنی میں ایک لیس دار چکنی مٹی سے انسان بنانے والا ہوں۔

(3) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو تمام زمین سے جمع شدہ مٹھی بھر خاک سے پیدا فرمایا۔ اسی لیے آدم علیہ السلام کی اولاد بھی مٹی کی طرح مختلف ہے، (رنگت کے اعتبار سے) کوئی ان میں سے سرخ، کوئی سفید، کوئی سیاہ اور کوئی درمیانی رنگت والا، (طبیعت کے اعتبار سے) کوئی نرم خو، کوئی سخت مزاج اور کوئی درمیانی طبیعت والا اور (عمل کے اعتبار سے) کوئی انتہائی خبیث، کوئی بہت اچھا اور کوئی درمیانے عمل والا۔ (مسند احمد: 19663)

سوال2: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کیا کہا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ ارشاد فرمایا میں مٹی سے بشر پیدا کرنے والا ہوں۔

سوال3: انسان کو بشر کیوں کہا گیا؟

جواب: بشر زمین سے وابستگی کی وجہ سے کہا۔ انسان سب کچھ اس زمین پر کرتا ہے اس کی اصل مٹی ہے۔

﴿فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ﴾

''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ'' (72)

سوال1: ﴿فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ﴾ ''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ'' آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ﴾ ''چنانچہ جب میں اُسے پورا بنادوں'' یعنی جب میں آدم کو پوری طرح تیار کرلوں۔ اس کا جسم مکمل طور پر درست ہو جائے۔

(2) ﴿وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ﴾ ''اور اُس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں'' یعنی جب میں سیدنا آدم علیہ السلام کے جسم میں روح پھونک دوں یعنی جان ڈال دوں۔

(3) ﴿فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ﴾ ''تو تم اُس کے لئے سجدے میں گر جاؤ'' تم سب اس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ اس سجدے سے نئی مخلوق کی عزت مطلوب تھی۔

سوال2: جب میں اسے درست کرلوں اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ اسے انسانی وجود میں ڈھال کر اس کے تمام حصے درست کرلوں۔

سوال3: اپنی روح پھونکنے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اپنی روح پھونکنے سے مراد ہے کہ جس روح کا میں مالک ہوں اس کے پھونکتے ہی انسان میں زندگی، حرکت اور توانائی پیدا ہو جائے گی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے انسان میں اپنی روح پھونک کر اس کے ساتھ کیا احسان فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ اس میں جو روح پھونکی ہے اسے اپنی روح قرار فرمایا ہے۔

سوال5: فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہ کیسا سجدہ تھا؟

جواب: یہ سجدہ عبادت نہیں تھا یہ سجدہ تعظیمی تھا۔

سوال6: کیا اسلام میں سجدہ تعظیمی کی اجازت ہے؟

جواب: پہلے تھی اب نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ سجدہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' (مشکوۃ)

﴿فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ﴾

''پس سب کے سب فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا'' (73)

سوال1:﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾''پس سب کے سب فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا''فرشتوں نے سجدہ کیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾''فرشتوں نے اُسے سجدہ کیا''جب فرشتوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی روح اور بدن کی تخلیق کو مکمل دیکھا اوران پر سیدنا آدم علیہ السلام کی فضیلت ظاہر ہوگئی تو رب العزت نے حکم دیا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو انہوں نے سجدہ کیا۔

(2)﴿كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ﴾''سب کے سب''جو کوئی آسمان میں تھے یا زمین میں سب نے سجدہ کیا۔(ایسر التفاسیر:1322)

سوال2:فرشتوں نے سجدے کے حکم کو کیسے پورا کیا؟

جواب:سب فرشتوں نے سجدہ کیا کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہا۔

﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

''سوائے ابلیس کے،اُس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''(74)

سوال1:﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''سوائے ابلیس کے،اُس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''ابلیس نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا،آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾''سوائے ابلیس کے''ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔اس نے انکار کردیا۔

(2)﴿اِسْتَكْبَرَ﴾''اُس نے تکبر کیا''اس نے غرور،حسد اور تکبر سے سجدہ کرنے میں اپنی توہین سمجھی اور سیدنا آدم علیہ السلام کے سامنے اپنی بڑائی کا اظہار کیا۔

(3)﴿وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾''اور وہ کافروں میں سے ہوگیا''یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں تکبر کیا اور سجدے کے حکم کو ٹھکرا کر کافروں میں سے ہوگیا۔

سوال2:ابلیس نے سجدہ کیوں نہ کیا؟

جواب:ابلیس کے سجدہ نہ کرنے کے جواب میں:(1)اس نے تکبر کیا تھا(2)وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

سوال3:ابلیس اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار اور اطاعت گزار تھا وہ کیسے کافر ہوگیا؟

جواب:ابلیس اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرکے،اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرکے کافر ہوگیا۔

﴿قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''اے ابلیس!کس نے تجھے روکا کہ تو اُسے سجدہ نہ کر جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟کیا تو بڑا بن گیا

تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟'' (75)

سوال 1: ﴿قَالَ يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّۖ أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ﴾'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے ابلیس! کس نے تجھے روکا کہ تُو اُسے سجدہ نہ کرجس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟ کیا تو بڑا بن گیا تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟'' ابلیس پر عتاب کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ اللہ تعالیٰ نے ابلیس پر عتاب کرتے ہوئے فرمایا۔

(2) ﴿يَٰٓإِبۡلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِيَدَيَّ﴾ ''اے ابلیس! کس نے تجھے روکا کہ تُو اُسے سجدہ نہ کر جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے بنایا؟'' یعنی جسے میں نے عزت اور فوقیت دی اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے منع کیا؟

(3) ﴿أَسۡتَكۡبَرۡتَ أَمۡ كُنتَ مِنَ ٱلۡعَالِينَ﴾ ''کیا تو بڑا بن گیا تھا یا تو بلند مرتبہ لوگوں میں سے ہے؟'' رب العزت نے سوال کیا کہ تجھے تکبر کی بیماری ہے یا تم بڑے درجے والوں میں سے ہو؟

(4) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں: اللہ تعالیٰ نے بڑی صراحت سے فرمایا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے پتلے کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ اس سے کائنات کی تمام اشیاء پر سیدنا آدم علیہ السلام اور بنی آدم کا شرف اور فضیلت ثابت ہوئی۔ دوسرے اس سے ڈارون کے نظریہ ارتقا کا رد ہوا۔ تیسرے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ، آنکھیں اور پاؤں وغیرہ ہونے سے یکسر منکر ہیں۔ ان کی بنائے استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر جگہ موجود ہے تو اس کے ہاتھ پاؤں کیسے ہوں سکتے ہیں لامحالہ ایسی آیات اور ایسے الفاظ کی تاویل کرنا ضروری ہے۔ جس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات علم اور قدرت وغیرہ کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہے لیکن اس کی ذات عرش پر ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھ پاؤں وغیرہ صراحت سے ذکر کرتا ہے تو دوسرا کون اس سے بڑھ کر اس کی تنزیہہ کرسکتا ہے۔ خواہ اس نے اپنے ہاتھ، پاؤں وغیرہ کا ذکر ہمارے سمجھانے کے لئے کیا ہوتا ہم کیا تو ہے۔ رہی یہ بات کہ اس کے ہاتھ آنکھیں اور پاؤں کیسے ہیں۔ تو یہ بات ہم سمجھنے کے نہ مکلف ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں ہماری عافیت بس اس میں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ فرمائے اسے جوں کا توں تسلیم کرلیں (تیسیر القرآن 745/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کے اسباب کیسے دریافت کئے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھا (1) تم تکبر میں مبتلا ہو گئے تھے۔ (2) یا تم بڑے درجے والوں میں سے تھے۔

﴿قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ﴾

''اُس نے کہا: ''میں اُس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' (76)

سوال 1: ﴿قَالَ أَنَا۠ خَيۡرٞ مِّنۡهُ خَلَقۡتَنِي مِن نَّارٖ وَخَلَقۡتَهُۥ مِن طِينٖ﴾ ''اُس نے کہا: ''میں اُس سے بہتر ہوں، تُو نے مجھے

آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' میں اس سے بہتر ہوں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَنَا خَيۡرٌ مِّنۡهُ﴾ ''میں اُس سے بہتر ہوں'' ابلیس نے رب العزت کے حکم کا انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔

(2)﴿خَلَقۡتَنِىۡ مِنۡ نَّارٍ وَّخَلَقۡتَهٗ مِنۡ طِيۡنٍ﴾ ''تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسے مٹی سے پیدا کیا'' یہ فاسد قیاس ہے، کیونکہ آگ کا عنصر شر، فساد، تکبر، طیش اور خفت کا مادہ ہے اور مٹی کا عنصر وقار، تواضع اور مختلف انواع کے شجر و نباتات کا مادہ ہے، مٹی آگ پر غالب ہے اسے بجھا دیتی ہے۔ آگ کسی ایسے مادے کی محتاج ہے جو اس کو قائم رکھے اور مٹی بنفسہ قائم ہے۔ یہ تھا کفار کے شیخ کا قیاس جس کی بنیاد پر اس نے اللہ تعالیٰ کے بالمشافہ حکم کی خلاف ورزی کی۔ اس قیاس کا بطلان اور فساد بالکل واضح ہے۔ جب ان کے استاد کے قیاس کا یہ حال ہے تو شاگردوں کا کیا حال ہوگا جو اپنے باطل قیاسات کے ذریعے سے حق کی مخالفت کرتے ہیں، ان کے قیاسات، اس قیاس کی نسبت زیادہ باطل ہیں۔ (تفسیر سعدی:2314/3)

سوال 2: ابلیس کو کس چیز کا تکبر تھا؟

جواب: ابلیس نے یہ سمجھا کہ میں آگ سے بنا ہوں اور سیدنا آدم علیہ السلام مٹی سے آگ مٹی سے افضل ہے اس لئے میں سیدنا آدم علیہ السلام سے افضل ہوں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کے افضل ہونے کو کیسے ثابت کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا یعنی مٹی کو آگ کے مقابلے میں شرف حاصل ہے۔

﴿قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر نکل جا یہاں سے! کہ یقیناً تو مردود ہے'' (77)

سوال 1: ﴿قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پھر نکل جا یہاں سے! کہ یقیناً تو مردود ہے'' ابلیس کو مردود قرار دے دیا گیا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2)﴿فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا﴾ ''پھر نکل جا یہاں سے!'' جنت سے یعنی عزت کے مقام سے نکل جاؤ۔

(3)﴿فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ﴾ ''یقیناً تو مردود ہے'' یعنی تجھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل و خوار بنا دیا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے تکبر پر اسے کیا حکم دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہاں سے نکل جاؤ تم مردود ہو۔

﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾

''اور یقیناً تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے'' (78)

سوال 1: ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''اور یقیناً تجھ پر جزا کے دن تک میری لعنت ہے'' جزا کے دن تک لعنت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ﴾ ''اور یقیناً تجھ پر میری لعنت ہے'' رب العزت نے ابلیس سے کہا: تجھ پر میری لعنت ہے۔ میں نے تجھے اپنی رحمت سے دور کر کے ذلیل وخوار کر دیا۔

(2) ﴿اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ ''جزا کے دن تک'' یعنی قیامت کے دن تک بلکہ دائمی ہے۔ کبھی یہ لعنت ختم نہیں ہوگی۔

﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾

اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' (79)

سوال 1: ﴿قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ اُس نے کہا: ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' مجھے مہلت دے دیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قَالَ﴾ ''اُس نے کہا'' ابلیس نے کہا۔

(2) ﴿رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴾ ''اے میرے رب! پھر مجھے اُس دن تک مہلت دے جب لوگ اُٹھائے جائیں گے'' اے میرے رب! مجھے مہلت دے دے تاکہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں جس کے لیے تو نے گمراہ ہونا مقدر کیا ہو۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو حکم عدولی پر کیا سزا دی؟

جواب: اللہ تعالیٰ ے فرمایا کہ آپ پر قیامت کے دن تک لعنت اور پھٹکار ہے۔

سوال 3: ابلیس نے رب سے کیا مطالبہ کیا؟

جواب: ابلیس نے رب سے مطالبہ کیا کہ اے میرے رب مجھے لوگوں کے جی اُٹھنے تک مہلت دے

﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس یقیناً تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے'' (80)

سوال 1:﴿قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”پس یقینا تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے“، تمہیں مہلت دے دی گئی، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا“ رب العزت نے اپنی حکمت کے مطابق ابلیس کو مہلت دیتے ہوئے فرمایا۔

(2)﴿فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ﴾ ”پس یقینا تو مہلت دیے گئے لوگوں میں سے ہے“ تجھے مہلت دے دی گئی۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کے مطالبے کا کیا کیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مہلت دے دی۔

﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾

ایک مقررہ وقت کے دن تک“ (81)

سوال 1:﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ ایک مقررہ وقت کے دن تک“ مقررہ مدت تک مہلت ہے، آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1)﴿اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ﴾ ”ایک مقررہ وقت کے دن تک“ یعنی اس دن تک تمہیں مہلت دی جاتی ہے جس کا وقت مقرر ہے۔

(2) جب سیدنا آدم علیہ السلام کی ذریت پوری ہو جائے گی تو امتحان بھی ختم ہو جائے گا۔

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾

”اُس نے کہا: ”تو تیری عزت کی قسم! میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا“ (82)

سوال 1:﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ”اُس نے کہا: ”تو تیری عزت کی قسم! میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا“ میں ان لوگوں کو ضرور گمراہ کروں گا، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قَالَ﴾ ”اُس نے کہا“ ابلیس نے سیدنا آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم کے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

(2)﴿فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ”تو تیری عزت کی قسم! میں اُن سب کو ضرور گمراہ کروں گا“ یعنی میں آپ کی عزت کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں کہ ساری نسل اور سیدنا آدم علیہ السلام کو گمراہ کروں گا۔

سوال 2: ابلیس نے مہلت ملنے پر کیا وعدہ کیا؟

جواب: ابلیس نے مہلت ملنے پر اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہا میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔

﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾

''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کردیے گئے'' (83)

سوال 1: ﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ ''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کردیے گئے'' تیرے مخلص بندوں پر میرا زور نہیں چلے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ﴾ ''سوائے تیرے اُن بندوں کے جو خالص کردیے گئے'' ابلیس جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں کو بچالے گا اس لیے اس نے مخلص بندوں کو مستثنٰی کردیا۔

سوال 2: ابلیس نے کن لوگوں کو شیطانی اغواء سے مستثنٰی قرار دیا؟

جواب: ابلیس نے مخلص لوگوں کے بارے میں بتایا کہ ان کو میں گمراہ نہیں کرسکوں گا۔

سوال 3: مخلص لوگوں سے کیا مراد ہے؟

جواب: مخلص لوگوں سے مراد ایسے لوگ ہیں جو چنے ہوئے اور پسندیدہ ہوتے ہیں۔

﴿قَالَ فَالۡحَقُّ وَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ﴾

''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' (84)

سوال 1: ﴿قَالَ فَالۡحَقُّ ز وَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ﴾ ''تو حق یہ ہے اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' اللہ تعالیٰ ہی حق ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿قَالَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' رب العزت نے فرمایا۔

(2) فَالۡحَقُّ یعنی میں ہی حق ہوں۔

(3) ﴿وَالۡحَقَّ اَقُوۡلُ﴾ ''اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں'' یعنی میری ذات حق، میری بات حق، حق میرا وصف اور میرا قول ہے۔ میں حق بات کرتا ہوں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیسی اغواء کے پروگرام کا کیا جواب دیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ حق ہے اور میں سچ ہی کہتا ہوں یعنی میری بات غلط نہیں ہوسکتی۔

﴿لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنۡكَ وَمِمَّنۡ تَبِعَكَ مِنۡهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ﴾

''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' (85)

سوال 1: ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' میں سب کو جہنم میں بھر دوں گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ﴾ ''کہ میں تجھ سے اور اُن تمام لوگوں سے ضرور جہنم کو بھر دوں گا'' رب العزت نے فرمایا میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔

(2) ﴿وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''جنہوں نے اُن میں سے تیری پیروی کی ہے'' تیری پیروی کرنے والے جنوں اور انسانوں کو جہنم سے بھر دوں گا جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دیتے لیکن میری طرف سے بات سچ ثابت ہوگئی کہ میں ضرور جنوں اور انسانوں سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔'' (السجدہ:13)

(3) ﴿قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا! پھر ان میں سے جو بھی تیری پیروی کرے گا تم سب کا پورا پورا بدلہ یقیناً جہنم ہی ہے۔'' (بنی اسرائیل:63)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے ابلیسی اغواء کے پروگرام پر کیا اعلان فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں جہنم کو تجھ سے اور تیرے ماننے والوں سے بھر دوں گا۔

﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں'' (86)

سوال 1: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں'' میں تم سے اجر نہیں مانگتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے فرمایا: اے نبی ﷺ! آپ کہہ دیں۔

(2) ﴿مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ﴾ ''میں اس کام پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا'' میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا تم سے کوئی بدلہ، کوئی اجر نہیں مانگتا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اس کام سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا مگر یہ کہ جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کر لے۔'' (الفرقان:57)

(3) ﴿قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں نے

تم سے جو اجر مانگا ہے وہ تمہارے لیے ہی ہے، میرا اجر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (سبا:47)

(4) ﴿وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ﴾ ''اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں'' یعنی میں ایسی چیز کا دعویٰ نہیں کرتا جس کا مجھے اختیار نہ ہو۔ نہ میں ایسی بات کی ٹوہ میں رہتا ہوں جس کا مجھے علم نہیں۔ میں تو صرف اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی گئی ہے۔ (تفسیر سعدی:2316/3)

(5) سیدنا مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کہا اے لوگو! جس شخص کو کسی چیز کا علم ہو تو وہ اسے بیان کرے اگر علم نہ ہو تو کہے کہ اللہ ہی کو زیادہ علم ہے کیونکہ یہ بھی علم ہی ہے کہ جو چیز نہ جانتا ہو اس کے متعلق کہہ دے کہ اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کہہ دیا تھا کہ ''آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن یا تبلیغ وحی کی کوئی اجرت نہیں چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والا ہوں۔'' (بخاری:4809)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ انہوں نے فرمایا، ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (بخاری:7293)

سوال 2: میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا'' اس کی وضاحت کریں؟

جواب: اس سے مراد ہے کہ میں حق کی دعوت دے کر دنیا کمانا نہیں چاہتا۔

سوال 3: میں تکلیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اس کی وضاحت کریں؟

جواب: میں تکلیف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ میں کسی کمی بیشی کے بغیر حق بات تم تک پہنچا رہا ہوں۔

(1) اس سے مراد یہ ہے کہ میں باتیں گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کر رہا۔

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کر رہا جس کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے۔

﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

''یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے'' (87)

سوال 1: ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''یہ تو ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے'' قرآن تمام جہان والوں کے لیے نصیحت ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ هُوَ﴾ ''یہ تو'' یعنی یہ وحی اور قرآن۔ (2) ﴿اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ ''ایک نصیحت ہے تمام جہان والوں کے لیے'' یعنی جہان والے اپنے دینی اور دنیاوی مصالح میں اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور قرآن سارے جہان والوں کے لیے باعث عزت ہے۔

(3) ﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ

﴿اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ ''آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور انہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں ان سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔'' (انعام:19)

(4)﴿اَفَمَنْ كَانَ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک واضح دلیل پر ہو اور ایک گواہ اس کی طرف سے اس کی تائید کررہا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی جو رہنما اور رحمت تھی، یہی لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں اور گروہوں میں سے جو اس کا انکار کرے تو اس کے وعدے کی جگہ آگ ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں کسی شک میں نہ رہیں، آپ کے رب کی طرف سے یقیناً یہ حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' (ہود:17)

سوال 2: قرآن مجید کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کیا حقیقت واضح کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن دنیا بھر کے انسانوں کے لئے نصیحت ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کس کے لئے نصیحت بنتا ہے؟

جواب: قرآن اس کے لئے نصیحت بنتا ہے جو اس کی نصیحت حاصل کرنا چاہے۔

﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾

''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے'' (88)

سوال 1: ﴿وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''اور یقیناً تم کچھ وقت کے بعد اُس کی خبر کو ضرور جان لو گے'' بہت جلد قرآن کی صداقت اور شہرت کو جان جاؤ گے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَتَعْلَمُنَّ﴾ ''ضرور جان لو گے'' رب العزت نے فرمایا کہ مشرک جلد ہی قرآن کے بارے میں اس کی صداقت اور شہرت کو جان جائیں گے۔ (2)﴿نَبَاَهٗ﴾ ''اُس کی خبر'' یعنی قرآن کی خبریں۔

(3)﴿بَعْدَ حِيْنٍ﴾ ''کچھ وقت کے بعد'' موت کے بعد یا قیامت کے دن۔

(4) بدر کے دن اور فتح مکہ کے دن سب نے جان لیا تھا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حقیقت کھلنے کے بارے میں فرمایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ کچھ عرصہ تک آپ کے سامنے قرآن مجید کے وعدوں اور وعید کی حقیقت کھل جائے گی۔

ایاتھا ۷۵	۳۹ سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۹	رکوعاتھا ۸

سوال 1: یہ سورت کہاں نازل ہوئی؟ اس میں کتنے رکوع اور کتنی آیات ہیں؟

جواب: یہ سورت مکی ہے۔ اس میں 8 رکوع اور 75 آیات ہیں۔

سوال 2: مصحف میں ترتیب اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا کیا نمبر ہے؟

جواب: مصحف میں ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 39 اور نزولی ترتیب کے اعتبار سے اس سورت کا نمبر 59 ہے۔

سوال 3: اس سورت کی کیا فضیلت ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سورت الزمر اور سورت بنی اسرائیل جب تک پڑھ نہ لیتے سوتے نہ تھے۔ (ترمذی: 3405)

رکوع نمبر 15

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾

''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (1)

سوال 1: ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' قرآن اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے، آیت کی روشنی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے'' یعنی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۱۹۵)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقیناً جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔ اسے روح الامین لے کر اترا ہے۔ آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔ واضح عربی زبان میں۔'' (الشعراء: 192-195)

(2)﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے اس ذکر (قرآن) کے ساتھ کفر کیا جب کہ وہ اُن کے پاس آ گیا حالانکہ یقیناً وہ ایک باعزت کتاب ہے۔ باطل اس کے پاس نہ اُس کے آگے سے آسکتا ہے اور نہ اُس کے پیچھے سے، کمال حکمت والے، تمام خوبیوں والے کی جناب سے نازل کردہ ہے۔'' (فصلت:42,41)

(3)﴿تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ ''یہ جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔'' (الحاقۃ:43)

(4)﴿الٓرٰ ۫ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ خَبِیْرٍ﴾ ''الر۔ ایک کتاب ہے جس کی آیات پختہ کی گئی ہیں پھر کمال حکمت والے، پوری خبر رکھنے والے کی طرف سے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔'' (ہود:1)

(5)﴿تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ ''وسیع رحمت والے، بے حد رحم والے کی جناب سے اُتاری ہوئی ہے۔'' (فصلت:2)

(6)﴿الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ﴾ ''جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کی عظمت اور اس ہستی کے جلال کے بارے میں آگاہ کرتا ہے جس نے اس قرآن کے ذریعے سے کلام کیا اور جس کی طرف سے یہ قرآن نازل ہوا۔ نیز اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ یہ قرآن، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ جو غالب اور حکمت والا ہے۔ مخلوق کے لیے الوہیت اس کا وصف ہے، کیونکہ وہ عظمت وکمال اور عزت وغلبہ کا مالک ہے جس کی بنا پر وہ تمام مخلوق پر غالب اور ہر چیز اس کی مطیع اور اس کے سامنے سرافگندہ ہے۔ اس کی تخلیق وامر حکمت پر مبنی ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ نے جس ہستی پر اسے نازل فرمایا ہے اس کے ذریعے سے اس کے کمال کو بیان فرمایا اور وہ ہستی محمد مصطفی ﷺ کی ذات بابرکات ہے جو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے۔ (ii) یہ کتاب اپنی دعوت سمیت، تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہے اور یہ سراسر حق ہے۔ پس قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا جو اپنی سچی خبروں اور عدل وانصاف پر مبنی احکام پر مشتمل ہے تاکہ مخلوق کو گمراہی کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لائے اور یہ کتاب اپنی اخبار صادقہ اور اپنے احکام عادلہ کے بارے میں حق پر مشتمل ہے۔ (تفسیر سعدی:2317/3)

(7) نازل کرنے والا چونکہ زبردست ہے اس لیے اس کتاب کے احکام پھیل کر اور نافذ ہو کر رہیں گے۔ کوئی مقابل ومزاحم اس کے شیوع ونفاذ کو روک نہیں سکتا۔ اور حکیم ہے اس لیے دنیا کی کوئی کتاب اس کی خوبیوں اور حکمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (تفسیر عثمانی:485/2)

(8) رب العزت نے فرمایا﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے جو سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ یقیناً آسمانوں اور زمین میں اہلِ ایمان کے لیے واقعی بہت سی نشانیاں ہیں۔'' (الجاثیۃ:3,2)

(9)﴿تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ

وَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ﴿۳﴾ ''اس کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے جو سب پر غالب کمال حکمت والا ہے۔ ہم نے آسمان وزمین اور جو اُن کے درمیان ہے سب کو حق کے ساتھ ایک وقت مقررہ کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ اُس سے منہ موڑنے والے ہیں جس سے اُنہیں ڈرایا گیا ہے۔'' (الاحقاف:3,2)

(10) ﴿حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۳﴾﴾ ''حم۔ اس کتاب کا نزول اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو سب پر غالب، ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا، بہت سخت سزا دینے والا، بڑے فضل والا ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (المومن:1-3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول سے اپنی صفات العزیز اور الحکیم کا شعور دلایا۔

(2) اللہ تعالیٰ العزیز ہے وہ غلبہ رکھتا ہے اُس نے انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کا پروگرام دیا ہے۔

(3) وہ انسانوں کی زندگیوں، ان کی نفسیات، ان کی ضروریات ان کے میلانات، ان کے حالات، ان کے واقعات، ان کے ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھتا ہے۔ وہ اپنے علم کی بنیاد پر انسانی زندگی کے لیے حکمت بھرے فیصلے کرتا ہے یقیناً وہ العزیز اور الحکیم ہے۔

﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ﴾

''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں
کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' (2)

سوال 1: ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ فَاعۡبُدِ اللّٰہَ مُخۡلِصًا لَّہُ الدِّیۡنَ﴾ ''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' قرآن کو حق کے ساتھ نازل کیا گیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ﴾ ''یقیناً اس کتاب کو ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کیا ہے'' قرآن کو حق کے ساتھ یعنی ''عدل'' کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ جو حق اور عدل کا حکم دیتا ہے۔ (جامع البیان:194/23)

(2) قرآن مجید میں توحید، رسالت، آخرت اللہ کے عائد کردہ فرائض، احکامات اور کائنات کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا ہے وہ سب حق ہے۔

(3) قرآن مجید کو حق کے ساتھ نازل کرنے تقاضا یہ ہے کہ انسان اس کے عائد کردہ فرائض اور احکامات کی پابندی کریں کیونکہ یہ انسان کی

کامیابی کے لیے ضروری ہے۔(4) قرآن حق اور عدل کا حکم دیتا اس لیے ان کی اتباع اور اس پر عمل واجب ہے۔ (تفسیر المراغی: 240/8)

(5) یہ کتاب تمام مطالب علمیہ میں سے جس چیز پر دلالت کرتی ہے، وہ سب سے بڑا حق ہے اور حق کے بعد گمراہی کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔ چونکہ یہ قرآن حق کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، مخلوق کی ہدایت کے لیے حق پر مشتمل ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ شرف کی حامل ہستی پر نازل کیا گیا ہے، اس لیے یہ نعمت بہت عظیم اور جلیل القدر ہے، اس کا شکر ادا کرنا فرض ہے اور اس کا شکر یہ ہے کہ دین کو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا جائے۔ (تفسیر سعدی: 2317/3)

(6) ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ﴾ ''چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں'' ہم نے آپ ﷺ کے اوپر سچی کتاب اتاری جو توحید کی دعوت دیتی اس لیے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں جو تنہا ہے اور جس کا کوئی شریک وساجھی نہیں اور دنیا کے لوگوں کو بھی اس کی عبادت اور توحید کی دعوت دیں اور انہیں سمجھا دیں کہ انسان کو حق تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت لائق نہیں کیونکہ کسی غیر میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ اس کی عبادت کی جاسکے، اللہ کا کوئی شریک وسہیم نہیں، نہ کوئی اس کے برابر کا ہے اور نہ مقابل کا۔ (مختصر ابن کثیر: 1726/2)

(7) ﴿مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ ''کہ اُسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہو'' اس حق اور عدل کا تقاضا ہے کہ دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی عبادت کریں۔ کیونکہ بت کسی کو نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (جامع البیان: 194/23)

(8) اخلاص یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کا ارادہ کیا جائے اور کسی دوسری چیز کا ارادہ نہ کیا جائے۔ (فتح القدیر: 562/4)

(9) اپنے تمام دین یعنی ظاہری اور باطنی اعمالِ شریعت، (اسلام ایمان اور احسان) کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیجیے۔ ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیے اور اس کے سوا آپ کا کوئی اور مقصد نہ ہو۔ (تفسیر سعدی: 2317/3)

(10) اخلاص یہ ہے کہ جس کام سے بھی اس کے تقرب کا ارادہ کیا جائے اسے ایک معبود کے لیے کیا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں۔ چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔'' (الزمر: 15،14) (اضواء البیان: 352/6)

(11) یہ آیت نیت کے واجب ہونے کی دلیل ہے اور نیت کو ہر آلائش سے پاک کرنا واجب ہے اخلاص دل کے اعمال میں سے ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر کسی کے لیے وہی کچھ ہے جس کے لیے اُس نے نیت کی۔ (بخاری: 1) (فتح القدیر: 562/4)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں بعض اوقات کوئی صدقہ وخیرات

کرتا ہوں یا کسی پر احسان کرتا ہوں جس میں میری نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی بھی ہوتی ہے اور یہ بھی کہ لوگ میری تعریف وثناء کریں گے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی چیز کو قبول نہیں فرماتے، جس میں کسی غیر کو شریک کیا گیا ہو۔ پھر آپ نے آیت مذکورہ بطور استدلال کے تلاوت فرمائی۔ ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (تفسیر قرطبی)

(13) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا فیصلہ فرماتا ہے تو ساری قوم کے لوگوں پر عذاب نازل فرماتا ہے پھر (قیامت کے روز) لوگ اپنے اپنے (نیک یا برے) اعمال کے مطابق (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے (اور ان کو الگ الگ جزا وسزا ملے گی)۔ (مسلم:7234)

﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾

''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کردیں، اچھی طرح قریب کرنا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو'' (3)

سوال1: ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے'' اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اخلاص پیدا کریں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ ''سن لو! دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے'' یعنی خالص عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس لیے اپنی عبادت میں اخلاص پیدا کریں۔

(2) اخلاص عبادت کی روح اور اعمال کے قبول ہونے کی بنیاد ہے۔ اخلاص دین کی حقیقت ہے۔ رسولوں کی دعوت کا Key Point ہے۔ اخلاص دنیا اور آخرت کے شر سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(3) اخلاص یہ ہے کہ انسان اپنے عمل پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نگران نہ سمجھے۔ اور نہ اس کے سوا کسی اور کے لئے جائز سمجھے۔ (مدارج السالکین:92/2)

(4) حذیفہ المرعشی کہتے ہیں اخلاص یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں بندے کے اعمال برابر ہوجائیں سلف صالحین سے اخلاص کے جو معانی ملتے ہیں ان سے یہ باتیں سامنے آتی ہیں۔ (i) عمل اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اس میں غیر اللہ کے لیے کچھ نہ ہو۔ (ii) مخلوق کے دیکھنے سے عمل پر اثر نہ پڑے، عمل کو اس سے صاف کرلیا جائے۔ (iii) عمل کو ہر شے سے صاف کرلیا جائے۔ (مدارج السالکین:92,91/2)

(5) ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾

''اور انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس حال میں کہ وہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والے، یکسو ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' (البینۃ:5)

(6) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ سردی کے موسم میں باہر نکلے، اس وقت پت جھڑ لگا ہوا تھا، نبی ﷺ نے ایک درخت کی دو ٹہنیاں پکڑیں تو اس سے پتے جھڑنے لگے، نبی ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! میں نے ''کہا لبیک یا رسول اللہ ﷺ، فرمایا بندہ مسلم جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔ (مسند احمد:21889)

(7) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصول ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے اگلے تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ (بخاری:1901)

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز سب سے پہلا شخص جس کے خلاف فیصلہ آئے گا، وہ ہوگا جسے شہید کردیا گیا۔ اسے پیش کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی (عطا کردہ) نعمت کی پہچان کرائے گا تو وہ اسے پہچان لے گا۔ وہ پوچھے گا تو نے اس نعمت کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیری راہ میں لڑائی کی حتیٰ کہ مجھے شہید کردیا گیا۔ (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا تو نے جھوٹ بولا۔ تم اس لیے لڑے تھے کہ کہا جائے: یہ (شخص) جری ہے۔ اور یہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا تو اس آدمی کو منہ کے بل گھسیٹا جائے گا یہاں تک کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا اور وہ آدمی جس نے علم پڑھا، پڑھایا اور قرآن کی قرأت کی، اسے پیش کیا جائے گا۔ (اللہ تعالیٰ) اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان کرلے گا، وہ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے ساتھ کیا کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم پڑھا اور پڑھایا اور تیری خاطر قرآن کی قرأت کی، (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تو نے جھوٹ بولا، تو نے اس لیے علم پڑھا کہ کہا جائے (یہ) عالم ہے اور تو نے قرآن اس لیے پڑھا کہ کہا جائے: یہ قاری ہے، وہ کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا حتیٰ کہ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اور وہ آدمی جس کو اللہ نے وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا کیا، اسے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی نعمتوں کی پہچان کرائے گا، وہ پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے ان میں کیا کیا؟ کہے گا: میں نے کوئی راہ نہیں چھوڑی جس میں تمہیں پسند ہے کہ مال خرچ کیا جائے مگر ہر ایسی راہ میں خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم نے جھوٹ بولا ہے۔ تم نے (یہ سب) اس لیے کیا تاکہ کہا جائے، وہ سخی ہے، ایسا ہی کہا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم دیا جائے گا، تو اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:4923)

(9) یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ نے عمل کی نیت کے لیے اہمیت کے پیش نظر فرمایا: نیت کو سیکھو یقیناً وہ عمل تک پہنچانے والی ہے۔ (حلیۃ الاولیاء:25/3)

(10) نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک تو جو کچھ خرچ کرے اور اس سے تیری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنی ہو تو تجھ کو اس کا ثواب ملے گا۔ یہاں تک کہ اس پر بھی جو تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالے۔ (بخاری:56)

(11) آیت کریمہ کا یہ ٹکڑا یہی وہ دین ہے جو قلب کی اصلاح کرکے اس کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی کسی بھی قسم کی عبادت میں شرک کرنا کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ شرک سے بری الذمہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا شرک سے کوئی تعلق نہیں اور وہ شریکوں سے، سب سے زیادہ بے نیاز ہے۔ شرک قلب و روح اور دنیا و آخرت کو فاسد کرتا ہے اور نفوس کو بدبختی کی انتہا تک پہنچا دیتا ہے، اس لیے جہاں اللہ تعالیٰ نے توحید اور اخلاص کا حکم دیا ہے، وہاں شرک سے بھی روکا ہے اور ان لوگوں کی مذمت کی خبر دی ہے، جنہوں نے شرک کا ارتکاب کیا۔ (تفسیر سعدی:2318,2317/3)

(12)﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (١٤٥) اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَ اعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (١٤٦)﴾ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔ مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجرِ عظیم عطا کرے گا۔'' (النساء:146,145)

سوال 2: عبادت میں اخلاص کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) عبادت صرف اللہ کا حق ہے اس حق میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے کوئی بڑے سے بڑا رسول بھی اس کا حق نہیں رکھتا۔ رسول کے علاوہ اشخاص کی پھر کیا ہستی ہے۔

(2) اطاعت صرف اللہ کا حق ہے۔ اس ایک اللہ کے ماسوا دوسروں کی اطاعت نہ کی جائے۔ رسول کی اطاعت تو اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ جب تک اطاعت کو اللہ کے لیے خالص نہیں کیا جاتا دین اس کے لیے خالص نہیں ہو سکتا۔

سوال 3: ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا'' خود ساختہ معبود اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں گے، کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے سرپرست بنا رکھے ہیں'' بت پرستوں کے عقیدے کا بیان ہے کہ وہ خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرتے ہیں، ان کو اپنا مددگار بناتے ہیں اور وہ اس کے لیے اپنا عذر پیش کرتے ہیں۔

(2) ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ''ہم تو اُن کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لئے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیں، اچھی طرح قریب کرنا'' یعنی یہ ان کا باطل خیال ہے کہ وہ ہماری دنیاوی حاجتیں اور مرادیں پوری کروا دیں گے۔ ہماری بلائیں اور

مصیبتیں ٹلوا دیں گے، ہماری سفارش کریں گے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہے کہ نہ وہ کچھ پیدا کر سکتے ہیں، نہ رزق دے سکتے ہیں، نہ ہی انہیں کوئی اختیار حاصل ہے۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا اُن کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اُس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (یونس:18)

(4) یعنی ان مشرکین نے اخلاص کو چھوڑ دیا جس کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ سب سے بڑی چیز، یعنی شرک کا ارتکاب کیا اور اس ہستی کو دنیاوی بادشاہوں پر قیاس کیا جس کی نظیر کوئی چیز نہیں، جو عظیم بادشاہ ہے۔ وہ اپنی فاسد عقل اور سقیم رائے کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ جس طرح بادشاہوں کی خدمت میں ان کے مقربین، سفارشیوں اور وزیروں کے بغیر حاضر نہیں ہوا جا سکتا جو رعایا کی ضروریات اور حاجتیں ان بادشاہوں تک پہنچاتے ہیں، رعایا کے لیے بادشاہوں سے رحم طلب کرتے ہیں ان بادشاہوں کے پاس رعایا کے معاملات پیش کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان بادشاہوں کے مانند ہے۔

یہ فاسد ترین قیاس ہے، کیونکہ عقل و نقل اور فطرت کے مطابق خالق اور مخلوق کے درمیان عظیم فرق ہونے کے باوجود یہ قیاس خالق اور مخلوق میں مساوات کو متضمن ہے۔ بادشاہ براہ راست رعایا کے احوال نہیں جانتے، اس لیے انہیں اپنے اور رعایا کے درمیان واسطے کی ضرورت ہوتی ہے، رعایا کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو بادشاہوں تک ان کے حالات پہنچائیں۔ بسا اوقات ان بادشاہوں کے دلوں میں ضرورت مند کے لیے کوئی رحم نہیں ہوتا تب رعایا سفارش کرنے والوں اور وزراء وغیرہ کی ضرورت محسوس کرتے ہی اور ان سے ڈرتے ہیں۔ یہ لوگ بادشاہوں کے ہاں ان کے لیے مراعات کے حصول اور ان کی دل جوئی کے لیے واسطہ بننے والے سفارشیوں کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ بسا اوقات رعایا خود محتاج اور مفلس ہوتی ہے اس لیے وہ محتاجی کے ڈر سے ان کی خاطر و مدارات نہیں کر سکتی۔

جہاں تک رب تعالیٰ کا معاملہ ہے تو وہ ایسی ہستی ہے جس کے علم نے تمام امور کے ظاہر اور باطن کا احاطہ کر رکھا ہے، وہ کسی ایسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے اس کے بندوں اور اس کی رعایا کے احوال سے آگاہ کرے وہ سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر سخی ہے، وہ مخلوق میں سے کسی ہستی کا محتاج نہیں جو اسے بندوں پر رحم کرنے پر آمادہ کرے، بلکہ رب تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرتا ہے جتنا وہ خود اپنے آپ پر یا ان کے والدین ان پر رحم کرتے ہیں۔ وہ انہیں ترغیب دیتا ہے کہ وہ ایسے اسباب اختیار کریں جن کی بنا پر وہ اس کی رحمت کو حاصل کر لیں وہ ان کی بھلائی چاہتا ہے جو وہ خود بھی اپنے لیے نہیں چاہتے۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے جو کامل غنائے مطلق کا مالک ہے۔ وہ ایسی ہستی ہے کہ اگر اول سے لے کر آخر تک تمام مخلوق ایک میدان میں اکٹھی ہو جائے اور وہ اس سے اپنی اپنی ضرورت اور تمنا کے مطابق سوال کریں تو وہ سب کو عطا کرے گی۔ وہ اس کی غنا میں سے ذرہ بھر کمی کر سکتے ہیں نہ اس کے خزانوں میں، مگر اتنی سی کہ جو سمندر میں سوئی ڈبونے سے اس کے پانی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ پھر تمام سفارشی اس سے ڈرتے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر سفارش نہیں کر سکتا۔ تمام تر سفارش کا صرف وہی مالک ہے۔ اس فرق سے مشرکین کی جہالت، حماقت اور اللہ کے حضور کی جسارت ظاہر ہوتی ہے اور اس سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ شرک کے مرتکب کے لیے عدم مغفرت میں کیا حکمت ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کی ذات میں جرح وقدح کو متضمن ہے۔ (تفسیر سعدی: 2317-2319)

سوال 4: ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا، بہت ناشکرا ہو'' قیامت کے دن اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اُن کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کر رہے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مختلف ادیان کے لوگوں کے درمیان فیصلہ کر دے گا اور انہیں وہ جزا دے گا جس کے وہ مستحق ہوں گے۔ (فتح القدیر: 563/4)

(2) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اختلافات کا فیصلہ کر دے گا۔ ہر ایک کو اس کے عمل کی پوری جزا مل جائے گی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ (۴۰) قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (۴۱)﴾ ''اور جس دن وہ تمام انسانوں کو جمع کرے گا پھر وہ فرشتوں سے کہے گا: ''کیا یہ لوگ تمہاری ہی عبادت کرتے تھے؟'' وہ کہیں گے: ''پاک ہے تیری ذات، اُن کی بجائے آپ ہی ہمارے دوست ہیں بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے، ان کے اکثر اُن ہی پر ایمان لانے والے تھے۔'' (سبا: 41,40)

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے فیصلے کا اپنی کتاب میں علم دیا ہے کہ اخلاص والے جنت میں جائیں گے اور مشرکوں پر جنت حرام ہے، ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا'' اللہ تعالیٰ حق کی طرف، دین اسلام کی طرف، اپنی وحدانیت کے اقرار اور اس کے لیے توفیق کی طرف ہدایت نہیں دیتا۔

(5) ﴿مَنْ هُوَ كٰذِبٌ﴾ ''جو جھوٹا'' جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا ہے اور باطل کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کی طرف ان صفات کی اضافت کرتا ہے جو اس کی صفات نہیں اور یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔

(6)﴿كَفَّارٌ﴾ ''بہت ناشکرا ہو'' یعنی جو اس کی نعمتوں کا اور اس کی ربوبیت کا انکار کرتا ہے۔(جامع البیان:196/23)

(7) یعنی جس کا وصف کذب اور کفر ہے، اس کے پاس اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور نصیحتیں آتی ہیں، مگر اس کے برے اوصاف دور نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ اسے بڑے بڑے معجزات دکھاتا ہے مگر یہ ان کا انکار کر دیتا ہے ان کے ساتھ کفر کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ پس ان حالات میں ایسے شخص کے لیے ہدایت کیسے ہو سکتی ہے جس نے اپنے لیے ہدایت کا دروازہ بند کر دیا ہو اور انجام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر لگا دی، لہٰذا وہ ایمان نہیں لائے گا۔(تفسیر سعدی:2319/3)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دین میں کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔'' (بخاری:2697)

(9) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''حمد وثنا کے بعد (یاد رکھو) بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور بدترین کام دین میں نئی بات ایجاد کرنا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔'' (مسلم:2005)

(10) اللہ تعالیٰ نے جس دین کو پسند کیا وہ اسلام ہے پھر وہ کسی اور دین پر قائم رہنے والے کو کیسے ہدایت دے سکتا ہے جب کہ اس نے فرمایا: ﴿وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ ''اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا ہے۔'' (المائدۃ:3)

سوال 5: جھوٹا کون ہے؟

جواب: جو یہ سمجھتا ہے کہ جھوٹے معبودوں کے ذریعے اللہ تک رسائی ہو جائے گی یا وہ ان کی سفارش کریں گے۔

سوال 6: ناشکری کیا ہے؟

جواب: بے اختیار لوگوں کو معبود سمجھنا بہت بڑی ناشکری ہے۔

سوال 7: اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور ناشکروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتے۔

﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾

''اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنالے تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا۔ وہ پاک ہے، وہی اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے'' (4)

سوال 1: ﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحَانَهُ ۖ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ ''اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنالے تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا۔ وہ پاک ہے، وہی اللہ تعالیٰ

جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اولاد والا نہیں ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿لَوۡ اَرَادَ اللّٰهُ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا﴾ ’’اگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا کہ وہ کسی کو بیٹا بنا لے‘‘ یعنی جیسا احمق لوگ خیال کرتے ہیں۔ مشرکوں نے کہا فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، یہود نے کہا عزیر اللہ کے بیٹے ہیں، نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔

(2)﴿لَّاصۡطَفٰى مِمَّا يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ ’’تو وہ ان میں سے جنہیں وہ پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ضرور منتخب کرتا‘‘ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن کر اپنے لیے خاص کر لیتا اسے اپنا بیٹا بنا لیتا۔

(3) رب العزت نے فرمایا﴿قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ﴾ ’’آپ کہہ دیں! اگر رحمان کا کوئی بیٹا ہوتا تو سب سے پہلے میں عبادت کرنے والا ہوتا۔‘‘ (الزخرف:81)

(4)﴿سُبۡحٰنَهٗ﴾ ’’وہ پاک ہے‘‘ اللہ تعالیٰ اولاد سے اور ان تمام باتوں سے پاک ہے جن کا ملحد، کافر اور مشرک گمان کرتے ہیں۔

(5)﴿هُوَ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ﴾ ’’وہی اللہ تعالیٰ جو اکیلا ہے، بہت غلبے والا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ ایک ہے، وہ بے نیاز ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنی قدرت سے اپنی مخلوق پر غالب ہے ہر چیز اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات، اپنے افعال میں ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی شبیہہ ہے نہ مثل۔

(7)﴿بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰى يَكُوۡنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَكُنۡ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَىۡءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ (۱۰۱) ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَىۡءٍ فَاعۡبُدُوۡهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ وَّكِيۡلٌ (۱۰۲)﴾ ’’آسمانوں اور زمین کا وہی موجد ہے، اس کی کوئی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اس کی کوئی بیوی نہیں! اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہی ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔ یہ اللہ ہے جو تمہارا رب ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے، چنانچہ تم اسی ایک کی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔‘‘ (الانعام:102,101)

(8)﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبۡحٰنَهٗ ؕ بَلۡ لَّهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوۡنَ (۱۱۶) بَدِيۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى اَمۡرًا فَاِنَّمَا يَقُوۡلُ لَهٗ كُنۡ فَيَكُوۡنُ﴾ ’’اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد بنا رکھی ہے، وہ پاک ہے بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، سب کے سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے اور وہ جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کو وہ کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔‘‘ (البقرہ:117,116)

(9)﴿لَوۡ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نَّتَّخِذَ لَهۡوًا لَّاتَّخَذۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّاۤ ۖ اِنۡ كُنَّا فٰعِلِيۡنَ﴾ ’’اگر ہم ارادہ کرتے کہ کوئی کھیل بنائیں تو ہم اسے اپنے ہی پاس سے بنا لیتے اگر ہم کرنے ہی والے ہوتے۔‘‘ (الانبیاء:17)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات ’’الواحد‘‘ اور ’’القہار‘‘ کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے اولاد نہ ہونے سے اپنی صفت الواحد کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اولاد نہ ہونے سے اپنی صفت القہار کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قوت والا ہے کیونکہ اولاد کمزور اور ناتواں کی ضرورت ہے۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾

''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے، سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے'' (5)

سوال 1: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے، ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے، سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے'' خالق کائنات اللہ ہی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ﴾ ''اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا'' اللہ تعالیٰ ہی خالق کائنات ہے اس نے کائنات کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ مالک اور بادشاہ ہے۔ اپنے بندوں پر اپنے ضابطے نافذ کرتا ہے اور ان کو ثواب وعذاب دے گا۔ (2) جس نے حق کے ساتھ کائنات بنائی ہے اس نے حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے۔

(3) ﴿يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ﴾ ''وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے'' یعنی وہ رات کو دن سے اور دن کو رات سے بدل دیتا ہے۔ رات اور دن کو اپنے اپنے مقام پر رکھتا ہے کبھی دونوں ایک نہیں ہوتے۔ ایک آئے تو دوسرا چلا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا﴾ وہ رات کو دن پر اوڑھاتا ہے وہ تیزی سے اس کے پیچھے چلا آتا ہے۔'' (الاعراف:54)

(4) اس میں واضح اشارہ ہے کہ زمین گول ہے کیونکہ لپیٹنے کے لیے کسی چیز کا گول ہونا ضروری ہے (الاساس فی التفسیر:4856/9)

(5) ﴿وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾ ''اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو اس طرح مسخر کیا کہ دونوں ایک خاص رفتار سے انتہائی منظم طور پر مسخر ہیں۔

(6) ﴿كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ''ہر ایک اپنی مدّتِ مقررہ تک چلتا ہے'' یعنی سورج اور چاند ایک مقررہ مدت تک چل رہے ہیں جس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ جب ان کی مقررہ مدت پوری ہو جائے گی تو قیامت آ جائے گی۔ تب اللہ تعالیٰ سورج، چاند اور ساری مخلوقات کو تباہ

کردے گا تا کہ وہ اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں یعنی جنت اور جہنم میں۔

(7)﴿اَلَا هُوَ الۡعَزِيۡزُ الۡغَفَّارُ﴾ ''سن لو! وہ سب پر غالب، نہایت بخشنے والا ہے'' یعنی وہ العزیز یعنی غالب اور قادر ہے اور اپنی عزت وعظمت اور کبریائی کے ساتھ وہ ان نافرمانوں کو جو اس کی طرف رجوع کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں بخشنے والا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 4856/9)

(8)﴿وَاِنِّىۡ لَغَفَّارٌ لِّمَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهۡتَدٰى﴾ ''اور بلاشبہ جس شخص نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے، پھر سیدھی راہ پر چلا، تو یقیناً میں بہت بخشنے والا ہوں۔'' (طٰہٰ:82) یعنی میں اس شخص کو بھی بخش دیتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں کو دیکھنے اور شرک کرنے کے بعد ایمان لے آئے۔ (تفسیر سعدی: 2321/3)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات العزیز اور الغفار کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی تخلیق سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے وہ یقیناً تخلیق کے ہر کام پر غالب ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے رات اور دن پر اپنے مکمل غلبے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند کو انسان کے کام میں لگا دینے سے اپنے غلبے یعنی العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے مقررہ مدت تک چلنے سے اپنے العزیز ہونے کا شعور دلایا ہے یقیناً وہ جیسے چاہے، جب تک چاہے بڑے سے بڑی مخلوق کو چلا سکتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے گناہوں کے باوجود زمین وآسمان، سورج اور چاند کے انسان کی خدمت میں لگا دینے سے یہ شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی خطاؤں سے درگزر کر سکتا ہے، گناہوں کو بخش سکتا ہے کیونکہ اگر وہ گناہوں پر پکڑنا چاہتا تو کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔ اور جہان کا یہ نظام یوں نہ چلتا۔

﴿خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ ؕ يَخۡلُقُكُمۡ فِىۡ بُطُوۡنِ اُمَّهٰتِكُمۡ خَلۡقًا مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِىۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمۡ لَهُ الۡمُلۡكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ﴾

''اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے، وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، بادشاہی اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟'' (6)

سوال 1: ﴿خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَاَنۡزَلَ لَكُمۡ مِّنَ الۡاَنۡعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزۡوَاجٍ﴾ ''اُس

نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے' اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ "اُس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا" دنیا میں انسانوں کی کثیر تعداد ہے جو مختلف علاقوں میں رہتے ہیں مختلف زبانیں بولتے ہیں، جن کی صورتیں مختلف، جن کے رنگ مختلف ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے سب کو ایک جان یعنی سیدنا آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ "اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اس کی بیوی پیدا کی اور اس نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتہ داری (کو بگاڑنے) سے بھی ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے پورا نگہبان ہے۔" (النساء:1)

(2)﴿ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ "پھر اُس جان سے اس کا ایک جوڑا بنایا" یعنی یہ اس ذات واحد کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہارے لیے جوڑے بنائے تاکہ تم اس کے پاس سکون حاصل کرو جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾ "اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس ہی سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی، بلاشبہ اس میں یقیناً ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔" (الروم:21)

(3) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت سے بنی آدم کی روحوں کو نکالا، اور پھر جنتی اور دوزخ کی روحوں کو الگ الگ کیا، اس حدیث کے موافق صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے اور سیدہ حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش سے پہلے تمام بنی آدم کی روحیں آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کی جا چکی تھیں اس لئے پہلے ﴿خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾ فرما کر پھر سیدہ حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش کا ذکر فرمایا۔ (جامع ترمذی تفسیر سورۃ الاعراف:155/2، احسن التفاسیر:54/6)

(4)﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ "اور اُس نے تمہارے لیے مویشیوں میں سے آٹھ قسمیں (نر اور مادہ) اُتارے" اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری یہ چار نوع ہیں ان کے نر و مادہ ملا کر کل آٹھ جوڑے ہوئے۔ یہی چار نوع یا آٹھ جوڑے تھے جو اہل عرب پالتے تھے۔ اور انہیں میں ان کی شرکیہ رسوم جاری تھیں۔ اسی لئے ان کا ہی ذکر کیا گیا جبکہ ہمارے ہاں اونٹ بہت کم ہوتا ہے اور دودھ وغیرہ کی اغراض کے لئے گائے کی بجائے بھینسیں زیادہ پالی جاتی ہیں۔ ہمارے ہاں بھی ان جانوروں کا دودھ مزاروں پر چڑھایا جاتا ہے۔ (تیسیر القرآن:37/4)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۱۴۴) قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِىْ مَاۤ اُوْحِىَ اِلَىَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۱۴۵)﴾ ”دو اُونٹ سے اور دو گائے سے، آپ پوچھیں: ”کیا اللہ تعالیٰ نے دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں ماداؤں کو؟ یا وہ (بچہ) جس پر دونوں ماداؤں کے رحم لپٹے ہوئے ہیں؟ کیا تم اس وقت موجود تھے جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کی وصیت کی تھی؟“ چنانچہ اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تاکہ لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کردے؟ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ آپ کہہ دیں مجھ پر جو وحی کی گئی ہے میں اس میں کوئی چیز نہیں پاتا جس کا کھانا کسی کھانے والے پر حرام کیا گیا ہو کہ وہ اُس کو کھانے کے سوائے اس کے کہ وہ مردار ہو یا بہایا ہوا خون ہو یا سوٗر کا گوشت کہ یقیناً وہ ناپاک ہے یا وہ نافرمانی کا باعث ہو جس پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو، پھر جو شخص مجبور کردیا جائے کہ وہ نافرمانی کرنے والا نہ ہو اور حد سے گزرنے والا نہ ہو تو بلاشبہ آپ کا رب بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔“ (الانعام:145,144)

سوال 2: ﴿يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِىْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ”وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے، بادشاہی اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، پھر تم کِدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟“ تمہارا معبودِ حقیقی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿يَخْلُقُكُمْ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ﴾ ”وہی تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں، تین تاریکیوں میں، ایک شکل کے بعد دوسری شکل میں پیدا کرتا ہے“ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا معبودِ حقیقی تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں ایک کے بعد دوسرے مرحلے سے گزار کر پیدا کرتا ہے۔ نطفے سے علقہ یعنی جما ہوا خون پھر مضغہ یعنی گوشت کی بوٹی پھر عظاما یعنی ہڈیاں پھر ہڈیوں کو گوشت چڑھایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِىْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (۱۴)﴾ ”پھر ہم نے اُسے ایک محفوظ ٹھکانے میں نُطفہ بنادیا۔ پھر ہم نے نطفے کو جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو بوٹی بنادیا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اُسے ایک دوسری صورت میں بنا کھڑا کیا، سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔“ (المومنون:14,13) پھر اس کو دوسری مخلوق ہی بنا کر اٹھا کھڑا کرتا ہے۔ ﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ﴾ ”سو بڑا ہی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ، بہترین پیدا کرنے والا ہے۔“

(2)﴿فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ﴾ ''تین تاریکیوں میں''یعنی پہلا پیٹ کا اندھیرا، دوسرا رحم کا اندھیرا، تیسرا جھلی کا اندھیرا جس میں بچہ لپٹا رہتا ہے۔ جہاں کسی مخلوق کا ہاتھ نہیں چھوسکتا۔ جہاں کسی کی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

(3)﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ﴾ ''یہی اللہ تعالیٰ تمہارا رب ہے''یعنی وہ تمہارا خالق تمہارا معبود حقیقی ہے۔

(4)﴿لَهُ الْمُلْكُ﴾ ''بادشاہی اُسی کی ہے''جس نے تمہیں بنایا، تمہارے والدین کو، پوری کائنات کو وہی مالک ہے، وہی بادشاہ ہے، کائنات میں اسی کی بادشاہت ہے وہی کائنات میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔

(5)﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اُس کے سوا کوئی معبود نہیں''یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اس کے سوا کسی کی عبادت درست نہیں۔ (ایسر التفاسیر:326)

(6)﴿فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾ ''پھر تم کدھر سے پھرائے جا رہے ہو؟''یعنی تم ہدایت سے گمراہی اور حق سے باطل کی طرف کیسے پھرائے جاتے ہو؟

(7)اللہ تعالیٰ نے اس کے توسط سے انسان کو توجہ دلائی ہے کہ پیچھے جھانک کر دیکھو وہ کون ہے جس کی یہ کوششیں ہیں۔

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾

''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے''(7)

سوال1:﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ ۫ وَلَا یَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا یَرْضَهُ لَكُمْ﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے''اللہ تعالیٰ کفر اور ناشکری کو ناپسند کرتا ہے اور شکر سے راضی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ﴾ ''اگر تم ناشکری کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے بے نیاز ہے''اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے تمہاری اطاعت اور شکر گزاری اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی اور تمہارا کفر اور ناشکری اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

(2)اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال، تمہارے ایمان سے بے نیاز ہے تم اس کے محتاج ہو کیونکہ کفر تمہیں نقصان پہنچاتا ہے اور ایمان تمہیں نفع دیتا ہے (الاساس فی التفسیر:4858/9) جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَالَ مُوْسٰۤى اِنْ تَكْفُرُوْۤا اَنْتُمْ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ۙ فَاِنَّ

اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيۡدٌ﴾ ”اور موسیٰ نے کہا کہ اگر تم بھی کفر کرو گے اور زمین کی تمام مخلوق بھی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا بے پرواہ، بے حد تعریف والا ہے۔“ (ابراہیم:8)

(3) سیدنا ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ سے روایت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات سب اس شخص کی طرح ہو جائیں جس کے دل میں تم میں سے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے تو یہ بات میری بادشاہی میں کوئی اضافہ نہیں کرسکتی۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور آخر، تمہارے انسان اور جنات اس شخص کی طرح ہو جائیں جو تم میں سے سب سے زیادہ فاجر و فاسق ہے تو یہ چیز میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں کرسکتی۔“ سعید بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (مسلم:6572)

(4) ﴿وَلَا يَرۡضٰى لِعِبَادِهِ الۡكُفۡرَ﴾ ”اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری کو پسند نہیں کرتا“ یعنی وہ اپنے مومن بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ جو اس کے لیے اپنی عبادت اور اطاعت کو کفر سے خالص کرتے ہیں (جامع البیان:201/23)

(5) اور وہ اپنے بندوں کے لیے ناشکری پسند نہیں کرتا، کیونکہ ان پر اس کا کامل احسان ہے۔ اسے معلوم ہے کہ کفران کو ایسی بدبختی میں مبتلا کردے گا کہ اس کے بعد انہیں کبھی خوش بختی نصیب نہ ہوگی، نیز اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے اور یہی وہ غرض وغایت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، اس لیے اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بندے اس مخلوق کو پکاریں جس کو اس مقصد کے لیے تخلیق نہیں کیا گیا۔ (تفسیر سعدی:2322/3)

(6) ﴿وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا يَرۡضَهُ لَكُمۡ﴾ ”اور اگر تم شکر کرو تو وہ اُس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے“ یعنی اگر تم ایمان، توحید، عبادت، عمل صالح اور اس کے لیے دین میں اخلاص کے ذریعے شکر کرو تو وہ تمہارے لیے شکر کو پسند کرتا ہے کیونکہ وہ تمہاری کامیابی کا ذریعہ ہے اور تم ایسا کام کرو گے جس کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا۔ وہ تمہیں جنت تک پہنچانے والا ہے۔ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ شکر کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے اور اپنے فضل سے تمہاری نعمتوں میں اضافہ فرماتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:4858/9)

سوال 2: اللہ کی رضا حاصل کرنے کا کونسا راستہ ہے؟

جواب: اللہ کی رضا حاصل کرنے کا راستہ تو شکر ہی کا راستہ ہے۔

سوال 3: ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمۡ مَّرۡجِعُكُمۡ فَيُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ ”اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔ پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے، یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے“ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ

دیا جائے گا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی﴾ ''اور کوئی بوجھ اُٹھانے والی (جان) کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گی۔'' یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر عدل اور اس کے مظاہر میں سے ہے۔ (ایسر التفاسیر:1327)

(2) کسی کے گناہوں کا بوجھ دوسروں پر نہیں ڈالا جائے گا۔ گناہ تو گناہ گار پر ہی لادے ہوئے ہوں گے۔ (مختصر ابن کثیر:1728/2)

(3)﴿ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ﴾ ''پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے'' یعنی موت کے بعد اپنے رب کے پاس ہی لوٹنا ہے۔

(4)﴿فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ﴾ ''تو وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے'' یعنی وہ تمہیں تمہارے کھلے چھپے، چھوٹے بڑے اعمال کی خبر دے گا۔ اس نے اپنے علم سے سب کے اعمال کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ معزز کاتبین نے انہیں درج کر رکھا ہے۔ تمہارے اعضاء بھی گواہی دیں گے۔ وہ رب تمہیں تمہارے اعمال کی جزا دے گا۔

(5)﴿اِنَّهٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ﴾ ''یقیناً وہ سینوں والی باتوں کو خوب جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ سینوں کے اندر چھپی ہوئی نیکیوں اور بدیوں کو جانتا ہے۔ وہ ہر ایک کے خیالات اور رجحانات سے بھی واقف ہے۔ وہ تمہارے ساتھ عدل کرے گا۔ اس کا نظام جزا وسزا کامل عدل پر مبنی ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے رب کی چھاؤں تلے آنے کے لیے انسانی شعور میں کیا بات پختہ کی ہے؟

جواب: (1) ہر انسان اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے۔ (2) کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے۔

(3) اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے یعنی بے فکر ہو کر رہا نہیں جا سکتا وہ بتلا دے گا کہ تم کیا کرتے تھے؟

﴿وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ نَسِیَ مَا کَانَ یَدۡعُوۡۤا اِلَیۡهِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّیُضِلَّ عَنۡ سَبِیۡلِهٖ ؕ قُلۡ تَمَتَّعۡ بِکُفۡرِکَ قَلِیۡلًا ۖ اِنَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ﴾

''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے، پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کردے آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو'' (8)

سوال 1:﴿وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِیۡبًا اِلَیۡهِ﴾ ''اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اپنے رب کو پکارتا

ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے" مصیبت میں رب یاد آتا ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ﴾ "اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے" اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندے پر اپنے فضل وکرم اور اپنے احسان اور بندے کی ناشکری کا ذکر کرتا ہے۔ بندے کو جب مرض اور فقر وفاقہ وغیرہ کی کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ سمندر وغیرہ میں گھر جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2323/3)

(2) ﴿دَعَا رَبَّهٗ مُنِيۡبًا اِلَيۡهِ﴾ "تو وہ اپنے رب کو پکارتا ہے جو اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوتا ہے" اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی نہیں بچا سکتا۔ تو نہایت عاجزی اور انابت کے ساتھ اسے پکارتا ہے اور اس مصیبت کو دور کرنے میں گڑگڑا کر اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2323/3)

(3) قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو جاتا ہے۔ (الدر المنثور:604/5)

(4) یعنی عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اس کا فرمانبردار بن جاتا ہے، اس سے فریادیں کرتا ہے کہ وہ مصیبت اور سختی دور فرما دے۔ (تفسیر قرطبی:174/8)

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنۡۢبِهٖۤ اَوۡ قَاعِدًا اَوۡ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفۡنَا عَنۡهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنۡ لَّمۡ يَدۡعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلۡمُسۡرِفِيۡنَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ﴾ "اور انسان کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں اپنے پہلو پر یا بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے پکارتا ہے پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے دور کر دیتے ہیں تو وہ چل دیتا ہے گویا کہ اس نے ہمیں اس تکلیف میں پکارا ہی نہ تھا جو اسے پہنچی ہو۔ ایسے ہی حد سے گزر جانے والوں کے لیے خوش نما بنا دیا گیا جو وہ عمل کیا کرتے تھے۔" (یونس:12)

سوال 2: ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ نَسِىَ مَا كَانَ يَدۡعُوۡۤا اِلَيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنۡدَادًا لِّيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ﴾ "پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعۡمَةً مِّنۡهُ﴾ "پھر جب وہ اُسے اپنی جناب سے کوئی نعمت عطا کرتا ہے" یعنی جب اللہ تعالیٰ مصیبت دور کر دیتا ہے اور اسے نجات دیتا ہے۔

(2) ﴿نَسِىَ مَا كَانَ يَدۡعُوۡۤا اِلَيۡهِ مِنۡ قَبۡلُ﴾ "تو وہ اُس مصیبت کو بھول جاتا ہے جس کی طرف وہ پہلے پکار رہا تھا" وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرنا چھوڑ دیتا ہے اور غیر اللہ کی عبادت کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَاِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰهُ نِعۡمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ﴾ "پھر جب انسان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے پھر جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ مجھے صرف علم کی بناء پر ہی دی گئی ہے۔" (الزمر:49)

(3)﴿وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناتا ہے تاکہ اُس کے راستے سے گمراہ کر دے'' یعنی عافیت کی حالت میں شرک کرنے لگتے ہیں تاکہ خود بھی گمراہ ہوں اور دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔

سوال3: مصیبت کے بعد انسان کو جب خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو انسان اللہ کی طرف توجہ کرنا کیوں بھول جاتا ہے؟

جواب: مشکلات دور ہونے کے بعد خوش حالی کی وجہ سے انسان اپنی پہلی والی حالت میں آ جاتا ہے اس پر خواہشات، مفادات اور اوہام و خرافات کے پردے پڑ جاتے ہیں اس لیے وہ اللہ کی طرف توجہ کرنا بھول جاتا ہے یا اس تکلیف کو بھول جاتا ہے جس کو دور کرنے کے لیے سب کچھ چھوڑ کر اللہ سے دعا کرتا تھا۔

سوال4: ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو، یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو'' اپنے کفر سے فائدہ اٹھالو، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِیْلًا﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اپنی ناشکری سے تھوڑا فائدہ اُٹھالو'' یعنی دنیا کی جن لذتوں اور چکا چوند میں ہو اس سے تھوڑا فائدہ اٹھالو یہ انتہا کی سخت دھمکی ہے۔

(2) ﴿اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ﴾ ''یقیناً تم دوزخ والوں میں سے ہو'' تمہارا انجام جہنم ہے۔ اب جتنا جی چاہے ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا لو یہ سب کچھ کل تمہارے کام نہیں آئے گا۔

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں کہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں۔ آپ کہہ دیں مزے کرو! بلاشبہ آگ ہی کی طرف تمہیں پلٹنا ہے۔'' (ابراہیم: 30)

(4) ﴿نُمَتِّعُهُمْ قَلِیْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِیْظٍ﴾ ''ہم انہیں بہت تھوڑا سامان دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک بہت سخت عذاب کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔'' (لقمان: 24)

(5) ﴿ذَرْهُمْ یَاْكُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ﴾ ''آپ چھوڑ دو انہیں وہ کھائیں اور فائدے اُٹھائیں اور امیدیں انہیں غفلت میں رکھیں پھر جلد ہی وہ جان لیں گے۔'' (الحجر: 3)

(6) ﴿اَفَرَءَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِیْنَ (۲۰۵) ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ (۲۰۶) مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ (۲۰۷)﴾ ''تو کیا تو نے دیکھا اگر ہم انہیں کئی برسوں تک فائدہ دیں؟ پھر بھی وہ چیز اُن پر آ جائے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ تو ان کے کس کام آئے گا وہ جو فائدہ دیے جاتے تھے۔'' (الشعراء: 205-207)

﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ۗ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی

﴿الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

"(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟ آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" (9)

سوال 1: ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ "(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے، رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے، آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کی اُمید رکھتا ہے؟" فرماں بردار اور گناہ گار برابر نہیں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ﴾ "(کیا یہ اچھا ہے) یا جو شخص مطیع فرمان ہے" یعنی جو مطیع ہے، نماز میں خشوع کرنے والا ہے، اپنے رب کی طرف بلانے والا ہے۔ نحاس رحمہ اللہ نے کہا: جو اطاعت کرنے والا ہے۔ (فتح القدیر: 568/4)

(2) ﴿اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا﴾ "رات کی گھڑیوں میں سجدے کرنے والا اور قیام کرنے والا ہے" یعنی جو تہجد گزار ہے رات کی گھڑیوں میں اپنے رب کی رضا کا امیدوار رہتا ہے۔

(3) ﴿يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ﴾ "آخرت سے ڈرتا ہے" جو آخرت میں اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے۔

(4) ﴿وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ﴾ "آخرت سے ڈرتا ہے" دوسری طرف وہ رب سے اچھی امیدیں بھی رکھتا ہے۔ عبادت میں خوف و رجاء کا ہونا ضروری ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1729/2)

(5) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان کے پاس آئے اور وہ سکرات کے عالم میں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم اپنے کو کیسا پا رہے ہو؟" اس نے عرض کیا: اللہ کی قسم، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر بھی رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ دونوں چیزیں اس جیسے وقت میں جس بندے کے دل میں جمع ہو جاتی ہیں تو اللہ اسے وہ چیز عطا کر دیتا ہے جس کی وہ اس سے امید رکھتا ہے اور اسے اس چیز سے محفوظ رکھتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔" (ترمذی: 983)

(6) یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرنے والے اور نافرمانی کرنے والے کے درمیان اور عالم اور جاہل کے مابین مقابلہ ہے، نیز اس کا شمار ایسے امور میں ہوتا ہے جن کا تضاد عقل انسانی میں راسخ اور ان کے درمیان تفاوت یقینی طور پر معلوم ہے۔ پس اپنے رب کی اطاعت روگرداں اور خواہشات کی پیروی کرنے والا اس شخص کے مانند نہیں ہو سکتا ہے جو افضل اوقات یعنی رات کے اوقات میں بہترین عبادت، یعنی نماز کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بہترین اعمال کو کثرت کے ساتھ بجالانے کے

وصف سے موصوف کیا، پھر اسے خوف اور امید کی صفات سے موصوف کیا، نیز ذکر فرمایا کہ خوف ان گناہوں کے بارے میں آخرت کے عذاب سے تعلق رکھتا ہے، جو اس سے سرزد ہو چکے ہیں اور امید کا تعلق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہوتا ہے۔(تفسیر سعدی:2324/3)

(7) وہی شخص ہے جو تنگی ترشی اور خوشحالی غرض ہر طرح کے حالات میں صرف اللہ پر ہی تکیہ کرتا ہے اور اسے ہی پکارتا ہے۔ رات کے اندھیروں میں اس کے حضور سجدہ ریز ہوتا ہے۔ اسی سے ڈرتا ہے اور اسی سے اس کی رحمت کی توقع بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو "عالم یا جاننے والے" کے نام سے پکارتا ہے۔ اس مفہوم کی تائید قرآن کریم کے ایک اور جملہ ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ سے بھی ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اہل عقل وخرد کے سامنے یہ سوال رکھتا ہے کہ بتاؤ ان دونوں کی طرز زندگی ایک جیسی ہے یا ان دونوں کا انجام ایک جیسا ہو سکتا ہے؟(تیسیر القرآن:39/4)

سوال 2: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "آپ کہہ دیں کہ کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟ یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیں" اے نبی ﷺ آپ کہہ دیجیے۔

(2) ﴿هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ﴾ "کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں وہ برابر ہو سکتے ہیں؟" جو علم رکھتے ہیں عالم تو حق کو پہچانتا ہے، استقامت کا راستہ اختیار کرتا ہے۔ اس کی اتباع کرتا ہے، اس پر عمل کرتا ہے۔(تفسیر منیر:283/12)

(3) کہہ دیجیے کیا وہ برابر ہو سکتے ہیں جو جانتے ہیں، جو اپنے رب، اس کے دین شرعی، دین جزائی اور دین کے اسرار اور حکمتوں کا علم رکھتے ہیں۔(تفسیر سعدی:2325,2324/3)

(4) ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ "اور جو نہیں جانتے، برابر ہوتے ہیں؟" اور جو ان مذکورہ امور کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے؟ یہ دونوں قسم کے لوگ کبھی برابر نہیں ہوتے جس طرح رات اور دن، روشنی اور اندھیرا اور آگ اور پانی برابر نہیں ہوتے۔(تفسیر سعدی:2325,2324/3)

(5) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں کا امام وہ آدمی بنے جو اللہ کی کتاب کو سب سے زیادہ جاننے والا ہو، اور اگر قرآن مجید کے جاننے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ آدمی بنے جو رسول اللہ ﷺ کی سنت کا سب سے زیادہ جاننے والا ہو تو اگر سنت کے جاننے میں سب برابر ہوں تو وہ آدمی امام بنے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہو اور کوئی آدمی کسی کی سلطنت میں جا کر امام نہ بنے اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند پر بیٹھے سوائے اس کی اجازت کے۔(مسلم:1532)

(6) عالم اور جاہل، مشرک اور مومن برابر نہیں ہو سکتے۔

(7) ﴿اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ "یقیناً نصیحت تو عقل والے ہی قبول کرتے ہیں" عالم اور جاہل برابر نہیں ہوتے" یعنی عالم اور

جاہل کا فرق تو عقل والے جانتے ہیں اسی لیے وہ توحید پر قائم اور شرک سے بے زار رہتے ہیں۔
(8) جو صاف ستھری اور تیز عقل کے مالک ہیں۔ پس یہی لوگ اعلیٰ کو ادنیٰ پر مقدم رکھتے ہیں، چنانچہ یہ لوگ علم کو جہالت پر اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی مخالفت پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کی عقل ان کو عواقب میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ اس کے برعکس بے عقل شخص اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2325/3) (9) یعنی مومنوں میں سے عقل والے۔ (تفسیر قرطبی:176/8)

سوال 3: کافر کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے مومن کے کردار کی کیسے تصویر کشی کی ہے؟
جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافر کے مقابلے میں ذرا مومن کو دیکھو۔
(1) رات کی گھڑیاں اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اور فرمانبرداری کا اظہار کرتے ہوئے گزارتا ہے۔
(2) سجدے اور قیام میں راتیں گزارتا ہے۔ (3) اس کے دل میں آخرت کا خوف بھی ہے اور رب کی رحمت کی اُمید بھی۔
کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟

رکوع نمبر 16

﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾

”آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی زمین بڑی وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا“ (10)

سوال 1: ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ، ان لوگوں کے لیے جنہوں نے اس دنیا میں نیکی کی“ تقویٰ کا حکم آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! اپنے رب سے ڈر جاؤ“ اے نبی ﷺ! آپ ﷺ کہہ دیں اے اللہ تعالیٰ کے بندو جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر ایمان لائے ہو اپنے رب کے عذاب سے ڈر کر اس کے احکامات کو بجالاؤ اور نواہی سے اجتناب کرو اور اس کی اطاعت اور تقویٰ پر چلتے رہو۔ (تفسیر منیر/290/1)
(2) یعنی اپنے اور عذاب کے درمیان ایمان اور تقویٰ کی وجہ سے خوف الٰہی کو لے آؤ۔ (ایسر التفاسیر:1328,1329)
(3) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اشرف المخلوقات یعنی اہل ایمان کو دینی امور میں سے سب سے بہتر چیز تقویٰ کا حکم دیتے ہوئے کہہ دیجیے اور ان

کے سامنے اس سبب کا بھی ذکر کیجیے جو تقوی کا موجب ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اس کی نعمتوں کا اقرار، جو ان سے تقویٰ اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہیں اور ان میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا، جو تقویٰ کا موجب ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے آپ کسی سخی شخص سے کہیں اے سخی! صدقہ کر اور کسی بہادر شخص سے کہیں اے بہادر! لڑائی کر، پھر اللہ تعالیٰ نے ثواب کا ذکر فرمایا جو دنیا میں ان کے اندر نشاط پیدا کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2325/3)

(4) ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ﴾ ''ان لوگوں کے لیے جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی، بڑی بھلائی ہے'' یعنی جنھوں نے دنیا میں اچھی عبادت کی ان کے لیے حَسَنَةٌ یعنی جنت ہے۔ (ایسر التفاسیر:1329)

(5) جنھوں نے دنیا میں احسان اور اخلاص والی زندگی گزاری ان کے لیے بھلائی اور لامحدود رزق ہے جیسا کہ فرمایا ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''جو شخص نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو اسے ہم ضرور زندگی دیں گے، پاکیزہ زندگی اور ہم ضرور بدلے میں اُن کا اجر زیادہ اچھا دیں گے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (النحل:97)

(6) جو اخلاص والی زندگی بسر کریں ان کے لیے انشراح قلب اور اطمینان ہے۔

سوال 2: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''اور اللہ کی زمین وسیع ہے، یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا'' اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہجرت کر جاؤ، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے'' یعنی اگر زمین کا ایک حصہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے تنگ کر دیا جائے تو دوسرے حصے میں ہجرت کر جاؤ تاکہ تم اپنے رب کی عبادت کر سکو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ رب العزت نے فرمایا ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ﴾ ''اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ میری زمین بہت وسیع ہے، چنانچہ تم صرف میری ہی عبادت کرو۔'' (العنکبوت:56)

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۭ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ۭ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا (۹۷) اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاۗءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا (۹۸) فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۹۹)﴾ ''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے؟'' وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے۔'' فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا

اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' تو انہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بری لوٹنے کی جگہ ہے۔ ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں۔ چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کردے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے۔(النساء:97-99)

(3) اور چونکہ یہ نص ہے، لہٰذا اس مقام پر بعض لوگوں کے لیے یہ کہنے کی مجال تھی کہ جو شخص بھی نیک کام کرے گا اس کے لیے دنیا میں بھلائی ہے، تو اس شخص کا کیا حال ہے جو کسی خطۂ زمین میں ایمان لایا بایں ہمہ وہ مظلوم اور محکوم و مجبور ہے اور وہ اس بھلائی سے محروم ہے؟ اس لیے اس گمان کا جواب ان الفاظ میں فرمایا: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع ہے۔'' یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے بھی اس بشارت کو ان الفاظ میں منصوص فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ کسی کا ان سے علیحدہ ہونا اور مخالفت کرنا انہیں کوئی نقصان نہ دے سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا اور یہ گروہ حق اسی نہج پر ہوگا۔(بخاری:7460)

(4) ﴿اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ ''یقیناً صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بغیر حساب کے پورا دیا جائے گا'' یعنی صبر کرنے والوں کو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر قائم رہتے ہیں اس کے نواہی سے رکتے ہیں اور مصیبت میں جزع فزع نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی تکلیف دہ قضاوقدر پر صبر کرتے ہیں ایسے لوگوں سے رب العزت کا وعدہ ہے کہ ان کے لیے بے حساب اجر ہے۔ صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے مالا مال کردے گا۔

سوال 3: ایمان والوں کو اللہ سے ڈرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟

جواب: اللہ کا ڈر ہی ساری نیکیوں کی بنیاد ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان اللہ کی اطاعت کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسان نافرمانیوں سے اجتناب کرتا ہے۔

سوال 4: احسان کرنے والوں کے لیے ''حسنہ'' بھلائی ہے اس سے انسان کو کس چیز کی طرف رغبت دلائی گئی ہے؟

جواب: انسان کو احسان کے بدلے میں ملنے والی نیکی سے تقویٰ کے فوائد سمجھائے گئے ہیں۔

سوال 5: نیک بدلے سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) اس سے مراد جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔ (2) اس سے مراد دنیا کا حسنہ بھی ہوسکتا ہے مثلاً صحت و عافیت، کامیابی اور غنیمت وغیرہ۔

سوال 6: ﴿وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ﴾ سے کس جانب اشارہ کیا گیا ہے؟

جواب: (1) اس سے ہجرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر انسان کے لیے اپنے وطن میں ایمان اور تقویٰ پر قائم رہنا مشکل ہوگیا ہو تو وہاں سے ہجرت کرکے ایسے علاقے میں چلے جانا چاہیے جہاں یہ مشکلات نہ ہوں۔

سوال 7: صبر کرنے والوں کو کیسا بدلہ ملے گا؟

جواب: صبر کرنے والوں کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ یعنی اجر لامتناہی ہوگا جس کو شمار کرنا ممکن نہ ہوگا۔

سوال 8: انسان صبر کرنے کے لیے کیسے تیار ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) جزع فزع اور بے صبری سے کوئی مصیبت ٹل نہیں سکتی انسان سے جو خیر اور فائدہ چلا جاتا ہے وہ دوبارہ مل نہیں سکتا۔ جب یہ بات ہے تو صبر کر کے مزید اجر کیوں نہ حاصل کر لیں؟

ایمان اور تقویٰ کے راستے میں مشکلات پر صبر نہ ہو تو تقویٰ چھوٹ جاتا ہے۔ اس لیے صبر کرنا ضروری ہے۔

﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾

"آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں" (11)

سوال 1: ﴿قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ "آپ کہہ دیں کہ یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں" اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے حکم کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلْ﴾ "آپ کہہ دیں کہ" اے رسول ﷺ لوگوں سے کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ "یقیناً مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کروں" یعنی اپنے تمام دینی، ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھوں۔ کیونکہ دین خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اسی نے فرمایا ﴿فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ﴾ "چنانچہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں کہ اسی کے لیے دین کو خالص کرنے والے ہوں۔" (الزمر:2)

(3) خالص دین اللہ تعالیٰ کی محبت، اس سے خوف، اس سے امید، اس پر توکل، اس کی طرف انابت ہے یہی دین ہے جو دلوں کی اصلاح کرتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

(4) رب العزت نے فرمایا ﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ڬ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (١٦١) قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٦٢) لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (١٦٣)﴾ "آپ کہہ دیں: "میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھلائی ہے کہ وہ ایک مضبوط دین ہے، ملت ابراہیم ہے جو ایک ہی طرف کے تھے، مشرکوں میں سے نہ تھے۔" آپ کہہ دیں: "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے جو

جہانوں کا رب ہے۔اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار ہوں۔'' (الانعام:161-163)

سوال 2: یہ اعلان کس کی طرف سے ہے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں، دین کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے؟

جواب: یہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اعلان ہے کیونکہ آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا تھا۔

﴿وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾

''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہو جاؤں'' (12)

سوال 1: ﴿وَاُمِرۡتُ لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہو جاؤں'' مجھے سب سے پہلے اسلام لانے کا حکم دیا گیا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: ﴿وَاُمِرۡتُ﴾ ''اور مجھے حکم دیا گیا ہے'' مجھے یہ حکم دیا گیا ہے۔

(2) ﴿لِاَنۡ اَكُوۡنَ اَوَّلَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴾ ''کہ فرماں برداروں میں سے پہلا میں ہو جاؤں'' کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا بنوں۔

(3) کیونکہ میں مخلوق کے لیے داعی اور ان کے رب کی طرف ان کی راہنمائی کرنے والا ہوں، یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جس کام کا حکم دیا جائے میں تمام لوگوں سے پہلے اس حکم کی تعمیل کروں اور سب سے پہلے میں اس کے سامنے سر تسلیم خم کروں۔اس حکم کو بجالانا رسول اللہ ﷺ پر اور ان لوگوں پر لازم ہے جو آپ ﷺ کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ظاہری اعمال میں اسلام پر عمل کرنا اور ظاہری اور باطنی اعمال میں اللہ کے لیے اخلاص کو مدنظر رکھنا واجب ہے۔(تفسیر سعدی:2327/3)

سوال 2: سب سے پہلے مسلمان ہو جاؤں سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد یہ ہے کہ آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کر کے سب سے پہلے توحید کی دعوت پیش کرنے والا بن جاؤں۔

﴿قُلۡ اِنِّيۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾

''آپ کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' (13)

سوال 1: ﴿قُلۡ اِنِّيۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں'' نبی ﷺ نافرمانیوں سے ڈرتے تھے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُلۡ﴾ ''آپ کہہ دیں'' رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ کہہ دیں۔

(2) ﴿اِنِّيۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّيۡ﴾ ''اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو یقیناً میں ڈرتا ہوں'' یعنی اگرچہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول

ہوں لیکن مجھے اس کی نافرمانی سے خوف آتا ہے کہ میں اس کی عبادت میں اخلاص اور توحید کو چھوڑ دوں۔

(3)﴿عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ ''ایک ہولناک دن کے عذاب سے'' یعنی قیامت کے دن دہشت ناک احوال سے ڈر لگتا ہے۔ کیونکہ جس نے شرک کیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ جس نے گناہ کیے اسے عذاب دیا جائے گا۔

(4) مستدرک حاکم کے حوالے سے نعمان بن بشیر کی صحیح حدیث ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اکثر وعظ میں ایسے مصروف ہوتے تھے کہ آپ کی چادر کاندھے پر سے اتر کر گر پڑتی تھی اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ آجاتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے توحید اور دین کے احکام اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائے اسی تاکید سے اللہ کے رسول ﷺ نے وہ احکام لوگوں کو پہنچا دیئے۔ (احسن التفاسیر:59/6)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بارے میں کیا اعلان کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے یہ اعلان کروایا گیا کہ مجھے ڈر ہے اگر میں نافرمانی کروں تو مجھ پر بڑے دن کا عذاب آجائے گا۔

سوال 3: رسول اللہ ﷺ کے اعلان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اس اعلان کی وجہ سے مقام الوہیت اور مقام بندگی الگ الگ ہوجاتے ہیں۔ (2) اس اعلان سے عقیدہ توحید اور عقیدہ رسالت واضح ہوجاتا ہے۔ (3) اس اعلان یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے بندے ہیں اور بندگی کی حد سے آگے نہیں جاسکتے۔ اور تمام انسان بھی بندگی کے مقام پر برابر ہیں اور اللہ تعالیٰ نگہبان ہے۔

﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾

''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں'' (14)

سوال 1: ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہو کر اُس کی عبادت کرتا ہوں'' میں تو خلوص سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿قُلِ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے ہمارے رسول ﷺ مشرکوں سے کہہ دیں۔

(2)﴿اللّٰهَ اَعْبُدُ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی میں عبادت کرتا ہوں'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتا۔

(3)﴿مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ﴾ ''خالص کرنے والا ہو کر اس کے لیے اپنے دین کو'' یعنی میں صرف اس کی اطاعت کرتا ہوں۔

(4) یعنی میں خلوص سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ اعلان بندگی کیوں کروایا گیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ سے دوبارہ اعلان بندگی اصرار کے لیے کروایا گیا۔

﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾

''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے'' (15)

سوال 1: ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ﴾ ''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو، آپ کہہ دیں کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن خسارے میں ڈال دیا، سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے'' اصل نقصان اسی کا ہے جو قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو نقصان پہنچائے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ﴾ ''چنانچہ تم اُس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو'' یعنی رب العزت نے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جس کی چاہو تم عبادت کرو۔ میں تو اخلاص سے صرف اس کی عبادت کروں گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (1) لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (2) وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ (3) وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (4) وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ (5) لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ (6)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے کافرو! میں اُن کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ میں اُن کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی عبادت تم نے کی ہے۔ اور نہ تم اُس کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔'' (الکافرون 1-6)

(2) ﴿قُلْ﴾ ''آپ کہہ دیں'' اے نبی ﷺ آپ کہہ دیں۔ (3) ﴿اِنَّ الْخٰسِرِیْنَ﴾ ''کہ یقیناً خسارہ اُٹھانے والے وہ ہیں'' یعنی حقیقی نقصان اٹھانے والے جن کا دیوالیہ نکل جائے گا یہ وہ لوگ ہوں گے۔ (4) ﴿الَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے خسارے میں ڈالا اپنے آپ کو'' یعنی جنہوں نے خود کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ثواب سے محروم کر لیا اور گناہوں کی وجہ سے بدترین عذاب کے مستحق ٹھہرے۔

(5) ﴿وَ اَهْلِیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن'' خسارے میں وہ لوگ ہوں گے جو اپنے گھر والوں کو قیامت کے دن نقصان پہنچائیں گے۔ ایسے لوگوں کی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات نہیں ہوگی۔

(6) بغوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے جنت میں ایک مکان اور متعلقین (بیوی وغیرہ) مقرر کر دیئے ہیں اب اگر بندہ اطاعت گزار ہے تو وہ مکان اور متعلقین اس کو مل جائیں گے اور اگر نافرمان ہے تو وہ گھر اور متعلقین کسی

دوسرے اطاعت گزار بندہ کو دے دیئے جائیں گے۔(تفسیر مظہری:104/10)

(7)﴿اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾ ''سن لو! یہی کھلا خسارہ ہے۔'' ایسا کوئی اور خسارہ نہیں کیونکہ دنیا میں جب ایک بار کسی کو خسارہ ہوتا ہے تو دوبارہ بہتری کے امکانات رہتے ہیں جب کے وہ خسارہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگا جس کے بعد کبھی نفع نہیں ہوگا۔

سوال 2: رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنے کے انجام سے کیسے خبردار کیا؟

جواب: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کی بندگی کرتا ہوں تم بھی جس راستے کو چاہو اپنا لو۔لیکن تم عظیم نقصان سے دوچار ہوگے۔اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نقصان کروگے۔سب کو جہنم تک پہنچادوگے یہی کھلا خسارہ ہے۔

﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾

''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو''۔(16)

سوال 1:﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''اُن کے اوپر بھی آگ کے سائبان ہوں گے اور اُن کے نیچے سے بھی، یہ وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو''۔ آگ انہیں اوپر نیچے سے گھیرے گی۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:﴿لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ﴾ ''ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے'' ازلی خسارے میں مبتلا ہونے والے لوگوں کے بارے میں رب العزت نے فرمایا ان کے اوپر آگ کے بادل ہوں گے۔

(2)﴿وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ﴾ ''اور ان کے نیچے بھی (آگ کے) سائبان ہوں گے۔'' ان کے نیچے بھی آگ کے بادل ہوں گے۔

(3) رب العزت نے فرمایا:﴿لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اُن کے لیے جہنم کا بچھونا ہے اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہے۔اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔(الاعراف:41)

(4)﴿يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ ''جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے ڈھانک لے گا اور ان کے قدموں کے نیچے سے بھی اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ چکھو (اس کا مزہ) جو کچھ تم کرتے تھے۔'' (العنکبوت:55) (5)﴿ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ﴾ ''وہ (عذاب) ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے، اے میرے بندو! پس مجھ ہی سے ڈرو'' اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے حالات کے بارے میں خبر دے کر اپنے بندوں کو ڈرا رہا ہے تا کہ وہ

گناہوں سے باز آجائیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاسکیں، رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں اور آخرت کے عذاب سے نجات پالیں۔

(6) اے میرے بندو! ایمان اور تقوی کے ذریعے امن پاؤ۔ اپنے فرائض ادا کر کے مجھ سے بچ جاؤ۔

(7) یعنی جہنمیوں کے عذاب کا یہ وصف جو ہم نے بیان کیا ہے ایک ایسا کوڑا ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی رحمت کے سائے کی طرف ہانکتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2328/3)

سوال 2: ظُلَلٌ سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) ظُلَلٌ۔ ظُلَّةٌ کی جمع ہے جس کا مطلب سایہ ہے۔ (2) فتح القدیر میں ہے یہاں اس سے اطباق النار مراد ہیں۔

سوال 3: اوپر اور نیچے آگ کے طبق ہوں گے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے ان کے اوپر اور نیچے آگ بھڑک رہی ہوگی۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس چیز سے ڈراتے ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس آگ سے ڈراتے ہیں، خسران مبین اور عذاب ظُلل سے ڈراتے ہیں۔

سوال 5: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کیوں ڈراتا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس لیے ڈراتے ہیں تا کہ وہ برے انجام سے بچ جائیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾

''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اُن کے لیے خوش خبری ہے سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' (17)

سوال 1: ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾ ''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، اُن کے لیے خوش خبری ہے سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والوں کے لے بشارت ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا﴾ ''اور جن لوگوں نے طاغوت سے اجتناب کیا کہ وہ اُس کی عبادت کریں''، یعنی جن لوگوں نے غیر اللہ کی عبادت سے اجتناب کیا۔

(2) طاغوت سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اطاعت یا عبادت کی جاتی ہو یا خود اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنی اطاعت

یا عبادت لوگوں سے کروانا پسند کرتا ہے۔ گویا طاغوت سے مراد دنیادار چودھری اور حکمران بھی ہو سکتے ہیں کوئی ادارہ پارلیمنٹ بھی ہو سکتی ہے۔ بت ،شیطان اور جن بھی ہو سکتے ہیں اور ایسے پیر وفقیر بھی ہو سکتے ہیں جو اللہ کے مقابلہ میں اپنی اطاعت کروانا پسند فرماتے ہیں اور شریعت پر طریقت کو ترجیح دیتے ہیں۔ (تیسیر القرآن:41/4)

(3)﴿وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا'' یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اس کی طرف رجوع کیا، اس کی توحید کا اقرار کیا اس کی اطاعت والے اعمال کیے اور اس کے سوا دوسرے معبودوں سے برات کا اظہار کیا۔ (جامع البیان:209/23)

(4) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی عبادت اور اس کی توحید کے ذریعے اس کی طرف رجوع کیا۔ (ایسر التفاسیر:1330)

(5) یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اس کے لیے خالص کرتے ہوئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(6)﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى﴾ ''اُن کے لیے خوش خبری ہے'' ان کے لیے ایسی خوش خبری ہے۔ جس کا اندازہ صرف وہی لوگ کر سکتے ہیں اور صرف وہی لوگ اس سے واقف ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اس خوش خبری سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں دنیا کے اندر وہ بشارت بھی شامل ہے جو بندہ مومن کو ثنائے حسن، سچے خوابوں اور عنایت ربانی کی صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ انہیں اس بشارت کے اندر صاف دکھائی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اپنے بندوں کا اکرام چاہتا ہے۔ ان کے لیے موت کے وقت، قبر کے اندر اور قیامت کے روز خوش خبری ہے اور ان کے لیے آخرت کی بشارت ہے جو رب کریم ان کو اپنی دائمی رضا، اپنے فضل واحسان اور جنت کے اندر امان کی صورت میں دے گا۔ (تفسیر سعدی:2329/3) جیسا کہ فرمایا:﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ ''ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔'' (یونس:64)

(7)﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ﴾ ''سو آپ میرے بندوں کو بشارت سنا دیں۔'' رب العزت نے مومنوں کو خوش خبری دی ہے اور اس صفت کا ذکر کیا ہے جس کی وجہ سے وہ خوش خبری کے مستحق ٹھہرے۔

سوال 2: طاغوت کسے کہتے ہیں؟

جواب: ہر اس سرکش قوت کو جو بندگی کی حد سے تجاوز کر جائے۔

سوال 3: طاغوت کی بندگی سے اجتناب کرنے والے کون لوگ ہیں؟

جواب: یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتے ہیں۔ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کے لیے خوشخبری ہے۔

سوال 4: طاغوت کی بندگی سے رکنے والوں کے لیے کس نے خوشخبری دی ہے؟

جواب: خوشخبری اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ سے یہ خوش خبری دلوائی ہے یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾

''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔'' (18)

سوال 1: ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں'' جو قرآن کو غور سے سن کر، سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ ہدایت دیتے ہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ﴾ ''جو بات کو غور سے سنتے ہیں'' یعنی جو قرآن کو غور سے سنتے ہیں، اسے اچھے طریقے سے سمجھتے ہیں۔ (2) ﴿فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ﴾ ''پھر ان میں سے سب سے اچھی کی پیروی کرتے ہیں'' وہ اس کی بہترین بات کی پیروی کرتے ہیں یعنی کلام اللہ پر عمل کرتے ہیں رب العزت نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کے بعد فرمایا: ﴿وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ اور ہم نے تختیوں میں اس کے لیے ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کے لیے تفصیل لکھ دی، سو ان کو قوت سے پکڑ و اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ وہ ان کی اچھی باتیں پکڑے رکھیں، جلد ہی میں تجھے نافرمانوں کے گھر دکھاؤں گا۔ (الاعراف: 145)

(3) ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ﴾ ''وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے'' ان لوگوں کو ہی اللہ تعالیٰ بہترین اخلاق، عمدہ اعمال کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ حق کو نہیں سنتے وہ ایسے معبود بناتے ہیں جو نہ نفع دے سکیں اور نہ نقصان۔ (جامع البیان: 210/23)

(4) ایسے لوگوں کے لیے دنیا اور آخرت میں ہدایت ہے۔ (5) ﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''اور یہی لوگ عقل والے ہیں'' یعنی یہی لوگ سیدھی فطرت والے اور صحیح عقل و فہم والے ہیں۔

(6) اور یہی لوگ عقل مند ہیں۔ یعنی پاک عقل کے مالک ہیں۔ یہ ان کی عقل مندی اور ان کا حزم و احتیاط ہے کہ انہوں نے قول حسن اور غیر حسن کو پہچان لیا اور پھر اس قول کو ترجیح دی جس کو ترجیح دی جانی چاہیے تھی اور یہ عقل مندی کی علامت ہے، بلکہ عقل مندی کے لیے اس کے علاوہ کوئی اور علامت نہیں ہے، کیونکہ وہ شخص جو قول حسن اور غیر حسن میں امتیاز نہیں کر سکتا، ان لوگوں کے زمرے میں نہیں آتا جو عقل صحیح کے مالک ہیں یا وہ اچھی اور بری بات کے درمیان امتیاز تو کر سکتا ہے لیکن جب شہوت نفس وعقل پر غالب آ جاتی ہے اور عقل شہوت کی محض

تابع ہوجاتی ہے تو وہ بہترین کلام کی تعظیم نہیں کرتا تب وہ ناقص العقل قرار پاتا ہے۔ (تفسیر سعدی 2330/3)

(7) عباداللہ کی ابتدا سے انتہا تک کی صفات بتائی گئیں وہ ایمان، اتباع حسن، ان میں ہدایت کی علامات ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کے ایسے بندوں کی جو خوشخبری پاتے ہیں کیا صفات ہوتی ہیں؟

جواب: (1) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بات کو غور سے سنتے ہیں پھر اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اپنے دلوں کو پاک اور طیب کرتے ہیں۔

(2) پاک اور طیب روحیں احسن باتوں کے لیے ہمیشہ کھلی ہوتی ہیں۔

سوال 3: احسن سے کیا مراد ہے؟

جواب: احسن سے مراد اچھی اور پختہ بات۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں کو کس وجہ سے ہدایت دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بھلائی کی محبت دیکھی انہیں خیر کی ہدایت دی انہوں نے اچھی باتوں کو سنا اور ہدایت کو قبول کرلیا۔

سوال 5: عقل والوں کی عقل انہیں کس چیز کی طرف مائل کرتی ہے؟

جواب: عقل والوں کی عقل انہیں پاکیزگی کی طرف، نجات کی طرف مائل کرتی ہے۔ اس طرح وہ اپنی عقل سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

سوال 6: مسلوب العقل لوگ کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: مسلوب العقل لوگ وہ ہوتے ہیں جو اپنی عقل سے فائدہ نہیں اٹھاتے جو نجات اور کامیابی کی طرف میلان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگ اللہ کی تعالیٰ نعمت کا انکار کرتے ہوئے عملاً آگ تک پہنچ جاتے ہیں۔

﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾

''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟ تو کیا آپ ایسے شخص کو بچائیں گے جو آگ میں ہے؟'' (19)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟ تو کیا آپ ایسے شخص کو بچائیں گے جو آگ میں ہے؟'' ازلی بدبختوں کو گمراہی اور جہنم سے کوئی نہیں بچا سکتا، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ﴾ ''تو کیا وہ شخص جس پر عذاب کی بات ثابت ہوگئی؟'' عذاب کے کلمے سے مراد اللہ تعالیٰ کا قول ہے جو اس نے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے موقع پر شیطان کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے قول سے عذاب واجب ہوگیا کہ میں جہنم کو تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والوں سب سے بھر دوں گا۔ (ایسر التفاسیر: 1330)

(2) یعنی وہ شخص جس کے گمراہی، عناد اور کفر پر جمے رہنے کے باعث، اس پر عذاب کا حکم واجب ہو گیا، تو اس کی ہدایت کے لیے آپ کے پاس کوئی چارہ ہے؟ (تفسیر سعدی: 2330/3)

(3) ﴿اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ﴾ ''تو کیا آپ ایسے شخص کو بچائیں گے جو آگ میں ہے؟'' یعنی کیا آپ اسے آگ سے بچا سکتے ہیں جو ازلی بد بخت ہو۔ کیا آپ ایسے شخص کو گمراہی اور ہدایت سے بچا سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔

سوال 2: عذاب کی بات کن لوگوں پر ثابت ہو چکی ہے؟

جواب: (1) جن لوگوں نے کفر اور ظلم کیا۔ (2) جو جرائم میں اس انتہا کو پہنچ گئے جہاں سے واپسی ممکن نہیں۔ (3) جن پر اللہ کی تقدیر کی وجہ سے عذاب ثابت ہو چکا۔ (4) جن کی پوری زندگی کو گناہوں نے گھیر لیا وہ جہنمی ہیں۔

سوال 3: جن پر عذاب کی بات ثابت ہو جائے کیا انہیں کوئی آگ سے بچا سکتا ہے؟

جواب: ایسے لوگوں کو کوئی عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ کیونکہ تقدیر غالب آتی ہے۔

﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾

''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' (20)

سوال 1: ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے اوپر بلند عمارتیں بنی ہوں گی، جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا'' متقیوں کے لیے بلند عمارتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ﴾ ''لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈر کر رہے'' یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھ کر اس کی اطاعت کی اور اس کے عذابوں کے خوف سے اس کے نواہی سے رکتے رہے۔

(2) جن لوگوں نے اپنے رب کا خوف کیا، ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی۔ (ایسر التفاسیر: 1330)

(3) ﴿لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا﴾ ''اُن کے لیے بلند عمارتیں ہیں'' ان کے لیے عالی شان بلند و بالا محلوں پر بالا خانے ہیں جو سونے چاندی کی

اینٹوں سے تعمیر کیے گئے ہوں گے، جن کا گارا مشک ہے۔ جن کا حسن اور صفائی ایسی ہے کہ بلندی سے غروب ہونے والے تارے کی طرح نظر آئیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا (۷۵) خَالِدِينَ فِيهَا ۚ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا (۷۶)﴾ ''یہی لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے ملیں گے۔ اور اس میں اُنہیں دُعا اور سلام پہنچایا جائے گا۔ اُس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ بہت اچھی رہائش اور بہت ہی اچھا مقام ہے۔'' (الفرقان:76,75)

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے محل ہیں جن کا اندرونی حصہ باہر سے اور بیرونی حصہ اندر سے صاف دکھائی دیتا ہے ایک دیہاتی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ یہ کن کے لیے ہیں؟ فرمایا انکے لیے جو نرم گفتگو کریں، کھانا کھلائیں، روزوں پر مداومت کریں اور راتوں کو جب لوگ میٹھی نیند میں ہوں یہ اللہ کے لیے (اس کے سامنے کھڑے ہو کر گڑگڑائیں اور) نماز پڑھیں۔ (ترمذی:2527)

(5) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت والے اپنے اوپر کے بالاخانہ والوں کو اس طرح دیکھیں گے کہ جس طرح تم مشرقی یا مغربی کناروں میں چمکتے ہوئے ستاروں کو دیکھتے ہو۔ اس وجہ سے کہ جنت والوں کے درجات میں آپس میں تفاوت ہوگا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ انبیاء علیہم السلام کے درجات ہوں گے کہ جن تک ان کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکے گا؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! ان لوگوں کو بھی وہ درجات عطا کیے جائیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں کی تصدیق کریں۔'' (مسلم:7144)

(6) ﴿تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ''جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی'' ان کے نیچے سے تیزی سے رواں پانی کی نہریں بہہ رہی ہونگیں جو جنت کے خوب صورت باغات کو سیراب کر رہی ہوں گی۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ (۵۴) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۵)﴾ ''بلاشبہ متقی لوگ باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ صدق کی مجلس میں، بڑے ذی اقتدار بادشاہ کے پاس۔'' (القمر:54,55)

(7) ﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ۚ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے باغات کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اور پاکیزہ رہائش گاہوں کا جو ہمیشگی کے باغوں میں ہونگیں اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی سب سے بڑی ہے، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔''

(8) سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جنت میں سو (100) درجے ہیں ہر دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں اور فردوس سب سے اوپر کا درجہ ہے۔ اس میں جنت کی چاروں طرف نہریں بہتی ہیں اور اس کے اوپر عرش ہے پھر جب تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو۔ (ترمذی:2531)

(9)﴿وَعۡدَ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے'' اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ضرور پورا ہوگا۔

(10)﴿لَا يُخۡلِفُ اللّٰهُ الۡمِيۡعَادَ﴾ ''اللہ تعالیٰ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔'' اللہ تعالیٰ نے متقیوں سے اجر وثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ وہ اپنے وعدے کے خلاف کبھی نہیں کرتا۔

سوال2: اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ انہیں منزل پر منزل بنی ہوئی عمارتوں یعنی بالاخانوں میں بسایا جائے گا۔ (2) ان کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال3: جنت کی نہریں کہاں سے بہتی ہوں گی؟

جواب: بالاخانوں کے نیچے سے دودھ، شہد، پانی اور شراب کی نہریں بہتی ہوں گی۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے بارے میں کیا خبر دی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يُخۡرِجُ بِهٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيۡجُ فَتَرٰىهُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ يَجۡعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَذِكۡرٰى لِاُولِى الۡاَلۡبَابِ﴾

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا، پھر وہ اُس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔'' (21)

سوال1: ﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيۡعَ فِى الۡاَرۡضِ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا'' زمین میں آسمان کا پانی ہے، آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کچھ پانی اُتارا'' رب العزت نے فرمایا کیا تم نے کبھی غور کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا، زمین میں پانی آسمان سے آتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ

﴿الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ الرِّیٰحَ بُشۡرًۢا بَیۡنَ یَدَیۡ رَحۡمَتِہٖ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَہُوۡرًا﴾ ''اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی نازل کیا۔'' (الفرقان:48)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں زمین میں جہاں بھی پانی ہے آسمان سے اترا ہوا ہے۔

(3)﴿فَسَلَکَہٗ یَنَابِیۡعَ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ''پھر اسے چشموں کی صورت زمین میں جاری کر دیا'' رب العزت اس پانی کو زمین میں چشموں کی صورت میں محفوظ کرتے ہیں۔ جہاں سے یہ پانی آسانی سے نکال دیا جاتا ہے۔ زمین کے پاس یہ پانی امانت ہے۔

سوال 2:﴿ثُمَّ یُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾ ''پھر وہ اس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔'' اللہ تعالیٰ پانی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتے ہیں آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ یُخۡرِجُ بِہٖ زَرۡعًا مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ﴾ ''پھر وہ اس کے ساتھ مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے'' اللہ تعالیٰ آسمان سے نازل ہونے والے پانی سے طرح طرح کی اشیاء پیدا فرماتے ہیں جن کے رنگ، ذائقے شکلیں اور فوائد مختلف ہوتے ہیں۔

(2) اسی پانی سے غلے، پھل اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(3)﴿ثُمَّ یَہِیۡجُ﴾ ''پھر وہ پک کر تیار ہو جاتی ہے'' پھر کھیتیاں پوری طرح پک جاتی ہیں یا کسی آفت کی وجہ سے سوکھ جاتی ہیں۔

(4)﴿فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَجۡعَلُہٗ حُطَامًا﴾ ''تو آپ اسے زرد دیکھتے ہیں پھر وہ اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتا ہے'' پھر لہلہانے والی کھیتیاں زرد پڑ جاتی ہیں پھر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہیں۔

(5)﴿اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِاُولِی الۡاَلۡبَابِ﴾ ''بلاشبہ اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً ایک نصیحت ہے۔'' عقل والے سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ (i) دنیا کی رونقیں، لذتیں، شادابیاں اور آسائشیں عارضی ہیں جن میں انسان کو دل نہیں لگانا چاہیے بلکہ موت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ (ii) اس سے عقل والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز کے مقررہ وقت اور کردار کی طرح انسانوں کا بھی وقت مقرر ہے اور اس کا بھی دنیا میں ایک کردار ہے جو مقررہ وقت پر ختم ہو جاتا ہے۔ لہذا دنیا میں بہترین کردار ادا کر کے لوٹ جانے کی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ زندگی لازوال ہے۔ (iii) فتح القدیر میں اس مثال کے بارے میں ہے کہ یہ قرآن اور اہل ایمان کے سینوں کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن مجید نازل کیا وہ مومنوں کے دلوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذریعے حق باہر نکالتا ہے جو ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے اس طرح مومن ایمان اور یقین میں بڑھ جاتے ہیں۔ جس کے دل میں روگ ہوتا ہے وہ اس طرح خشک

ہوجاتا ہے جیسے کھیتی خشک ہوجاتی ہے۔

(6) بلاشبہ عقل مندوں کے لیے البتہ اس میں نصیحت ہے۔ وہ ان کھیتیوں کے ذریعے سے اپنے رب کی عنایات اور بندوں پر اس کی بے پایاں رحمت کو یاد کرتے ہیں کہ اس نے ان کے لیے اس پانی کے حصول کو آسان بنایا اور ان کے مصالح کے مطابق اس پانی کو زمین کے خزانوں میں جمع کیا۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کو یاد کرتے ہیں کہ مردوں کو اسی طرح زندہ کرے گا جس طرح اس نے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ وہ یہ بھی یاد کرتے ہیں کہ ان تمام افعال کو سرانجام دینے والی ہستی ہی درحقیقت عبادت کی مستحق ہے۔

اے اللہ! ہمیں ان عقل مندوں میں شامل فرما، جن کا تو نے نام بلند کیا، انہیں عقل سے بہرہ مند کر کے راہ راست پر گامزن کیا اور ان کے سامنے اپنی عظیم کتاب کے اسرار اور اپنی آیات سے پردہ اٹھایا جن اسرار کی معرفت ان کے سوا کسی اور کو حاصل نہ ہوسکی، بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ (تفسیر سعدی: 2331/3)

(7) ﴿وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ فَاَصۡبَحَ هَشِيۡمًا تَذۡرُوۡهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقۡتَدِرًا﴾ ''اور آپ انہیں دنیا کی زندگی کی مثال بیان کردیں، جیسا کہ پانی، جسے ہم نے آسمان سے نازل کیا پھر اس سے زمین کی نباتات خوب گھنی ہوگئیں پھر وہ چورا ہوگئیں، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے۔'' (الکہف: 45)

سوال 3: زمین سے پانی کے چشمے کیسے ابلتے ہیں؟

جواب: پانی بارش کے ذریعے آسمان سے اترتا ہے وہ زمین میں جذب ہوجاتا ہے پھر چشموں کی صورت میں نکلتا ہے۔

سوال 4: مختلف قسم کی کھیتاں اُگانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد وہ طرح طرح کے پھل، سبزیاں، اجناس ہیں جو اللہ تعالیٰ پیدا فرماتے ہیں۔ جن چیزوں کے رنگ ذائقے اور خوشبوئیں مختلف ہوتی ہیں۔

سوال 5: عقل رکھنے والوں کے لیے اس میں کیا سبق ہے؟

جواب: (1) عقل رکھنے والے سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا کی مثال بھی اسی طرح ہے۔ (2) دنیا کی رونقیں، لذتیں، شادابیاں اور آسائشیں عارضی ہیں جن میں انسان کو دل نہیں لگانا چاہیے بلکہ موت کی تیاری میں مشغول رہنا چاہیے۔ (3) اس سے عقل والے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہر چیز کے مقررہ وقت اور کردار کی طرح انسانوں کا بھی وقت مقرر ہے اور اس کا بھی دنیا میں ایک کردار ہے جو مقررہ وقت پر ختم ہوجاتا ہے۔ لہذا دنیا میں بہترین کردار ادا کر کے لوٹ جانے کی تیاری کرنی چاہیے کہ وہ زندگی لازوال ہے۔ (4) فتح القدیر میں اس مثال کے

بارے میں ہے کہ یہ قرآن اوراہل ایمان کے سینوں کی مثال ہے۔(5)اللہ تعالیٰ نے آسمان سے قرآن مجید نازل کیا وہ مومنوں کے دلوں میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ذریعے حق باہر نکالتا ہے جو ایک دوسرے سے بہتر ہوتا ہے اس طرح مومن ایمان اور یقین میں بڑھ جاتے ہیں۔جس کے دل میں روگ ہوتا ہے وہ اس طرح خشک ہو جاتا ہے جیسے کھیتی خشک ہو جاتی ہے۔

رکوع نمبر17

﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾

''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا،سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟(کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے)پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے،یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''(22)

سوال1:﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ﴾''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا،سو وہ اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر ہے؟(کسی کافر جیسا ہو سکتا ہے)پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے،یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں''روشن دل اور سنگ دل برابر نہیں ہو سکتے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ﴾''کیا پھر وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا''یعنی جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی معرفت کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اقرار کرے اور اس کی اطاعت کے لیے جھک جائے۔(جامع البیان:212/23)

(2)سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آیت:﴿اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ﴾تلاوت فرمائی۔ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ سینہ کشادہ کیسے ہو جاتا ہے؟فرمایا جب نور دل میں داخل ہو جاتا ہے۔ہم نے عرض کیا اس کی علامت کیا ہے؟فرمایا دار الخلد(یعنی آخرت)کی طرف ہمہ تن رجوع اور دار الغرور(مقام فریب یعنی دنیا)سے دوری اختیار کرنا اور موت آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنا۔(رواہ البغوی،الحاکم،بیہقی،شعب الایمان)

(3)یعنی جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور اس کے قلب و ذہن میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے لیے قبولیت اور اس پر عمل کے لیے وسعت ہو اور وہ شرح صدر کے ساتھ اسلام کے راستے پر چل رہا ہو۔

(4)﴿فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾''پس اُن کے لیے تباہی ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو گئے''یعنی جن

کے دل قرآن قبول کرنے کے لیے سخت ہو گئے ہوں۔ وہ نہ ایمان لائیں اور نہ اس پر عمل کریں۔ (ایسر التفاسیر:1331)

(5) پس ہلاکت ہے ان کے لیے جن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے سخت ہو رہے ہیں۔ یعنی ان کے سخت دل اس کی کتاب کو سمجھنے کے لیے نرم ہوتے ہیں نہ اس کی آیات سے نصیحت پکڑتے ہیں اور نہ اس کے ذکر سے اطمینان ہی حاصل کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ اپنے رب سے روگردانی کر کے غیر کی طرف التفات کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے شدید ہلاکت اور بہت بڑی برائی ہے۔ (تفسیر سعدی:3/2332)

(6) سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو کیونکہ کلام کی کثرت دل کو سخت کر دیتی ہے اور سخت دل والا اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہو جاتا ہے۔'' (ترمذی:2411)

(7) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ کلام مت کرو اس لیے کہ ذکر الٰہی کے بغیر کثرت کلام دل کی سختی کا سبب ہے اور آدمیوں میں اللہ تعالیٰ سے دور تر سخت دل والا ہے۔ (ترمذی:2412)

(8) ﴿اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ ''یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں'' اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جس کا دل اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں سخت ہو گیا ہو۔

(9) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا قساوت قلب سے بڑھ کر کوئی سزا (عقوبت) بندہ کے لیے مقرر نہیں کی گئی اور اللہ تعالیٰ کا غضب کسی قوم پر اسی وقت نازل ہوتا ہے جب ان کے دلوں سے نرمی ختم ہو جاتی ہے۔ (تفسیر مظہری:10/107)

(10) رب العزت نے فرمایا: ﴿اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور کیا وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اُسے زندہ کیا اور ہم نے اُس کے لیے ایک روشنی بنا دی جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا ہے، اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو اندھیروں میں ہے اور اُس سے نکلنے والا نہیں ہے اسی طرح کافروں کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے جو وہ عمل کرتے تھے۔'' (الانعام:122)

(11) ﴿اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''تو کیا وہ شخص زیادہ ہدایت یافتہ ہے جو اوندھے منہ چلتا ہے؟ یا وہ شخص جو درست ہو کر سیدھے راستے پر چلتا ہے؟'' (الملک:22)

(12) ﴿فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاۗءِ ۭ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ''تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ کہ اسے ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے کہ اسے گمراہ کر دے اس کا سینہ تنگ، نہایت گھٹا ہوا بنا دیتا ہے گویا کہ وہ مشقت سے آسمان میں چڑھ رہا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ گندگی ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔'' (الانعام:125)

(13) ﴿اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

قَبۡلُ فَطَالَ عَلَيۡهِمُ الۡاَمَدُ فَقَسَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ ؕ وَ كَثِيۡرٌ مِّنۡهُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴾ ''کیا ایمان والوں کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے اور جو حق نازل ہوا ہے اُس کے لیے جھک جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر جب لمبی مدت گزر گئی تو اُن کے دل سخت ہو گئے اور اُن میں سے اکثریت نافرمان ہے۔'' (الحدید:16)

(14) دو طرح کے لوگ برابر نہیں ہو سکتے روشن دل اور پتھر دل برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 2: (شرح صدر) یعنی اسلام کے لئے سینہ کھل جانے سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس کو حق قبول کرنے کی اور خیر کا راستہ اپنانے کی توفیق مل گئی ہو۔

سوال 3: انسان رب کی روشنی میں کیسے آتا ہے؟

جواب: (1) رب کی روشنی اس کا دیا ہوا علم ہے جس کو قبول کرنے سے، اُس کے راستے کو اپنانے سے انسان رب کی روشنی میں آجاتا ہے۔

(2) رب کا دیا ہوا علم جب انسان کے دل تک پہنچتا ہے تو وہ چمک اُٹھتے ہیں۔ اس طرح انسان کے دل سے یہ روشنی اس کے عمل میں آتی ہے اور انسان رب کی روشنی میں آجاتا ہے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کی یاد سے کن کے دل تنگ ہو جاتے ہیں؟

جواب: (i) اللہ تعالیٰ کی یاد کی وجہ سے اُس کا سینہ تنگ ہو جاتا ہے جس کو حق قبول کرنے کی توفیق نہ ملے۔

(ii) جس کو خیر کا راستہ اپنانے کی توفیق نہ ملے۔ (iii) جس کے پاس رب کا دیا ہوا علم نہ ہو۔ جو رب کے دیے ہوئے علم کو دل تک راستہ نہ دے۔ پھر دل تنگ ہو جاتا ہے اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے اور تاریکیوں میں بھٹکتا ہے۔

سوال 5: ''اولئک فی ضلل مبین'' سے کیسے انسان کے شعور کو بے دار کرنے کی کوشش کی گئی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے نورِ خیر لینے والوں کے مقابلے میں ''ضلل مبین'' گمراہی کے اندھیروں میں رہنے کی خبر سے انسانی شعور کو بے دار کیا گیا ہے کہ کیا روشنی میں رہنے والا فائدے میں ہے یا تاریکیوں میں بھٹکنے والا، راستہ گم کر دینے والا؟ یوں گمراہ ہونے والا اپنے حالات پر مطمئن نہیں رہتا اور روشنی کے اثرات کو دیکھتے ہوئے روشنی کی خواہش کو دل کے اندر اُبھرتا ہوا پاتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ ۖ تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ﴾

’’اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے، اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں‘‘(23)

سوال 1:﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے جو بار بار دہرائی جانے والی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1)﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ﴾ ’’اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل کیا ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے۔ احسن الحدیث سے مراد قرآن مجید ہے۔

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے۔ (مسلم:2005)

(3) قرآن بہترین کلام اس لحاظ سے ہے کہ اس کی آیات ٹھوس حقائق پر مبنی ہیں۔ اس کا انداز بیان دلنشین ہے۔ اس کے دلائل عام فہم ہیں۔ جن سے ایک دیہاتی بھی ایسے ہی مستفید ہو سکتا ہے جیسے ایک جید عالم، اور اس کے احکام و فرامین دنیا میں بہترین زندگی کا راستہ بتاتے ہیں۔ نیز اسکے احکام محض نظریاتی نہیں بلکہ سب قابل عمل ہیں اور اگر ان پر عمل کیا جائے تو اخروی فلاح کے ضامن ہیں۔ (تیسیر القرآن:4/44)

(4)﴿كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا﴾ ’’ایسی کتاب جو آپس میں ملتی جلتی ہے‘‘ یعنی آیت سے آیت اور حرف سے حرف مشابہ ہے۔

(5) اپنے حسن تالیف اور ہر لحاظ سے عدم اختلاف کے اعتبار سے اس کے تمام اجزا ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے ہیں حتیٰ کہ اگر کوئی اس میں غور و فکر کرے تو اسے اس میں ایسی مہارت، اس کے معانی میں ایسی گہرائی نظر آئے گی جو دیکھنے والوں کو حیران کر دیتی ہے۔ اور اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (بے عیب) کلام حکمت اور علم والی ہستی کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر متشابہ سے یہی مراد ہے۔﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ﴾ ’’وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اُتاری، جس میں سے بعض محکم آیات ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور کچھ دوسری کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں، پھر جن کے دلوں میں کجی ہے وہ اس میں سے ان آیات کے پیچھے لگ جاتے ہیں جو کئی معنوں میں ملتی جلتی ہیں‘‘ (آل عمران:7) تو اس سے مراد وہ آیات کریمہ ہیں جو بہت سے لوگوں کے فہم سے پوشیدہ اور مشتبہ ہوتی ہیں۔ یہ اشتباہ اس وقت تک زائل نہیں ہوتا جب تک کہ ان کو آیات محکمات کی طرف نہ لوٹایا جائے۔ (تفسیر سعدی:3/2332,2333)

(6)﴿مَّثَانِيَ﴾ ’’جو بار بار دہرائی جانے والی ہے‘‘ مثانی سے مراد ایک تو ایسی آیات ہیں جو بار بار پڑھی اور دہرائی جاتی ہیں۔ اسی لحاظ سے سورۃ فاتحہ کو سبع من المثانی کہا گیا ہے کہ سورت کم از کم نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ پھر نماز کے علاوہ بھی پڑھی جاتی ہے۔ دوسری

مرادوہ آیات ہیں جو قرآن میں بہ تکرار وارد ہیں۔ مثلاً ﴿وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ﴾ یا ﴿وَلَقَدۡ يَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ﴾ یا ﴿فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾ اور ایسی آیات جو دو یا تین بار وارد ہیں وہ بہت ہیں۔ تیسری مراد اقوام سابقہ کے انجام سے خبردار کرنے والی آیات یا انبیاء کے قصص ہیں جو قرآن میں بار بار مختلف پیرایوں میں مذکور ہوئے ہیں۔ ایسے ہی شرک کے ابطال اور توحید کے دلائل ہر سورت کی بے شمار آیات میں مذکور ہیں۔ جو سب ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں اور چوتھی مراد ایسی آیات ہیں جن میں نوعی تقابل پایا جاتا ہے۔ مثلاً جہاں اہل جنت کا ذکر ہے وہاں اہل دوزخ کا ذکر بھی آجاتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔ جہاں رات کا ذکر ہے وہاں دن کا بھی ذکر ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی صفت قہار کا ذکر ہے تو اگلی آیت میں صفت غفار یا غفور کا بھی ذکر آ گیا ہے۔ (تیسیر القرآن:44/4)

(7) قرآن مجید ذہن نشین کرنے کے لیے ایک ہی مضمون کو بار بار دہراتا ہے تا کہ لوگ اچھے طریقے سے سمجھ لیں۔ (مختصر ابن کثیر:1734/2)

(8) یعنی اس بہترین کلام میں قصص واحکام، عدل و وعید، اہل خیر کے اوصاف اور اہل شر کے اعمال کو بار بار دہرایا جاتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا بار بار ذکر کیا جاتا ہے۔ یہ اس کلام کا حسن وجلال ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ مخلوق اس کلام کے معانی کے محتاج ہیں جو دلوں کو پاک اور اخلاق کی تکمیل کرتے ہیں اس لیے اس نے ان معانی کو دلوں کے لیے وہی حیثیت دی ہے جو درختوں اور پودوں کے لیے پانی کی ہے۔ جس طرح درخت اور پودے عدم سیرابی کے باعث ناقص بلکہ بسا اوقات تلف ہو جاتے ہیں اور پودوں کو جتنا زیادہ بار بار سیراب کیا جائے گا اتنے ہی وہ خوبصورت ہوں گے اور اتنا ہی زیادہ پھل لائیں گے۔ اسی طرح دل بھی کلام اللہ کے معانی کے تکرار کے ہمیشہ محتاج رہتے ہیں۔ اگر تمام قرآن میں ایک معنی اس کے سامنے ایک ہی مرتبہ بیان کیا جائے تو معنی اس کی گہرائی میں جاگزیں ہوگا نہ اس سے مطلوبہ نتائج ہی حاصل ہوں گے (تفسیر سعدی:2334-2332/3)

سوال 2: ﴿تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ۚ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ﴾ ''اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف نرم ہو جاتے ہیں'' قرآن مجید کے اثرات کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ﴾ ''اس سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں'' قرآن مجید سن کر اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ کانپنے لگتے ہیں پھر ان کے جسم اور دل اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے موم بن جاتے ہیں۔ یہ نیکوں کی صفت ہے کہ وہ جبار وقہار اور رحمٰن وغفار کا کلام سن کر کانپ اٹھتے ہیں، کیونکہ اپنے کانوں سے رب کے وعدے اور اس کی دھمکیاں سنتے ہیں جن سے ان کے جسم کا رُواں رُواں کھڑا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر لرزنے لگتے ہیں پھر اس کے رحم کے امیدوار بن کر دل وجان سے اس کی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر:1734/2)

(2) اس کے اندر بے قرار کر دینے والا خوف اور ڈر ہے۔

(3) سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس بندے کے بدن پر اللہ کے خوف سے بال کھڑے ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

(4) ﴿ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ﴾ ''پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل نرم ہو جاتے ہیں'' یعنی ان کے دل اور جلدیں نرم پڑ جاتی ہیں۔

(5) ﴿اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ذکر کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اہل ایمان اور اہل تقویٰ کے لیے جنت اور جو کچھ اس میں ہمیشہ رہنے والی نعمتیں ہیں۔ (ایسر التفاسیر:1332)

(6) اللہ تعالیٰ کا ذکر انہیں بھلائی کے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے۔

(7) ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝﴾ ''بلاشبہ مومن وہی ہیں جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی آیات اُن کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ اُن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ یہی در اصل سچے مومن ہیں ان کے رب کے پاس ان کے درجات اور مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔'' (الانفال:2-4)

(8) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ (٥٧) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ (٥٨) وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ (٥٩) وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ (٦٠) اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ (٦١)﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو اپنے رب کے خوف سے ڈرنے والے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے۔ اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُن کے دل کانپتے ہیں کہ بے شک وہ اپنے رب کی طرف واپس جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو نیک کاموں میں بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور اُنہی میں سبقت لے جانے والے ہیں۔'' (المومن:57_61)

(9) ﴿وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ (٨٣) وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (٨٤)﴾ ''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟ جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ

ہمارا رب ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے۔'' (المائدۃ:84,83)

(10) رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی تھی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان کی حالت وہی ہوتی تھی جیسی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے میں نے کہا کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ بیہوش ہو کر گر پڑتے ہیں سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے (جواب میں) فرمایا میں شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں (یعنی یہ حرکت شیطان مردود کی ہے)۔ بغوی کا بیان ہے کہ ایک عراقی شخص گرا پڑا تھا سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ادھر سے گزر ہوا دریافت فرمایا اس کی کیا حالت ہے لوگوں نے کہا اس شخص کے سامنے جب قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو بیہوش ہو کر گر جاتا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن (قرآن سن کر بیہوش ہو کر نہیں گر پڑتے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ شیطان بعض لوگوں کے اندر گھس جاتا ہے اور بیہوش کر کے گرا دیتا) رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تو ایسا نہیں کرتے تھے یہ فعل ان کا نہ تھا۔ (تفسیر مظہری:109/10)

(11) جب ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ کچھ لوگ قرآن سن کر بیہوش ہو جاتے ہیں تو فرمایا ایسے آدمی کو کسی چھت کے کنارے پر نیچے کو پاؤں لٹکا کر بٹھایا جائے پھر قرآن پڑھا جائے اگر وہ قرآن سن کر بیہوش ہو کر نیچے گر پڑے تو سمجھ لو سچا ہے (ورنہ جھوٹا ہے مکار ہے)۔ (تفسیر مظہری:109/10)

سوال 3: ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' تاثیر قرآن اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے۔ آیت کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے'' یہ قرآن کی تاثیر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جو اس کے فضل اور احسان میں سے ہے۔

(2) ﴿يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اس سے وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے تاثیر قرآن کے ذریعے ہدایت دیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ﴾ ''اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی کے راستے کی ہدایت دیتا ہے جو اس کی رضا کے پیچھے چلا۔'' (المائدۃ:16)

(3) ﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ﴾ ''اور جسے وہ گمراہ کر دیتا ہے تو اُس کے لیے کوئی ہدایت دینے والا نہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق کے سوا کوئی راستہ نہیں جو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہو، کتاب اللہ پر توجہ مرکوز کرنے کی توفیق بھی اسی سے ملتی ہے۔ پس اگر اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو راہ راست پر چلنے کا کوئی طریقہ نہیں، تب واضح گمراہی اور رسوا کن بدبختی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ (تفسیر سعدی:2334/3)

سوال4: ''احسن الحدیث'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد قرآن مجید ہے۔

سوال5: کتٰباً متشابھاً سے کیا مراد ہے؟

جواب: (i) اس سے مراد ملتی جلتی کتاب ہے جس کے سارے حصے اپنے معانی میں، حُسن کلامی میں، بلاغت میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ (ii) اس سے مراد پچھلی آسمانی کتابوں سے ملنا بھی ہے۔

سوال6: کتاب کی صفت مُتشابہ (ملتی جلتی) سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب حقیقت پر مبنی ہے۔ اگر حقیقت نہ ہوتی تو اس کے اجزا میں اختلاف اور عدم یکسانیت ہوتی۔

سوال7: مَثانی سے کیا مراد ہے؟

جواب: اس سے مراد ہے جس میں مضامین کو بار بار دُہرایا گیا ہو یعنی قصص، واقعات اور احکامات کو بار بار دُہرایا گیا ہو۔

سوال5: کتاب کی صفت مثانی سے اس کے بارے میں کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کتاب نصیحت ہے کیونکہ نصیحت اس طرح کی جاتی ہے کہ سُننے والے کے دماغ میں بیٹھ جائے۔ اس مقصد کے لئے بار بار مضامین کو دُہرایا جاتا ہے۔ یہ حکمت کا اعلیٰ ترین انداز ہے۔

سوال6: انسان کے رونگٹے کب کھڑے ہوتے ہیں؟

جواب: انسان کی رونگٹے تب کھڑے ہوتے ہیں جب وہ کوئی دہشت ناک خبر سنتا ہے اس کی وجہ سے اس کے اندر عاجزی اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

سوال7: قرآن مجید سُن کر مومنوں کے رونگٹے کیوں کھڑے ہو جاتے ہیں؟

جواب: مومن قرآن مجید کی وعیدوں کو سمجھتے ہیں وہ ان ڈراوں سے ڈر جاتے ہیں اور دہشت سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

سوال8: مومنوں کے دل اور جسم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف کیسے نرم ہو جاتے ہیں؟

جواب: مومنوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی اُمید پیدا ہوتی ہے تو اُن کے دلوں میں سوز اور گداز پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

سوال9: اللہ تعالیٰ کی کتاب سے مومنوں کی حالت اور کم فہم لوگوں کی حالت میں کیسا فرق پیدا ہوتا ہے؟

جواب:

مومنوں کا سماع قرآن	کم فہم لوگوں کا سماع قرآن
(1) مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے کانپ اُٹھتے ہیں۔	(1) کم فہم لوگ بدحواس ہو جاتے ہیں۔
(2) مومنوں کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔	(2) کم فہم لوگ مدہوش ہو جاتے ہیں۔
(3) مومنوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔	(3) کم فہم لوگ لوگوں کو 'حال' پڑ جاتا ہے۔
(4) مومنوں کی جلدیں نرم پڑ جاتی ہیں۔	(4) کم فہم لوگ وجد میں آ جاتے ہیں۔
(5) مومن علم اور فہم سے سجدہ ریز ہو جاتے ہیں۔	(5) کم فہم لوگ کھیل کود میں مصروف رہتے ہیں۔
(6) مومن سماع قرآن کے وقت ادب اور تواضع اختیار کرتے ہیں۔ان کے دل اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں۔	(6) کم فہم لوگ شور کرتے ہیں۔
(7) اہل ایمان کے علم وفہم میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ رب کے قریب ہو جاتے ہیں۔	(7) کم فہم لوگ لوگوں کے اندر شیطان داخل ہو جاتا ہے اور ان میں عقل و ہوش باقی نہیں رہتا۔

سوال 10: ﴿ذلک ھدی اللہ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: ''یہ ہے اللہ تعالیٰ کی ہدایت'' یعنی ہدایت پانے کا راستہ، قرآن سننے کا راستہ، دلوں کے نرم ہونے کا راستہ اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کا راستہ ہی ہدایت پانے کا راستہ ہے۔

سوال 11: ''اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے'' سے کیا پتہ چلتا ہے؟

جواب: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کے ارادے اور توفیق سے ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے کسی ہدایت کی خواہش رکھنے والے، ہدایت کے لیے کوشش کرنے والے کو ضائع نہیں کرتا۔

سوال 12: ﴿و من یضلل اللہ فما لہ من ھاد﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ یعنی گمراہی بھی اللہ کے ارادے سے ملتی ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جائے اس کے لئے کوئی ہدایت دینے والا نہیں کیونکہ کسی اور کا کوئی اختیار نہیں۔

﴿اَفَمَنۡ یَّتَّقِیۡ بِوَجۡهِهٖ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ ؕ وَقِیۡلَ لِلظّٰلِمِیۡنَ ذُوۡقُوۡا مَا کُنۡتُمۡ تَکۡسِبُوۡنَ﴾

''تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح

ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے'' (24)

سوال 1: ﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح ہوسکتا ہے؟) اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے'' ظالم اور عادل برابر نہیں ہوسکتے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ ''تو کیا وہ شخص جو اپنے چہرے کے ساتھ قیام کے دن بُرے عذاب سے بچے گا (وہ جنت والے کی طرح ہوسکتا ہے؟)'' یعنی جو شخص برے عذاب سے قیامت کے دن اپنا چہرہ بچانا چاہتا ہے اسے شرمندہ کرنے کے لیے کہا جائے گا کہ آج اپنی اپنی کمائیوں کے مزے لوٹو۔

(2) ﴿وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ﴾ ''اور ظالموں کے لیے کہہ دیا جائے گا کہ چکھو جو تم کمایا کرتے تھے'' آج اپنی اپنی کمائیوں کے مزے لوٹو۔

(3) کفر اور معاصی کے ذریعے اپنے اوپر ظلم کرنے والوں سے کہا جائے گا اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔

(4) کیا یہ شخص، جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور اپنے اکرام وتکریم کے گھر پہنچانے والے راستے پر گامزن ہونے کی توفیق سے بہرہ مند کیا ہے اور وہ شخص برابر ہوسکتے ہیں، جو اپنی گمراہی پر جما ہوا دائمی عناد میں سرگرداں ہے یہاں تک کہ قیامت آپہنچے اور بڑا عذاب اسے گھیر لے اور اپنے چہرے کو اس عذاب سے بچانے کی ناکام کوشش کرے؟ چہرہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ شرف کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ ادنیٰ سا عذاب اس پر بہت زیادہ اثر کرتا ہے۔ وہ اپنے چہرے کو بہت برے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے گا، لیکن اس کے ہاتھ اور پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ (تفسیر سعدی: 2335/3)

(5) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! کافر کو قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا جس اللہ تعالیٰ نے اسے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا ہے وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ قیامت کے دن اسے اس کے چہرے کے بل چلا دے؟'' (بخاری: 4760)

سوال 2: قیامت کے دن ظالم بدترین عذاب کی ڈھال اپنے چہرے کو کیوں بنائے گا؟

جواب: انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے چہرے کو چوٹ سے بچائے مگر قیامت کے دن انسان اپنے جسم کے کسی حصے کو عذاب کی زد میں آنے سے نہیں بچا سکے گا اس لئے وہ عذاب کے سامنے ایسے کھڑا ہوگا گویا اپنے چہرے کو ڈھال بنائے ہوئے ہے۔

سوال 3: ظالموں سے کیا کہا جائے گا؟

جواب: ظالموں سے کہا جائے گا اپنے کیے کا وبال چکھو۔

﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' (25)

سوال 1: ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' پہلے جھٹلانے والے لوگ بھی تباہ ہو گئے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ ''اُن سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلا دیا'' یعنی اہل مکہ سے پہلے لوگوں نے بھی جھٹلایا تھا۔ انہوں نے انبیاء کو نہیں مانا۔

(2) ﴿فَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''تو اُن پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہ تھے'' یعنی اپنے دل میں وہ خود کو امن میں محسوس کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے غافل تھے۔ (3) ان پر یہ عذاب غفلت کے اوقات میں آیا تھا۔

(4) رب العزت نے فرمایا: ﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَاَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ (٢٦) ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (٢٧)﴾ ''یقیناً ان لوگوں نے خفیہ تدبیریں کیں جو ان سے پہلے تھے، تو اللہ تعالیٰ بنیادوں سے اُن کی عمارت کو آیا، پس ان کے اوپر سے چھتیں ان پر گر پڑیں اور ایسے رخ سے ان پر عذاب آیا جہاں سے وہ سوچتے نہیں تھے۔ پھر قیامت کے دن وہ اُن کو رسوا کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کیا کرتے تھے؟ جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا وہ کہیں گے کہ یقیناً آج کے دن رسوائی اور برائی کافروں پر ہے۔'' (النحل:27,26)

سوال 2: کفار مکہ کو کیا تنبیہ کی گئی ہے؟

جواب: کفار مکہ سے کہا گیا کہ پچھلی قوموں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہلاکت کو پہنچیں اور تم رسول کی تکذیب کر رہے ہو تو بُرے انجام سے بچ نہ پاؤ گے۔

﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے!'' (26)

سوال 1: ﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے، کاش وہ جانتے ہوتے!'' دنیا کی رسوائی، آخرت کا عذاب۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''پس اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مزہ چکھایا'' یعنی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اُنہیں اپنے عذاب کا مزہ چکھایا اور اس کے ذریعے۔

(2)﴿الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''دنیا کی زندگی میں رسوائی کا'' اُنہیں دنیا میں رسوا کیا یعنی مسخ، ذلت اور اہانت سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے درمیان رسوا ہو گئے۔

(3)﴿وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ﴾ ''اور یقیناً آخرت کا عذاب زیادہ بڑا ہے'' آخرت کا عذاب تو ان جیسوں کے لیے تیار ہے وہ تو بہت بڑا ہے۔

(4)﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''کاش وہ جانتے ہوتے!'' کاش اُنہیں سمجھ ہوتی تو وہ خاتم الانبیاء کو، قرآن کو، آخرت کو نہ جھٹلاتے اور نہ کفر کرتے۔

(5) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آخرت کے عذاب کا پورا حال اگر میں لوگوں کے سامنے بیان کروں تو لوگ گھر بار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں اور سوائے رات دن رونے کے اور کچھ کام ان سے نہ ہو سکے۔'' (احسن التفاسیر)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے گذشتہ قوموں کے انجام سے کیسے ڈرایا ہے؟

جواب:(1) اللہ تعالیٰ نے اُنہیں دنیا کی زندگی میں رسوائی کا مزہ چکھایا۔(2) آخرت کا عذاب بہت بھاری ہے اے کاش! کہ یہ لوگ سمجھ لیں۔

﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں کہ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' (27)

سوال 1:﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں کہ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں'' شرک کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ نے اس قرآن میں پچھلی قوموں کی ہر طرح کی مثالیں دی ہیں یعنی اچھے اور برے لوگوں کی مثالیں، توحید اور شرک کی مثالیں جس سے ایک آدمی بھی اشیاء کے حقائق اور حکمتوں کو سمجھ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا:﴿وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعَالِمُوْنَ﴾ ''اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے ہی بیان کرتے ہیں اور اُنہیں علم رکھنے والوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔'' (العنکبوت:43)

(2)﴿ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ

﴿سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تمہاری اپنی ذات سے ایک مثال بیان کی ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس رزق میں تمہارے شریک ہیں جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے کہ تم اُس میں برابر ہو؟ تم ایک دوسرے سے ڈرنے کی طرح اُن سے بھی ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم آیات کھول کر بیان کرتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔'' (الروم:28)

(3) ﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں'' یعنی جب ہم انہیں حق سمجھائیں تو وہ اس کو قبول کریں اور اس پر عمل کریں۔

سوال 2: قرآن مجید میں طرح طرح کی مثالیں کیوں بیان کی گئی ہیں؟

جواب: قرآن مجید میں لوگوں کو سمجھانے کے لیے طرح طرح کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

(1) تا کہ لوگوں کے دلوں میں باتیں بیٹھ جائیں۔ (2) تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾

''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تا کہ وہ بچ جائیں'' (28)

سوال 1: ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''یہ عربی قرآن ہے جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تا کہ وہ بچ جائیں'' قرآن فصیح ہے اس میں کوئی ٹیڑھ نہیں تا کہ وہ بچ جائیں'' قرآن فصیح ہے اس میں کوئی الجھاؤ نہیں۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا﴾ ''یہ عربی قرآن ہے'' یعنی قرآن عظیم کو عربی زبان میں نازل کیا جو آسان اور واضح ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ﴾ ''جس آدمی کی طرف وہ غلط منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ واضح عربی زبان ہے۔'' (النحل:103)

(3) ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے عربی قرآن بنا کر نازل کیا ہے تا کہ تم سمجھو۔'' (یوسف:2)

(4) ﴿اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ ''یقیناً ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے تا کہ تم سمجھو۔'' (الزخرف:3)

(5) ﴿وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اسے قرآنِ عربی بنا کر نازل کیا ہے اور اس میں ہم نے ہر حکم سے طرح طرح کی کچھ وعیدیں بیان کی ہیں، شاید کہ لوگ ڈر جائیں یا وہ (قرآن) ان کے لیے کوئی نصیحت پیدا کر دے۔'' (طٰہٰ:113)

(6) ﴿وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ﴾ ''اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو وہ کہتے کہ کیوں نہ اس کی آیات کھول کر بیان کی گئیں؟ کیا عجمی (کلام) اور عربی (رسول)؟۔'' (فصلت:44)

(7) ﴿وَ اِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (۱۹۲) نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ (۱۹۳) عَلٰى قَلۡبِكَ لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُنۡذِرِيۡنَ (۱۹۴) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيۡنٍ (۱۹۵)﴾ ''اور بلاشبہ یہ یقینا جہانوں کے رب کا نازل کیا ہوا کلام ہے۔اسے روح الامین لے کر اُترا ہے۔آپ کے دل پر تا کہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں۔واضح عربی زبان میں۔(الشعراء:192-195)

(8) ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا﴾ ''اور ہم نے اسی طرح آپ کی طرف عربی قرآن وحی کیا ہے تا کہ آپ بستیوں کے مرکز (مکہ) اور اُس کے اردگرد رہنے والوں کو خبردار کردیں۔'' (الشوریٰ:7)

(9) ﴿وَ كَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا ‌ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ وَّلِىٍّ وَّلَا وَاقٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے اس کو ایک عربی فرمان بنا کر آپ پر نازل کیا ہے۔اور یقینا اگر اپنے پاس علم آجانے کے بعد بھی آپ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں آپ کے لیے نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔'' (الرعد:37)

(10) ﴿غَيۡرَ ذِىۡ عِوَجٍ﴾ ''جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں'' اس کی الفاظ اور معانی میں کوئی ٹیڑھا پن اور الجھاؤ نہیں ہے یعنی وہ اسے سمجھ سکتے ہیں۔

(11) یعنی کسی بھی لحاظ سے اس میں کوئی خلل اور کوئی نقص نہیں ہے، نہ اس کے الفاظ میں اور نہ اس کے معنی میں۔یہ وصف اس کے کمال اعتدال اور کمال استقامت کو متلزم ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ يَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا قَيِّمًا﴾ ''سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی۔بالکل سیدھی ہے۔''
(الکہف:1,2)(تفسیر سعدی:2336/3)

(12) ﴿لَّعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ﴾ ''تا کہ وہ بچ جائیں'' تا کہ صاف اور روشن کتاب کے ڈراووں سے لوگ ڈر جائیں اور اس کے وعدوں پر عمل کریں۔(مختصر ابن کثیر:1736/2)

(13) شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں،، کیونکہ ہم نے ان کے لیے اس عربی قرآن مستقیم کے ذریعے سے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر مثال بیان کی ہے۔علمی اور عملی تقویٰ کی راہ استوار کردی ہے۔(تفسیر سعدی:2336/3)

سوال 2: قرآن مجید کو عربی زبان میں کیوں نازل کیا گیا؟

جواب: (1) قرآن مجید کے پہلے مخاطب عرب تھے ان کے لیے اپنی زبان میں سمجھنا ہی ممکن تھا۔

(2) عربی زبان میں اظہار سے بات زیادہ وضاحت کے ساتھ سمجھ آسکتی تھی اس میں بلاغت زیادہ ہے۔

سوال 3: قرآن مجید کی کن دو خصوصیات کو یہاں بیان کیا گیا؟

جواب: (1) عربی زبان میں ہے۔(2) اس میں انحراف نہیں، کجی نہیں۔

سوال 4: قرآن مجید کی دو خصوصیات بیان کر کے اس کو بھیجنے کے مقصد کو کیسے واضح کیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ﴾ ''تا کہ وہ بچیں'' پرہیزگاری اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا مصداق بننے کے لیے عمل کریں۔

﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے، بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' (29)

سوال 1: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے، کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' مشرک اور توحید پرست کی مثال کی وضاحت آیت کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کی مثال بیان کی ہے'' رب العزت نے شرک اور توحید کو سمجھنے کے لیے ایک مثال بیان فرمائی ہے۔

(2) ﴿فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ﴾ ''جس کی ملکیت میں کئی ایک دوسرے سے جھگڑنے والے آقا شریک ہیں'' یعنی ایک غلام کی مثال ہے جس میں کئی بدخصلت آقا شریک ہیں۔

(3) ایک دوسرے کی مخالفت کرنے والے بہت سے لوگ اس غلام کی ملکیت میں شریک ہیں جو کسی حالت میں کسی بھی معاملے پر متفق نہیں ہوتے کہ اس کے لیے آرام کرنا ممکن ہو سکے بلکہ وہ ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور جھگڑتے ہیں۔ ہر ایک شریک کا اپنا اپنا مفاد ہے جسے وہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تمہارے خیال میں، ان اختلاف کرنے والے اور جھگڑنے والے شرکا کے مابین، اس غلام کی کیا حالت ہوگی۔ (تفسیر سعدی: 2336/3)

(4) ﴿وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ﴾ ''اور ایک آدمی ہے، پورے کا پورا ایک آدمی کے لیے ہے'' یعنی دوسرا غلام ہے جس کی ملکیت میں کوئی شریک نہیں۔ وہ اپنے مالک کے مزاج اور مقاصد کو سمجھ کر اسے آرام پہنچاتا ہے۔

(5)﴿هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾ ''کیا یہ دونوں مثال میں برابر ہیں؟'' یہ دونوں ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح مشرک بھی کئی معبودوں کا بندہ ہے۔

(6) یہ دونوں شخص کبھی برابر نہیں ہو سکتے، مشرک کی یہی حالت ہے۔ اس میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھنے والی بہت سی ہستیاں شریک ہیں۔ وہ کبھی اس کو پکارتا ہے اور کبھی اس کو پکارتا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ اسے قرار آتا ہے نہ کسی مقام پر اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ اس کے برعکس موحد اپنے رب کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر کی شرکت سے پاک رکھا ہے اس لیے وہ کامل راحت اور کامل اطمینان میں ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:2336/3)

(7)﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ ''تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' حق ظاہر ہونے اور باطل کے بطلان پر اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ کی حمد ہے کہ وہ جاہلوں کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

(9)﴿بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''بلکہ اُن میں سے اکثر نہیں جانتے'' مشرکوں پر حجت قائم ہو گئی مگر اکثر لوگ جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے یہاں کس کی مثال بیان کی ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مشرک یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والے اور مخلص یعنی صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے کی مثال دی ہے۔

سوال 3: مثال کی وضاحت کریں؟

جواب: (i) مثال میں ایک غلام ہے جس کا کوئی ایک مالک نہیں کئی لوگوں کے درمیان مشترک ہے۔ وہ آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔

(ii) مثال میں دوسرا غلام ہے جس کا ایک آقا ہے اور اس کی ملکیت میں کوئی شریک نہیں۔ (iii) کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟

(iv) اسی طرح وہ مشرک جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کرتا ہے۔ اور مخلص مومن جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔

سوال 4: یہاں الحمد اللہ کہنے کا کیا سبب ہے؟

جواب: الحمد اللہ کہنے کا سبب کہ اللہ تعالیٰ نے حجت قائم کر دی ہے۔

سوال 5: اکثر لوگوں کے علم نہ رکھنے کا کیا نتیجہ سامنے آتا ہے؟

جواب: اکثر لوگوں کے علم نہ رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں'' (30)

سوال 1: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ ''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں'' ہر ایک کو مرنا ہے۔ آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ ''یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں'' یعنی اپنے وقت پر آپ ﷺ کو بھی مرنا ہے۔

(2) ﴿وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ ''اور یقیناً یہ لوگ بھی مرنے ہی والے ہیں'' یعنی جب تقدیر کا لکھا وقت آجائے گا تو وہ بھی مر جائیں گے۔ ہر ایک نے مرنا ہے۔

(3) ﴿وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ﴾ ''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کو ہمیشگی نہیں دی، سو کیا اگر آپ وفات پا جائیں تو وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں؟'' (الانبیاء: 34)

(4) یہ آیت بھی ان آیات میں سے ہے جن سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر استدلال کیا تھا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یقین آ گیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ اس موقعہ پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت بھی پڑھی تھی۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ﴾ ''اور نہیں ہیں محمد مگر ایک رسول، یقیناً اس سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر وہ وفات پا جائے یا قتل کر دیا جائے تم اپنی ایڑیوں کے بل پلٹ جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں پر پلٹے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔'' (ال عمران: 144)

سوال 2: یہاں محمد ﷺ کی موت کا تذکرہ کس مقصد کے لیے کیا گیا؟

جواب: یہاں محمد ﷺ کی موت کا ذکر اللہ تعالیٰ کی توحید کے ثبوت میں کیا گیا ہے۔

سوال 3: یہاں ﴿وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ﴾ کی بات کیوں کی گئی؟

جواب: (1) یہاں ان سب کی موت کا تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ موت کے معاملے میں تمام انسان برابر ہیں۔ ہر انسان کو یہ مزہ چکھنا ہے۔

(2) یہاں یہ تذکرہ اس لیے کیا گیا کہ باقی رہے نام اللہ تعالیٰ کا۔

﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾

''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے'' (31)

سوال 1: ﴿ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ﴾ ''پھر یقیناً تم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو

گے'' قیامت کے دن تم رب کے سامنے اپنے مقدمے پیش کرو گے۔آیت کی روشنی میں وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ ''پھر یقیناتم قیامت کے دن اپنے رب کے پاس جھگڑا کرو گے'' تم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے جھگڑو گے اور مقدمے پیش کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان عدل کرے گا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کسی شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا کسی طریقہ (سے ظلم کیا ہو) تو اسے آج ہی، اس دن کے آنے سے پہلے معاف کرالے جس دن نہ دینار ہوں گے نہ درہم، بلکہ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہو گا تو اس کے ظلم کے بدلے میں وہی لے لیا جائے گا۔اور کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہو گا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔(بخاری:2449)

(3) بیہقی رحمہ اللہ نے سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا کہ جب آیت ﴿ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ﴾ نازل ہوئی تھی تو ہم نے کہا تھا ہم آپس میں (قیامت کے دن) کیسے جھگڑیں گے ہمارا رب ایک ہے ہمارا دین ایک ہے اور ہماری کتاب ایک ہے یہاں تک کہ میں نے (اب) دیکھ لیا کہ ہم میں بعض بعض کے چہروں پر تلواریں مار رہے ہیں اب میں نے پہچانا کہ یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت بھی اسی طرح آئی ہے۔سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا ہم کہتے تھے ہمارا رب ایک ہے ہمارا نبی ایک ہے ہماری کتاب ایک ہے پھر (قیامت کے دن) یہ باہمی حق طلبی کیا ہوگی آخر جب جنگ صفین کا دن آیا اور ہم میں سے بعض نے بعض پر تلواروں سے حملے کئے تو ہم نے کہا ہاں یہ وہی ہے۔(تفسیر مظہری:114/10)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''ہم میں سے مفلس وہ آدمی ہے جس کے پاس مال و اسباب نہ ہو۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہو گا کہ جو نماز، روزے، زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہو گی اور کسی پر تہمت لگائی ہو گی اور کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے، پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (مسلم:6579)

سوال 2: قیامت کے دن رب کے سامنے کیا جھگڑے ہوں گے؟

جواب: وہ جھگڑے جن کا دنیا میں فیصلہ نہیں ہو سکا یعنی توحید اور شرک کا جھگڑا۔